فہرست

اداریہ 1
شیطانی دھوکہ 8
...توبرقعہ بھی پہن لیجئے 8
جب خاتون کی ڈاڑھی اُگی: 9
داغ؛ باطن کی خرابی کا اثر 10
اسلامی کٹ میں توسع ہے: 11
لباس کے دو مقصد 11
پہلا مقصد 12
مرد اور عورت کا ستر 12
سترپوشی میں تین باتوں کی رعایت ضروری: 13
لباس ناقص نہ ہو 13

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باریک نہ ہو 14
چست نہ ہو 15
لباس والی ننگی عورتیں 16
ان دروازوں کو بند کرو؛ورنہ... 18
فیشن کیا ہے؟ 19
دوسرا مقصد 19
زنانے مرد اور مردانی عورتیں 20
دو باتوں کا خیال رہے 21
پھر فقیروں کا سا بھیس کیوں؟ 21
صحابہ اور ہمارے قلب کا حال 22
تشبہ اور مشابہت کا فرق 23
تشبہ کے درجات 24
قومی اور مذہبی شعار میں فرق 25

عام عادات میں تشبہ 25

لا!میں تجھے رنگ دوں 26

باوجود توجہ کے وہ ظلمت دور نہیں ہوئی 27

ایک عبرت ناک واقعہ 28

کوٹ پتلون کا مسئلہ 29

لباس کے اصول 30

ریشم اور آرٹ سلک کا حکم 31

کیااونچاپائجامہ عیب ہے؟ 32

لباس اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے 34

انگریز کے کہنے سے گھٹنے بھی کھول دیئے.. 34

کیامیری ذات میں نمونہ موجود نہیں ؟ 35

سنت طریقہ اوراس کی قسمیں 35

مسنون لباس کااصول 36

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کا عنوان 37

پسندیدہ رنگ کون سا؟ 37

لیکن تو چیزے دیگری 38

حضوراکرم (ﷺ) کا سرخ جوڑا پہننا 40

حضوراکرم (ﷺ) کا سبز جوڑا پہننا 43

حضوراکرم (ﷺ) کے عمامہ کا رنگ 44

حضوراکرم ((ﷺ)) کا کفن اور اس کا رنگ 45

حضوراکرم (ﷺ) کا (Printed) منقش چادر استعمال کرنا 46

حضوراکرم (ﷺ) کا اونی لباس 47

چمڑے کے موزوں پر مسح کا مسئلہ 49

خلاصۂ باب 49

بابِ اِسۡتِحۡبابِ القَمِیۡص 50

جسم ڈھانپنے کی دو شکلیں 51

قمیص سے کیا مراد ہے؟ 52

کرتہ زیادہ پسندیدہ ہے 53

کیا آپ (ﷺ) سے پائجامہ پہننا ثابت ہے؟ 54

باب صفة طُوْلِ القَمِيْصِ وَالْكُمِّ والْإِزَارِ وَطَرْفِ الْعِمَامَةِ 55

وتحريم إسبال شيءٍ من ذلك على سبيل الخُيَلاءِ، وكراهته مِن غير خُيَلاءٍ 55

لباس کی لمبائی کتنی ہو؟ 56

عربی کرتہ کے شوقین متوجہ ہوں 57

اگر ٹخنے ڈھانکنا تکبر سے نہ ہو تو؟ 58

حضور اکرم (ﷺ) کی آستین کی لمبائی 60

نظرِ رحمت سے محروم 61

...وہ جہنم میں ہے 62

ناکام و نامراد لوگ 63

طعن و تشنیع سے نہ ڈریں 65

فیشن؛ ذہنیت کو مرعوب کرنے کا طریقہ 66

ہر وقت گناہ جاری رہتا ہے 67

لینے کے دینے 68

تیسرا آدمی 68

توحید تو یہ ہے 69

معاشرت کی اہم نصیحتیں 70

توگفتار؛وہ کردار 72

نیکی کے کسی بھی کام کو معمولی مت سمجھنا 73

پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہی تکبر کی علامت ہے 73

تم ایسا مت کرو 74

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے 75

کوئی ایسی بات کہتے جایئے ! 76

خُرَیْم اَسدی اچھے آدمی ہیں اگر... 80

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ تعالیٰ برائی کو پسند نہیں کرتے 81

پائجامہ آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے 81

عبداللہ! اپنی لنگی اونچی کرو 82

عورتیں کیا کریں ؟ 83

إستحباب ترك الترفع فی اللباس تواضعاً 84

قیامت کے روز ایمان کا جوڑا ملے گا: 85

إستحباب التوسّط فی اللّبَاس 87

وَلاَ یقْتصر عَلیٰ مَا یُزْری بِهِ لِغَیْر حاجةٍ وَلاَ مقْصودٍ شرْعی 87

نعمت کا اثر بندہ پر دِکھنا چاہیے: 88

باب تحریم لباس الحریر عَلَی الرجال وتحریم جلوسهم عَلَیْهِ 90

واستنادهم إِلَیْهِ وجواز لبسه للنساء 90

جو دنیا میں ریشم پہنے: 91

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میری امت کے مَردوں پر یہ دونوں حرام ہیں 92

کسی عذر کی وجہ سے ریشم کا استعمال 94

چیتے کی کھال بچھا کر بیٹھنے کی ممانعت 95

مَا یقول إِذَا لبس ثوباً جدیداً أَوْ نعلاً أَوْ نحوہ 97

نیا لباس پہننے کی دعا 98

ہر نئی چیز استعمال کرنے کی یہی دعا ہے 99

آداب النوم والاضطجاع 100

حضور اکرم (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی تعلیمات عین شفقت و محبت کا تقاضا 101

عجیب و غریب دعا 102

یہ محبت کا تقاضہ ہے 104

...تو جینے کا مزہ آجائے 105

سونے کے آداب ... پہلا ادب 107

دوسرا ادب 107

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تیسرا ادب اور خاص تاکید: 108

یہ ایک فطری امر ہے 108

تو دانی حساب کم و بیش را 110

امید و خوف: 111

کہ جز تو پناہے دگر نیستم: 111

ایک بچہ بھی یہ سمجھتا ہے: 112

دعا کے دو سبق؛ رجوع الی اللہ اور یادِ آخرت 113

تہجد کے بعد مسنون آرام کی کیفیت: 114

سونے اور اُٹھنے کی مسنون دعاؤں کا فلسفہ 115

لیٹنے کے چار طریقے 117

بچوں کو بھی اس کا عادی بنایا جائے 118

بغیر ذکر اللہ کی مجلس وبال ہے 119

قدرتی نظام؛ ایک عجیب نعمت 120

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جواز الاستلقاء عَلَی القفا ووضع إحدی الرِّجلین عَلَی الأخری إِذَا لم یخف انکشاف العورۃ وجواز القعود متربعاً ومحتبیاً 122

پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونا جائز ہے یا نہیں ؟ 124

تطبیق کی ایک شکل 125

شیخ الشیخ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے عالی 126

چہارزانو بیٹھنا 127

گوٹ مار کر بیٹھنا 128

باب فی آداب المجلس والجلیس 132

گنجائش نکال دو 133

پبلک مقامات کا حکم 134

دوسرے کی چپل ہٹا کر اپنی نہ رکھے: 135

ٹرین میں زیادہ جگہ روکنا: 135

اگر کوئی اپنی جگہ ہمارے لیے چھوڑ دے: 136

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایثار بالقُرَب: 137

پہلے بیٹھنے والا زیادہ حق دار ہے: 138

اپنی جگہ رکوانا: 140

بعد میں آنے والا مجلس کے کنارے بیٹھے: 140

لوگوں کو چیر کر آگے نہ بڑھے: 141

دو کے بیچ میں نہ گھسے: 142

حلقہ کے بیچ میں نہ بیٹھے: 143

آرام سے بیٹھیں : 144

کفارۂ مجلس: 145

غفلت کی تلافی: 146

مجلس میں پڑھنے کی دعا: 147

گناہ کیوں ہوتا ہے؟: 148

ٹینشن کی وجہ ،یقین کی کمی: 149

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مرتے دم تک تمام قویٰ سلامت رہیں : 150

دین پر مصیبت نہ آئے: 150

دنیاکی فکر غالب نہ ہو: 151

باعثِ حسرت مجلس: 152

جس مجلس میں ذکر نہ ہو: 152

دست بکار ،دل بیار : 153

دن کے شروع میں اللہ تعالیٰ سے عہد: 154

باب الرؤیاوما یتعلق بہا 156

اچھے خوابوں کی حیثیت: 157

جوزبان کاسچا ؛وہ خواب کابھی سچا: 157

چھیالیسویں حصہ کامطلب: 158

نبی کاخواب وحی ہوتاہے: 159

خواب شرعی حجت نہیں : 161

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیا اچھا خواب دیکھنے کے بعد اعمال چھوڑدے: 161

اچھے خواب کا اشتہار نہ دے : 162

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کیفیت: 163

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فکر: 164

شیطان اور شیخ جیلان رحمۃ اللہ علیہ : 165

خواب میں حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کے لیے کوئی عمل کرنا: 167

زیارت کا بہترین عمل: 168

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت: 169

اگر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دوسرے حلیہ میں دیکھا: 170

دینداری جانچنے کا معیار : 172

روضۂ اقدس کی زیارت نصیب ہوگی: 173

شیطان کا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل نہ بناسکنے کی وجہ: 174

اچھا یا برا خواب دیکھے ؛تو کیا کرے؟: 174

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

برا خواب ؟پرواہ نہیں : 176

برا خواب دیکھتے ہی آنکھ کھل جائے ؛تو کیا کرے ؟ : 177

سب سے بڑا بہتان: 178

كتَاب السَّلَامِ 181

اجازت لیے بغیر داخل نہ ہو: 182

استیذان کب؟اور کب نہیں ؟: 183

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ...؟: 184

تب اجازت لینا ضروری نہیں : 185

اجازت کیسے لے؟: 187

سب ہی ”مَیں“ہیں : 188

جواب ملنے کا انتظار کیجئے: 188

ایسے بھی تھے: 189

گھنٹی(Door Bell)بجانے کا طریقہ: 191

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دعالینے کی حرص: 192

ایک عمل، تین دعائیں: 193

سلام ہی جامع ہے: 194

سلام کاجواب اچھے طریقہ سے دو: 195

سلام کاطریقہ نیانہیں ہے: 197

سلام حقِ اسلام: 198

سلام کی ابتداء: 199

سات چیزوں کاحکم: 200

سلام کاقدرتی اثر: 202

اہلِ معرفت کی دوربینی: 203

باب کیفیة السلام 206

سلام کے الفاظ کی وضاحت: 207

دس، بیس، تیس: 209

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جب کوئی سلام کہلائے: 210

جب بڑے مجمع کو سلام کرے: 212

جب نائمین کو سلام کرے: 213

کسی کی نیند خراب کرنا حرام ہے: 214

ہاتھ سے سلام : 215

علیک السلام کہنا: 216

سلام کے کچھ اور آداب : 218

سلام میں کون پہل کرے؟: 220

سلام اور شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ : 221

بار بار سلام کرے: 222

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کا اہتمام مستحب ہے: 225

آسان قیمتی ہدیہ : 226

بچوں کو سلام کرنا: 227

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خاندان کی بوڑھی عورتوں کو سلام کرنا: 229

فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو کسی بھی نامحرم کو سلام کا جواب دینا : 230

کیا غیر مسلموں کو سلام کرسکتے ہیں ؟ 232

یا کسی ساتھی سے رخصت ہو؛ تو سلام کرنا چاہیے 236

باب الاستیذان وآدابہ 238

جب فاروقِ أعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت أشعری رضی اللہ عنہ سے گواہ طلب کیے: .. 240

گواہ طلب کرنے کی تکوینی وجہ : 243

استیذان کے وقت تاک جھانک نہ کرے: 246

گھس سکتا ہوں، یا آسکتا ہوں : 247

یادگار تنبیہ 248

گھر والے کے پوچھنے پر جواب دینے کا مسنون طریقہ: 251

’’مَیں ‘‘کہنا؛ صحیح جواب نہیں : 254

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

إستحباب تشميت العاطس اذا حمد الله تعالىٰ وكراهة تشميته اذا لم يحمد الله تعالىٰ وبيان آداب التشميت والعطاس والتثاؤب... 255

اسبابِ چستی پسندیدہ، اسبابِ سستی ناپسندیدہ: 256

ایک لطیفہ 258

چھینکنے اور جمائی لینے کے آداب 259

استحباب المصافحة عند اللقاء وبشاشة الوجه وتقبيل يد الرجل الصالح، وتقبيل ولده شفقة ومعانقة القادم من سفر وكراهية الانحناء.............................. 263

مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا ہی سنت ہے: 264

مصافحہ کے موجد: 268

مصافحہ، معانقہ، بوسہ؛ کیا کرے، کیا نہیں ؟ 269

دست بوسی وقدم بوسی 269

یہ جذبۂ شفقت کا ہی تقاضہ ہے 272

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کتابُ عیادۃِ الْمَرِیْض، وتشییع المیت، والصلاۃ علیہ، وحضور دفنہ، والمکث عند 274
عیادت؛ حقِ مسلم سمجھ کر کریں، رواجِ سماج سمجھ کر نہیں : 275
نیت ٹٹول لیں : 276
بنیادوہی ہو: 277
ہمیں حضورنے حکم دیا...: 278
مسلمان کے مسلمان پرپانچ حقوق: 279
بندہ سے اللہ تعالیٰ کی شکایت: 280
بیمار کی عیادت کے فضائل: 282
دومنٹ میں ستر ہزار فرشتوں کی بارہ گھنٹوں کے لئے ڈیوٹی: 283
غیر مسلم کی عیادت: 284
پھوڑے پھنسی اورزخم کادم: 286
عیادت کی دعا: 287

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نبوی پین کلر(Pain Killer): 289

تو مریض کو شفا ہو ہی جائے گی: 290

ایک اور دعا: 291

روح الامین کا الصادق الامین پر دَم : 291

تو اسے جہنم نہیں کھائے گی: 292

اِدھر تعریف، اُدھر پذیرائی: 294

عیادت ؛نہ ہو شکایت: 295

اے اللہ! عیادت کا طریقہ سکھلا: 296

دروازہ باہر سے بند کر دینا: 297

وفات کے دن صبح حضور اکرم (ﷺ) کی کیفیت : 298

جس کو اندازہ ہو جائے کہ اب میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے؛ وہ کیا دعا کرے ؟.. 300

یہ موت مانگنا نہیں ہے: 301

ممانعت تو اس کی ہے: 301

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

موت کی حالت شدت والی ہے: 302
سماج کے ایک غلط مزاج کی اصلاح : 304
حضوراکرم (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کا شدّتِ بخار: 309
صحابی کااظہارِ مرض: 310
اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کااظہارِ دردِ سر: 311
جس کی موت کا وقت قریب ہو 313
اس کو''لَآإِلٰہَ إِلّا اللّٰہُ''کی تلقین کرنا 313
یہ بھی آداب اور مستحبات میں سے ہے۔ 313
باب ما يقوله بعد تغميض الميت 315
موت کے وقت اور بعد کیا کرے؟کیا نہیں ؟ 315
اس دعا کی برکت سے بہت بہتر بدل ملا: 318
بچہ کے انتقال پر صبر کی عظیم فضیلت: 322
ان تعلیمات کوعام کرو: 324

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مصیبت کے وقت کا مراقبہ: 326
جو دیا وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ،اور جو لے گا وہ بھی اللہ ہی کا: 327
ایک عورت کے صبر کا عجیب قصہ: 328
رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے؟: 334
عذاب تو زبان کی وجہ سے ہوتا ہے: 335
ہر انسان کے دل میں جذبۂ رحمت رکھا ہے: 336
غمگین ہونا اور آنسو نکلنا برا نہیں : 337
نمازِ جنازہ اور تدفین میں شریک ہونے کی فضیلت: 342
عورتوں کو قبرستان جانے سے روکا گیا: 345
سو آدمی جنازہ پڑھیں تو مغفرت: 348
چالیس آدمی جنازہ پڑھیں تو مغفرت: 349
جس کے جنازہ میں تین صفیں ہوں : 349
نمازجناہ کی دعائیں : 350

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گنہگار کو چین نصیب نہیں ہوتا: 352

دیگر مختلف دعائیں: 353

میت کے قرض کی ادائیگی کا اہتمام 360

وراثت کی تقسیم کے احکام... پہلا حق: 360

بعض غلط رواج: 361

دوسرا حق: 362

دَین اور قرض میں فرق: 365

مقروض کو جنت میں داخلہ نہیں ملتا: 366

مدیون شہید: 367

رات کا غم، دن کی شرم: 368

تیسرا حق 369

چوتھا حق 369

خلاصۂ کلام 370

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مردہ سمجھ کر دفن کردیئے گئے مفسّر: 371

نمازِ جنازہ میں بلاوجہ تاخیر نہ ہو: 372

مؤمن کی جان اپنے قرضہ میں لٹکی رہتی ہے: 372

مسلمان کی لاش کے لیے مناسب نہیں ہے کہ...: 373

قبر کے پاس وعظ ونصیحت کرنا 375

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال: 376

جب دفن کرچکو تو اتنی دیر قبر کے پاس ٹھہرنا: 382

باب الصدقة عن الميت والدعاء لَهُ 385

مفتی صاحب کا ایک آیت کا مطلب سمجھنے کے لیے 387

دیوبند سے گنگوہ کا رات میں پیدل سفر 387

باب ثناء الناس عَلَى الميت 392

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ 393

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو 394

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب فضل من مات له اولاد صغار 397

جس کے تین بچے انتقال کر جائیں 398

جہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے وہاں سے گزرنے کا طریقہ 404

یہ بڑی خطرناک روش ہے 405

کتاب آداب السفر 407

سفر کی تحقیق 408

بعض سفر ضروری ہیں 409

فتحِ مکہ کے بعد ہجرت نہیں : 410

طلبِ حلال کے لیے سفر: 411

جان ومال کی حفاظت کے لیے سفر: 411

سفر شرعی ،سفر غیر شرعی: 412

سفر شرعی کی مسافت: 413

قصر ضروری ہے: 414

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سفر کے لیے کون سا دن اوروقت مستحب ہے؟: 415
امت کے لیے حضور (ﷺ) کی برکت کی دعا: 417
اکیلے سفر نہ کریں اورامیر مقرر کرلیں 419
اکیلے سفر کا جتنا نقصان مَیں جانتاہوں 420
لفظ ”قافلہ“نیک فال ہے: 421
’سَاعَةٌ‘ اور ’سَلِيمٌ‘ بھی نیک فال ہے: 422
سفر کے ساتھی کم از کم تین ہوں : 423
چار،چار سو،چار ہزاراور بارہ ہزار کی فضیلت 424
دورانِ سفر اس بات کا بھی خیال رکھو: 429
دورانِ سفر اہلِ خانہ کوکھلاتے پلاتے چلو: 430
نماز فوت ہونے کااندیشہ ہو؛توکیسے سوئے؟: 432
جب حضوراکرم (ﷺ) کی نماز قضا ہوئی: 433
رات کے وقت فاصلے لپیٹ دیئے جاتے ہیں : 434

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قیام قریب قریب کریں: 435

رحمتِ عالم (ﷺ) کی صفتِ رحمت کا ایک نمونہ: 436

نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں اونٹ کی فریاد: 438

حضوراکرم (ﷺ) کے مشابہ صحابی: 439

منزل پر پہنچتے ہی سواری سے سامان اتاردو: 440

ساتھی کی مدد کرنا 442

سفر میں ہر زائد چیز حاجت مند کو دیدے: 442

دوسروں کا بھی خیال رکھے: 444

امیر ہر رفیق کی فکر کرے: 445

سفر میں جب اپنی سواری پر سوار ہونے لگے؛ 447

تو کیا دعا پڑھے؟ 447

ان دعاؤں کا بھی اہتمام ہو 450

سفر کی دعا پر مغفرت: 451

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سفر میں دعا کا مستحب ہونا 459

تین دعائیں قبول ہی ہوتی ہیں : 460

جب کسی سے خطرہ ہو تو کیا دعا پڑھے: 462

پڑاؤ ڈالنے کی دعائیں : 465

کام جب مکمل ہو جائے تو گھر لوٹنے میں جلدی کرنا چاہیے 468

آدمی کا اپنے گھر دن کے وقت لوٹنا 470

اور بلا ضرورت رات کے وقت لوٹنے کا ناپسندیدہ و مکروہ ہونا 470

رات میں اچانک گھر نہ آئے: 473

بغیر اطلاع کے اچانک گھر پہنچنے کی خرابیاں : 474

جب سفر سے واپس لوٹے اور اپنے شہر کی عمارتوں پر نظر پڑے؛ تو کیا دعا پڑھے؟ 476

سفر سے واپس لوٹے تو پہلے قریب کی مسجد میں جائے، دو رکعات پڑھے 477

عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے 478

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اداریہ

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

آج کل ”Manners“ اورآداب کے نام پر بہت کچھ بتایااور پڑھایا جاتاہے، لیکن جو جامعیت اورگہرائی اللہ تعالیٰ اوررسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے آداب میں ہے؛وہ کہیں اور نہیں ملتی۔اور ملے بھی کیوں کر؟کہاں انسان کا علم اور کہاں اللہ تعالیٰ کا علم! بہت سے لوگ تو ”Manners“ کے نام سے اسلامی آداب ہی لکھ دیتے ہیں لیکن اسلام کاحوالہ نہیں دیتے؛پتہ نہیں کیوں؟انسان کی طاقت ہی نہیں ہے کہ وہ وحی کی مدد کے بغیر محض اپنی عقل استعمال کرکے یہ آداب بتاسکے،یہ باتیں تو صاحبِ وحی ہی بتاسکتے ہیں،اب اگر انسان ان کو معلوم نہ کرے،یا عمل نہ کرے؛ توپھر اس کے لیے کیاباقی رہ جاتاہے؟

اسلام نے جن خطرات کو سوچ کرلباس کے سلسلہ میں انسانوں کوکچھ خاص ہدایات دی تھیں، انسانیت کے دشمنوں نے جان بوجھ کر دنیامیں ان ہدایات کے خلاف لباس کو مردوں اور عورتوں میں ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ”فیشن“کانام دے کرعام کیا؛تاکہ دینِ اسلام پورے معاشرہ وسماج میں جو پاکیزگی لاناچاہتاہے اس سے وہ ہمیشہ محروم ہی رہے،اور جوبگاڑ ختم کرناچاہتاہے وہ خوب بڑھے۔

دینِ فطرت نے مردوں کو ٹخنہ چھپانے والے لباس سے منع فرمایا،اور عورتوں کو تاکید کی کہ ٹخنہ چھپانے والالباس ہی پہنیں؛تواب اعدائے اسلام نے باقاعدہ محنت کرکے دونوں میں ایسی فیشن ایجاد

کردی کہ مرد ٹخنے چھپانے کو اپنی عزت کی معراج سمجھنے لگے، اور عورتیں اپنے جسم کو زیادہ سے زیادہ ننگا کرنے میں فخر محسوس کرنے لگیں۔

ذرا سوچیے! اگر اسلام کی تعلیمات پر عمل کا عمومی ماحول ہوتا تو انسانوں کو کیا فائدہ ہوتا؟ مردوں کو یہ فائدہ ہوتا کہ ان کی طبیعت و مزاج میں کبر پیدا نہ ہوتا۔ یہ کبر ہی انسان کو کسی کی ماننے سے روک دیتا ہے "الکبر بطر الحق" کبر کا مطلب ہی "حق کو ٹھکرانا" ہوتا ہے۔ آج حال یہ ہو گیا کہ بیانات کرنے والے بیانات کرتے کرتے بوڑھے ہوگئے، درسِ قرآن میں کتنوں کی زندگیاں کھپ گئیں، درسِ حدیث دینے والے علماء نے بھی کوئی کمی نہیں چھوڑی، اور یہ بات بھی نہیں کہ لوگ بیانات میں شریک نہیں ہوتے، ضرور شریک ہوتے ہیں اور بصد شوق شریک ہوتے ہیں، لیکن زندگیوں میں خوشگوار انقلاب نظر نہیں آتا۔

سب عورتیں اگر اسلامی لباس کی پابند ہو جاتیں تو کتنے بڑے بگاڑ سے دنیا بچ جاتی، جس نے بڑی بڑی حکومتوں کے سر میں درد کر دیا ہے، بے حیائی، فحاشی، عریانیت کے زہر سے آج خود اس کے موجدین ہی جاں بہ لب اور دم بخود ہو چکے ہیں۔ کوئی سمجھ دار انسان کسی کو بے وجہ کوئی ہدایت نہیں دیتا؛ تو پھر وہ ذات جہاں جاکر حکمت ختم ہو جاتی ہے وہ انسانوں کو بے وجہ کوئی حکم کیوں دے گی، یا کسی چیز سے کیوں روکے گی؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس جلد کے ابتدائی ۷۱ر صفحات در حقیقت تشریح ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اسی انتخاب کی جو آپ نے آیاتِ قرآنی وروایاتِ نبوی کی شکل میں پیش فرمایاہے، خالی الذہن سلیم الفطرت انسان ان سے بہت کچھ سیکھ سکتاہے۔

اس کے بعد تقریباً ۲۰ر صفحات کا مضمون سونے کے آداب کاہے، جس کے ضمن میں اور بھی بہت سی چیزیں آگئی ہیں۔ سونا انسان کے لیے ناگزیر ہے، انسان بہر حال سوتاہے چاہے آداب و مستحبات کی رعایت کرے یا نہ کرے، آداب و مستحبات کی رعایت سے سونے والا دونوں جہاں کافائدہ حاصل کرتاہے اوران کی رعایت نہ رکھنے والااس سے محروم رہتاہے۔

"آدابِ مجلس" انسانی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں، اسی وجہ سے شریعت نے یہ بھی خاص طور سے سکھائے ہیں۔

پھر "سلام کے احکام وآداب" بیان ہوئے، نیز "اجازت لینے کے آداب وہدایات" اور "ملاقات و مصافحہ کے آداب" ہیں۔

بیمار کی عیادت کی تاکیدِ اکید کے ساتھ ہی "آدابِ عیادت" کی رعایت بھی اتنی ہی ضروری ہے، آداب کی عدمِ رعایت مریض کے لیے دردِ سر بن جاتی ہے، اس سلسلہ میں اسلامی ہدایات کو غور سے پڑھ کر ان کی رعایت کرکے حسنِ معاشرت کا ثبوت پیش کیا جاسکتاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میت اور اہلِ میت کے ساتھ کن آداب کو برتنا چاہیے؟ تعزیت اور پسماندگان کو دلاسہ دلانے کی اہمیت پر بڑا موئثر مضمون بیان ہوا ہے۔ اسی ضمن میں ”میت کے قرض کی ادائیگی اور اس کی تیاری میں جلدی کا اہتمام“ نہایت ہی اہم اور عقدہ کشا مضمون ہے۔

انسانی زندگی میں سفر کے بغیر چارۂ کار نہیں، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے انتخاب کی تشریح پڑھنے سے ”آدابِ سفر“ معلوم ہوں گے، ساتھ ہی ساتھ سفر کی اقسام کا علم ہوگا، قصر کے احکام ذہن نشین ہوں گے، دورانِ سفر کن کن باتوں کی رعایت کرنی چاہیے وہ سیکھنے ملیں گی اور سفر کی مختلف مسنون دعائیں بھی معلوم ہوں گی۔

خلاصہ یہ کہ ”ادب“ تو انسان کا طرۂ امتیاز ہے:-

ادب ہی سے انسان انسان ہے ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

گویا اس جلد کا نام ”آدابِ زندگی“ رکھا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اس پوری جلد میں مختلف آداب ہی کا تذکرہ ہوا ہے۔ یکسوئی کے ساتھ ان کے مطالعہ سے قارئین کو اس بات کا یقیناً اندازہ ہوگا کہ خالقِ کائنات نے اپنے نبی اُمی علیہ الف الف تحیۃ وتسلیم کی زبانِ مبارک سے انسانوں کو کتنے اعلیٰ ترین آداب کی تعلیم دلوائی ہے!

اس مجموعہ میں کُل دو سو گیارہ (۲۱۱) روایات پیش ہوئی ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہم مولانا مفتی محمد رضوان صاحب احمد آبادی زید مجدہٗ (ناظم مدرسہ ولی اللہ، کالوپور، احمد آباد) اوران کے رفقاء کے نہایت ہی ممنون ومشکورہیں کہ انہوں نے حسبِ سابق اس جلد کے مواد کی فراہمی میں ہمیں بھرپور تعاون کیا۔ فجزاہم اللہ أحسن الجزاء فی الدارین۔ اللہ تعالیٰ گلشنِ احمدی کی آبادی وشادابی کے لیے ان سب کو قبول فرمائے۔

ابوزاہر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

كتَاب اللِّبَاس

لباس کا بیان

باب إستحباب الثوب الأبيض وجواز الأحمر والأخضر والأصفر والأسود وجوازه من قطن وكتان وشعر وصوف وغيرها إلَّا الحرير

☑ سفید لباس مستحب ہے۔لال ، ہرا،پیلا، اور کالا جائز ہے

☑ روئی، کتان ،بال اوراون کا لباس جائز ہے

☑ (مردوں کے لیے)ریشم جائز نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ

وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا. أما بعد:-

قَالَ اللہ تَعَالَی : یَا بَنِی آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاساً یُوَارِی سَوْآتِکُمْ وَرِیشاً وَلِبَاسُ التَّقْوَی ذٰلِکَ خَیْرٌ .
(الأعراف:٢٦)

وقال تَعَالَی: وَجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیلَ تَقِیکُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِیلَ تَقِیکُمْ بَأْسَکُمْ (النحل:٨١)

یہاں سے ایک نیا عنوان ’’ کتابُ اللِّبَاس‘‘ شروع کررہے ہیں ،اس میں لباس سے متعلق جو آداب اور ہدایتیں ہیں ان کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ نبیٔ کریم (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی تعلیمات اور ہدایات انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہیں ،اسی میں رہن سہن اور معاشرت کا شعبہ بھی ہے جس سے متعلق بھی نبیٔ کریم (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) نے تفصیلی ہدایات عطا فرمائی ہیں۔ معاشرت میں ایک چیز لباس بھی ہے جس کے متعلق بھی بہت ساری ہدایتیں نبیٔ کریم (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی زبانی اور بہت ساری باتیں آپ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے عمل سے ثابت ہوتی ہیں جن کو علماء نے کتابوں میں تفصیل سے لکھا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شیطانی دھوکہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ لباس سے متعلق شریعت کی پابندی کوئی ضروری نہیں ہے، جیسا لباس چاہو پہن لو،بس آدمی کا باطن اچھا ہونا چاہیے ،ظاہر جیسا بھی ہو؛یہ سب محض شیطانی دھوکہ ہے۔آدمی کے ظاہر کا اس کے باطن پر اثر پڑا کرتا ہے، اور شریعت نے صرف باطن ہی نہیں، بلکہ ظاہر سے متعلق بھی ہدایتیں اور تعلیمات دی ہیں۔قرآن میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں :وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ،"کچھ ظاہری گناہ ہیں اور کچھ اندر کے(چھپے ہوئے)گناہ ہیں :ان سب کو چھوڑ دو۔ تو دیکھئے! ظاہر سے متعلق بھی ہدایت ہے اور باطن سے متعلق بھی ہے، روح سے متعلق بھی ہدایت دی ہے اور جسم سے متعلق بھی ہدایت دی ہے۔اور یہ کہنا کہ آدمی کا باطن اچھا ہونا چاہیے، ظاہر میں جس طرح کالباس چاہو پہنو،اس میں کوئی پابندی نہیں ؛یہ بات بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ باطن جیسا ہوتا ہے ،ظاہر پر اس کااثر نمایاں ہوتا ہے،اور آدمی اپنا ظاہر جس طرح کا بناتا ہے،باطن اس سے متأثر ہوتا ہے۔

تو برقعہ بھی پہن لیجیے...

حضرت مولانا اِدریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ جب ہمارے دل میں ایمان ویقین ہے،اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد ہے اور ہم شریعت کے

سارے احکام کو تسلیم کرتے ہیں ،ہمارا عقیدہ درست ہے ،ہمارا عمل بھی صحیح ہے،تواب اگر ہم ظاہری طور پر جیسا بھی لباس پہن لیں ،چاہے یہود جیسا، چاہے نصاریٰ اور غیر مسلموں جیسا؛تواس سے کیا فرق پڑتا ہے؟توحضرت رحمۃ اللہ علیہ الزامی جواب کے طور پر فرماتے ہیں کہ: جب آپ مرد ہیں، آپ کے اندر مردانگی اور قوت وشجاعت ہے،ہمت وہیبت اور صَولت ہے؛تو پھر آپ عورتوں کا سالباس پہن لیجئے!اپنی بیوی کی شلوار پہن لیجئے!اس کا کرتہ پہن لیجئے!دوپٹہ سر پر اوڑھ لیجئے!ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لیجئے!کانوں میں بالیاں لگالیجئے!گلے کے اندر ہار پہن لیجئے!برقعہ بھی چڑھالیجئے! اور اس طرح جاکر اپنی آفس میں ٹیبل پر بیٹھئے،کم سے کم ایک دن کے لیے ایسا کرلیجئے!اور کوئی آدمی اگر کچھ کہے تواس سے آپ کہئے گا کہ میں تو مرد ہوں، مجھ میں شجاعت وبہادری ہے،مردوں والی قوت اور طاقت ہے، ساری چیزیں مردوں والی ہے، اگر میں نے لباس عورتوں والا پہن لیا؛تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ظاہر ہے کہ آپ اس کو گوارا نہیں کریں گے۔تو جیسے اس کو گوارا نہیں کرتے،اسی طرح دوسری چیزوں میں بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔

جب خاتون کی ڈاڑھی اُگی:

دوسری بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے تمام ماہرین نفسیات اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ آدمی جیسا ظاہر اختیار کرتا ہے اس کے باطن پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ظاہری اعتبار سے آپ اپنی شکل وصورت اگر عورتوں جیسی بنائیں گے کہ عورتوں کا سالباس پہنیں،یا مخنثوں کا سالباس پہنیں،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان جیسی حرکتیں کرنے لگیں ،ان جیسی زبان استعمال کریں ، ان جیسالہجہ آپ استعمال کریں، جب چند روزتک آپ ایسا کریں گے؛ تووہی اثرات آپ کے اندر ظاہرہوں گے۔

ابوداودشریف میں روایت موجودہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے عورتوں کوبال منڈانے سے منع فرمایا(۱) یوروپ کاقصہ ہے، کسی زمانہ میں اخبارمیں ایک عورت کے متعلق آیاتھاکہ اس نے بال منڈانے شروع کئے کہ اس میں کیاحرج ہے،جب ایک زمانہ تک بال منڈاتی رہی؛تواس کو ڈاڑھی آناشروع ہوگئی۔

داغ؛ باطن کی خرابی کااثر

تو یہ کہناکہ آدمی کے ظاہرکااس کے باطن کے اوپرکوئی اثرنہیں پڑتا،صرف باطن درست ہوناچاہیے؛یہ بات صحیح نہیں ہے۔بعض اکابر اس کوایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ: دیکھو!ہر پھل کاایک ظاہر ہوتاہے اورایک باطن ہوتاہے،اگراس کاباطن خراب ہےتواس کااثرظاہر کے اوپرداغ کی شکل میں نمایاں ہوگا۔اگرظاہرمیں داغ نظر آرہےہیں اورکوئی آدمی یوں کہے کہ اس کا باطن اچھاہے؛تویہ بات مانی نہیں جاسکتی۔اس لئے ظاہرکے متعلق یہ دعویٰ کرناکہ ظاہر جیساکبھی ہو،اگرباطن درست ہے تواس کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا؛یہ محض ایک شیطانی دھوکہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسلامی کٹ میں توسع ہے:

لباس کے سلسلہ میں بھی اسلام نے جو ہدایات دی ہیں وہ بڑی معتدل ہیں ، ویسے لباس کی کوئی خاص وضع قطع اور تراش خراش اور خاص کٹ متعین نہیں کی کہ اسی کٹ کا لباس پہنئے، بلکہ لباس کے متعلق کچھ اصولی ہدایتیں شریعت کی طرف سے دی گئی ہیں ،ان اصولی ہدایتوں کو مدّ ِنظر رکھتے ہوئے اگر آدمی اپنا لباس تیار کرائے تو وہ شرعی لباس کی حدود میں آجاتا ہے، اور ایسا لباس استعمال کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

لباس کے دو مقصد

چناں چہ یہاں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اللباس کا عنوان قائم کرکے پہلا باب قائم کیا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ کپڑا کس قسم کا ہونا چاہیے۔اس سلسلہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا: ﴿یَا بَنِیۡٓ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِکَ خَیۡرٌ﴾ اے انسانو!ہم نے تمہارے اوپر لباس اتارا جو تمہاری شرم کی چیز کو چھپاتا ہے، اور وہ تمہارے لیے زینت ہے،اور تقویٰ کا لباس بڑا اچھا اور بہتر ہے۔

”سَوۡاٰت“،”سَوۡءَۃٌ“ کی جمع ہے، ایسی چیز جس کو ظاہر کرنے سے آدمی شرم محسوس کرتا ہے، اور جس کو چھپانا آدمی کی طبیعت کا تقاضہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پہلا مقصد

علماء لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو بنیادی چیزیں بتلائی ہیں :- ایک تو یہ کہ ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری پوشیدہ چیز کو چھپاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں مردوں اور عورتوں میں جسم کے کچھ حصے کے متعلق یہ حکم دیا کہ اس کو چھپایا جائے، جس کو عربی زبان میں "عَوْرَةٌ" کہتے ہیں، اور اردو، فارسی میں اس کو "ستر" کہتے ہیں۔ "ستر" کا ترجمہ ہوتا ہے چھپانا یعنی یہ چھپانے کی چیز ہے۔ اور "عَوْرَةٌ" جو عربی لفظ ہے اس کا ترجمہ بھی چھپانا ہی ہوتا ہے۔ اسی لیے حدیثِ پاک میں آتا ہے: "اَلْمَرْأَةُعَوْرَةٌ" (سنن ترمذی:باب المرأة عورة) عورت چھپانے کی چیز ہے۔ اردو میں عورت کو عورت اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ چھپانے کی چیز ہے۔

مرد اور عورت کا ستر

خیر! مَردوں کے لیے ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کا حصہ چھپانا ضروری ہے، اس کو مَرد ظاہر نہیں کرسکتا۔ عورت کے چہرہ اور ہاتھ کی ہتھیلیوں کے علاوہ اس کا سارا جسم ستر میں داخل ہے اور اس کو چھپانا ضروری ہے۔ الاّ یہ کہ علاج کی ضرورت ہو تو ضرورت کی مقدار جس کے سامنے ظاہر کرنا ضروری ہو؛ ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ستر پوشی میں تین باتوں کی رعایت ضروری:

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿قَدۡ أَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ﴾ ہم نے تمہارے اوپر ایسا لباس اتارا جو تمہارے ستر کو چھپاتا ہے۔تو یہ چھپانے کا جو مسئلہ ہے ،اس میں تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے،تب ہی ستر پوشی کا فریضہ ادا ہوگا ویسے بھی آدمی پر ایمان کے بعد سب سے پہلا فریضہ اپنے ستر کو چھپانے کا عائد ہوتا ہے یہاں تک کہ تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ستر کو چھپائے رکھے۔تو ستر چھپانے میں تین باتوں کی رعایت کی جائے گی۔

لباس ناقص نہ ہو

①:- ایک تو یہ کہ لباس چھوٹا نہ ہو،یعنی ایسا نہ ہو جو ستر کے پورے حصہ کو نہ چھپائے۔ جیسے:کوئی مرد پائجامہ کی جگہ نیکر اور چڈی پہنتا ہے،تو یہ ایک ایسا لباس ہے جو آدمی کے پورے ستر کو نہیں چھپاتا،بلکہ اس میں ستر کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے، ایسا لباس پہننا جائز نہیں ہے۔یا عورتیں ایسا لباس استعمال کریں کہ بدن کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہو، مثلاً:بعض عورتیں سر کھلا رکھتی ہیں، حالاں کہ سر کے بال بھی ستر میں داخل ہیں،اسی لیے اگر نماز کی حالت میں کھل گئے تو نماز درست نہیں ہوگی۔اسی طرح بعض عورتیں اونچی آستین کا لباس پہنتی ہیں۔مردوں کی آستین

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اگر پوری گٹوں تک نہ ہوں، بلکہ کچھ اوپر بھی ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے (ویسے نبیؑ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کرتہ شریف کی آستین گٹوں تک ہوا کرتی تھی جیسا کہ آگے آئے گا) تو اگر مرد کی آستین اونچی ہے تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں ،اس لیے کہ اس کا ستر تو چھپا ہوا ہے، لیکن عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ایسے لباس میں بدن کا کچھ حصہ کھلا رہ جائے گا۔ یا جیسے کہ بعض عورتیں آدھی آستین کا کرتہ پہنتی ہیں ،اور بعض تو ایسا کرتہ پہنتی ہیں کہ بالکل آستین ہی نہیں ہوتی، پورا بازو، ہاتھ اور کہنی وغیرہ ساری چیزیں نظر آتی ہیں ،یہ جائز نہیں ہے۔ تو لباس میں پہلی بات تو یہ ہے وہ ناقص یعنی ادھورا نہ ہو، بلکہ ایسا ہو جو پورے ستر کو ڈھانپ لیتا ہو۔

باریک نہ ہو

②:- دوسرے وہ اتنا موٹا ہو کہ اس سے جسم کے اندر کا حصہ جھلکتا نہ ہو، یعنی اتنا باریک لباس نہ ہو کہ جسم کے اندر کا ستر والا حصہ نظر آتا ہو۔ اگر باریک ہو گا تو اس صورت میں لباس ہونے کے باوجود چوں کہ لباس کا مقصد (ستر پوشی) پورا نہیں ہوتا، اس لیے ایسا لباس پہننا بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔ اب جو عورتیں باریک لباس پہنتی ہیں جیسے باریک ڈوپٹہ ،یا باریک کرتہ جس کی وجہ سے بال ،بازو وغیرہ نظر آتے ہیں ؛تو یہ جائز نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چست نہ ہو

۳:- تیسری بات لباس میں یہ بھی ہونی چاہیے کہ وہ چست نہ ہو، بلکہ اتنا ڈھیلا ہو کہ جسم کی ساخت، بناوٹ اور بدن کا فگر (Figure) نظر نہ آتا ہو۔ اس لیے کہ ستر میں دو چیزیں ہیں، ایک تو کھال کی رنگت ؛ کہ گوری ہے ، یا کالی ہے۔ اور دوسرا اس کا سائز؛ یہ دونوں چیزیں چھپانا ضروری ہیں۔ اب اگر کسی نے باریک لباس پہنا ہے تو اس صورت میں اندر کی کھال نظر آئے گی، تب تو دونوں باتیں حاصل نہیں ہوئیں اگر لباس موٹا تو ہے لیکن اتنا چست ہے کہ اس کی وجہ سے اس عضو کی بناوٹ ، سائز اور اُبھار پورے طور پر نظر آتا ہے ، جیسا کہ ایسی پتلون پہنی ہے کہ کولہے برابر نظر آتے ہیں ، شرمگاہ پورے پوری نظر آتی ہے؛ تو ایسا لباس بھی جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے چاہے رنگت نظر نہیں آتی، لیکن سائز تو نظر آتا ہے، اور شریعت نے اس عضو کو چھپانے کا جو حکم دیا اس میں دونوں چیزوں کا لحاظ کیا گیا ہے کہ سائز اور ساخت بھی سامنے والے کو نظر نہ آنی چاہیے، اور رنگت بھی نظر نہ آنی چاہیے۔ اس لیے اگر لباس چست ہے تو اس صورت میں بھی اس کا ایک مقصد حاصل نہیں ہوتا تو ایسا لباس بھی جائز نہیں۔ تو مردوں کے لیے بھی ایسی پتلون پہننا کہ موٹی تو ہو لیکن بالکل چست ہو؛ جائز نہیں ہے۔ یا عورتوں کے لیے پورے جسم میں کوئی بھی ایسا لباس استعمال کرنا جس سے جسم کی ساخت نظر آتی ہو؛ جائز نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خلاصہ یہ کہ اگر یہ تین شرطیں پائی جائیں گی تب ہی ستر والا مقصد حاصل ہو گا، اگر ان تین میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں ہے تو ایسا لباس پہننا جائز نہیں ہو گا۔

لباس والی ننگی عورتیں

نبیٔ کریم (ﷺ) نے ایسی عورتوں کے اوپر لعنت فرمائی جو لباس پہنی ہوئی ہونے کے باوجود ننگی ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ ننگی کا مطلب یہ ہے کہ یا تو ان کا لباس ایسا ہے جو پورے ستر کو ڈھانپتا نہیں ہے، جیسے بازو اور ہاتھ کھلے رہتے ہیں اور اسکرٹ (Scurt) ہوتا ہے تو پنڈلیاں کھلی ہوتی ہیں، تو ایسا لباس پہننے والیاں عاریات یعنی ننگی کے اندر داخل ہیں۔ ظاہر کے اعتبار سے اگرچہ اپنے جسم پر لباس ڈالے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ننگی ہیں کہ ان کا ستر کھلا ہوا ہے۔ یا مرد اگر نیکر اور چڈی پہنے ہوئے ہیں تو اس میں گھٹنے اور ران کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے؛ تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

اور دوسری شکل یہ ہے کہ لباس پورے جسم پر پڑا ہوا تو ہے لیکن اتنا باریک ہے کہ اندر سے جسم جھلکتا ہے، تو اس صورت میں بھی یوں کہا جائے گا کہ کپڑا پہنے ہوئے ہونے کے باوجود ننگی ہیں۔

اور تیسری شکل یہ ہے کہ وہ پورے جسم کے اوپر ہے، موٹا بھی ہے، لیکن اتنا چست ہے کہ اس کی وجہ سے اعضاء کی ساخت نظر آتی ہے، تو وہ بھی اس وعید میں داخل ہو گا۔ نبی کریم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(ﷺ)نے ان عورتوں کے متعلق وعید ارشاد فرمائی ہے کہ جو لباس پہنے ہوئے ہونے کے باوجود بھی ننگی ہوتی ہیں (۱) مسلم شریف کی روایت ہے: ”کَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ “وہ(اپنی زیب وزینت، اپنے بناؤ سنگھار، اپنی چال ڈھال کی وجہ سے) دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے اور کھینچنے والی ہیں (یعنی ایسا انداز اختیار کرتی ہیں کہ دوسرے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں)اور وہ خود بھی اپنے ناز و انداز سے دوسروں کی طرف مائل ہونے والی ہیں۔اور ان کے سر بُختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوتے ہیں۔

پہلے دور کے شرّاح کے زمانہ میں یہ فیشن رائج نہیں ہوا تھا،اس لیے وہ تو بے چارے اس جملہ کی تشریح کرتے ہی رہ گئے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے زمانہ کی عورتوں کو دیکھ کر نبی کریم (ﷺ) نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔اور آپ کا ارشاد ایسا عجیب و غریب ہے کہ اِس زمانہ کی عورتیں جس نے نہ دیکھی ہوں وہ تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ان کے سر بُختی اونٹ کے کوہان کی طرح کیسے ہوں گے۔سروں کے اوپر بالوں کو ایسا بنایا جاتا ہے جیسے بُختی اونٹ کی کوہان ہو۔نبی کریم (ﷺ) نے اس پر بڑی وعید فرمائی ہے۔ اور یہ ساری فتنے کی چیزیں ہیں ،اس لیے فتنوں کے دروازوں کو بند کرنے کی ضرورت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان دروازوں کو بند کرو؛ورنہ...

آج کل لباس کے معاملہ میں خاص کر عورتوں پر ان کے گھر کے مردوں کو جیسی نگرانی رکھنی چاہیے اور جو تنبیہ کرنی چاہیے اس باب میں بڑی غفلت ہو رہی ہے۔ ہمارے یہاں شادی بیاہ کے موقع پر عورتیں جس قسم کا لباس پہن کر باہر آتی ہیں ،بہت سوں کے سر کھلے ہوئے ہوتے ہیں،لباس بھی باریک ہوتا ہے جس کی وجہ سے اندر کا جسم جھلکتا ہے،یا ایسی ساڑیاں پہنے ہوئے ہوتی ہیں جس کی وجہ سے پیٹ ،پیٹھ اور دوسری چیزیں نظر آتی ہیں ۔ایسے ناتمام لباس پہننا حرام ہے اور اس پر بڑا سخت گناہ ہے ا وراس سے بچانے کی ضرورت ہے۔ان فتنوں کو اگر روکا نہیں گیا اوران دروازوں کو اگر بند نہیں کیا گیا،تو پھر ہمارے لیے دوسرے مسائل کا دروازہ کھل جائے گا﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (الشوری:۳۰)﴾ جو بھی مصیبتیں تم پر آتی ہیں وہ سب تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہیں اوراللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو تو معاف کر دیتا ہے۔آج کل عام طور پر جانی اور مالی اعتبار سے جو بے چینی اور بدامنی ہوا کرتی ہے،ان کے اوراسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ لباس کے معاملہ میں عورتوں کی طرف سے جو بے احتیاطیاں ہونے لگیں ،ان کے اوپر قدغن لگائی نہیں جاتی، اس پر جو روک تھام ہونی چاہیے وہ نہیں ہوئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فیشن کیا ہے؟

عجیب ہے اِس زمانہ کا فیشن کہ عورتوں کو ننگا کیا جارہا ہے اور مردوں کا لباس ساتر ہوتا ہے۔ ابھی امریکہ جانا ہوا، تو وہاں میں یہی کہتا تھا کہ دیکھو! شریعت نے مردوں کا ستر تو ناف سے گھٹنے تک مختصر رکھا، اس کے باوجود آپ جہاں بھی دیکھیں گے مرد جو لباس پہنتے ہیں وہ پورے جسم کو چھپانے والا ہوتا ہے، اور عورتیں جو لباس پہنتی ہیں اس میں جسم کا اکثر حصہ نظر آتا ہے۔ یہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ شیطان نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، یہ خواہشات کی پیروی ہے، اور لوگوں کی اندرونی ہوس کو بھڑکانے کا کام ہے۔

فیشن کیا ہے؟ فیشن دراصل لوگوں کو شیطانی چکر میں ڈالنے کا ایک طریقہ ہے کہ آدمی صحیح لباس کے بجائے اس لباس کو اختیار کرتا ہے۔ اس لیے شریعت کی طرف سے لباس کے معاملہ میں یہ ہدایت ہے کہ وہ ستر کو چھپانے والا ہو۔ اور چھپانے والا اسی وقت ہوگا جب کہ اس میں یہ تین باتیں ہوں گی۔

دوسرا مقصد

﴿وَرِيْشًا﴾ اور یہ لباس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے تمہارے لیے زینت کا بھی سبب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لباس سے زینت کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ اسی لیے آرائش

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اورآسائش کی اجازت ہے۔آسائش یعنی لباس کے اندر کوئی ایسی شکل اختیار کرنا کہ راحت حاصل ہو جائے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے حیثیت دی ہے اس لیے پندرہ روپیہ فی میٹر کے بدلہ پچیس روپیہ فی میٹر والا کپڑا خرید تا ہے تا کہ جسم کو راحت ہو؛ تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔اسی طریقہ سے آرائش یعنی شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے بقدرِ ضرورت زینت اختیار کرنے کی بھی اجازت ہے،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس کو زینت کا سبب بنایا ہے۔البتہ زینت کے باب میں بھی کچھ حدود ہیں ۔مردوں کے لیے ایسی زینت اختیار کرنا جو عورتوں کے خاص امتیازات میں سے ہو، اور عورتوں کے لیے ایسی زینت اختیار کرنا جو مردوں کے مشابہ بنانے والی ہو؛ اس کی اجازت نہیں۔

زنانے مرد اور مردانی عورتیں

اسی لیے حدیث ِ پاک میں آتا ہے کہ ایسے مردوں کے اوپر لعنت کی گئی جو عورتوں کی مشابہت کرنے والے ہوں ،اورایسی عورتوں کے اوپر لعنت کی گئی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی ہیں۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ:لَعَنَ رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ(بخاری شریف، کتاب اللباس ۵۸۸۵) میں اس کا ترجمہ کیا کرتا ہوں :"زنانے مرد اور مردانی عورتوں پر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لعنت فرمائی ہے" یعنی وہ مرد جو مرد ہونے کے باوجود زنانے بنتے ہیں اوران کی مشابہت اختیار کرتے ہیں ،اوروہ عورتیں جو عورت ہونے کے باوجود مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔یہ طریقہ شریعت کی نگاہوں میں پسندیدہ نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دو باتوں کا خیال رہے

دوسری چیز یہ ہے کہ وہ لباس تکبر میں ڈالنے والا نہ ہو۔ایسا لباس جو آدمی کو فخر اور غرور میں ڈالنے والا ہو،اور اس سے بڑائی اور تکبر مقصود ہو کہ لوگ مجھے دیکھیں اور بڑا سمجھیں ،اس کی بھی شریعت اجازت نہیں دیتی۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں کتاب اللباس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ جملہ نقل کیا ہے: كُلْ مَاشِئْتَ وَالْبَسْ مَاشِئْتَ، مَاأَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ ؛ سَرَفٌ ، وَمَخِيلَةٌ۔"جو چاہو کھاؤ،اور جو چاہو پہنو بس دو باتوں کا خیال رکھنا،ایک تو اسراف یعنی فضول خرچی،اور دوسرا غرور و تکبر؛ان دونوں سے اپنے آپ کو بچانا۔اپنی حیثیت سے زیادہ کا لباس خرید کر پہننا فضول خرچی ہے،اپنی حیثیت کا خیال ضروری ہے، ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دی ہے ، اوراس کے مناسب وہ لباس اختیار کرتا ہے،تو اس کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔بلکہ ایسا آدمی اگر گھٹیا لباس پہنے تو اس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

پھر فقیروں کا سا بھیس کیوں ؟

ایک مرتبہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک صحابی کو دیکھا کہ وہ پھٹا پرانا لباس پہنے ہوئے ہیں تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس مال ہے؟انہوں نے کہا:ہاں ہے۔پوچھا: کونسا مال ہے؟کہا:اونٹ ، بکریاں،گھوڑے،غلام سب ہیں۔تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی اس نعمت کا اثر تمہارے جسم پر نظر آنا چاہیے۔ (سنن ترمذی،باب ماجاء فی الاحسان والعفو،حدیث نمبر:۲۱۳۷/المعجم الکبیر للطبرانی:۱۵۹۵۴) جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیاہے تو فقیروں کا سا بھیس بناکر کیوں پھرتے ہو؟ اس سے یہ بھی معلوم ہواکہ اپنی مالی حیثیت کے مطابق ،اس کے مناسب قیمت کالباس آدمی کو پہنناچاہیے،تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کااثر جسم پر ظاہر ہو۔ہاں ! اگراپنی حیثیت سے زیادہ کالباس پہنے گاتووہ فضول خرچی میں شمار ہوگا،اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔یعنی حیثیت تو ہے پندرہ روپے فی میٹر والا کپڑا خریدنے کی، اور استعمال کررہاہے پچاس روپے فی میٹر والا؛تو یہ جائز نہیں ہے۔ہاں!پچاس روپے فی میٹروالی حیثیت ہے تو پچاس روپے والا بھی پہن سکتاہے،اس کی اجازت ہے،بلکہ پہننا چاہیے، تاکہ لوگ اس کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلانہ ہوں ،بہ شرطیکہ آدمی اس لباس کی وجہ سے تکبر میں نہ پڑے۔

صحابہ اورہمارے قلب کاحال

روایتوں میں آتاہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ شاندارجبہ پہن کر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے،جب نمازسے فارغ ہوکرگھر آئے تووہ جبہ اتاردیااورقسم کھائی کہ آئندہ اس کو نہیں پہنوں گا۔پوچھاگیا:کیوں ؟یہ پہنناجائزتوہے؟تواس کی وجہ بتلائی کہ یہ قیمتی جبہ تھا، اس کو پہن کر میرے دل میں ذراسا غروروپیداہوا،مجھے ایسا محسوس ہواکہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھ رہا ہوں،اس جبہ کی وجہ سے میرے دل میں بڑائی آئی،اس لیے آئندہ اس لباس کو

استعمال نہیں کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاف وشفاف قلب والے تھے اس لیے فوری طور پر انہوں نے اس کا اثر محسوس کرلیا۔ جیسے کوئی کپڑا بالکل سفید برّاق اور صاف وشفاف ہو، تو اس پر معمولی سا داغ بھی فوراً محسوس کرلیا جاتا ہے۔ ان حضرات کا حال ایسا ہی تھا۔ ہمارے قلوب کا حال تو ایسا ہے جیسے کسی کپڑے پر بے شمار داغ لگے ہوئے ہوں اور اس پر اگر ایک آدھ داغ اور لگ جائے تو اس کا پتہ نہیں چلتا۔ غرور اور کبر کے متعلق فیصلہ آدمی اپنے ہاتھ میں نہ رکھے، بلکہ کسی کو اپنے اوپر سرپرست بنائے، اور اپنا حال اس کے سامنے پیش کرکے اس سلسلہ میں اس سے مشورہ لے کہ یہ غرور اور کبر میں داخل ہے یا نہیں۔ بہت سی مرتبہ ایک آدمی غرور و تکبر میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنے متعلق یوں سمجھتا ہے کہ میں تکبر میں مبتلا نہیں ہوں، لیکن اگر کسی ماہر کے سامنے اس کا حال رکھا جائے تو وہ فیصلہ کرتا ہے کہ یہ تو تکبر ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ لباس غرور اور تکبر پیدا کرنے والا نہ ہو۔ اور اس لباس میں مرد عورتوں کی مشابہت اختیار نہ کرے، اور عورت مردوں کی مشابہت اختیار نہ کرے۔

تشبہ اور مشابہت کا فرق

ایک چیز ہے تشبّہ یعنی غیروں کی مشابہت اختیار کرنا، اس سے بھی بچنے کی ضرورت ہے۔ اور ایک ہے مشابہت ۔ ایک ہے بالارادہ کسی جیسا بننا؛ یہ تشبہ ہے، اور ایک یہ ہے کہ اس نے کسی کے جیسا بننے کا ارادہ تو نہیں کیا تھا لیکن اس جیسا نظر آرہا ہے؛ یہ مشابہت ہے۔ ان دونوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں فرق ہے۔تشبہ کے بارے میں ابوداود شریف میں روایت ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (سنن ابی داود: بَاب فِي لُبْسِ الشُّهْرَةِ) جو آدمی کسی قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرتا ہے وہ ان میں سے ہے۔اسی لیے ایسا لباس اختیار کرنا جو غیروں کا شعار اور امتیاز سمجھا جاتا ہو، ان کی مخصوص چیز سمجھی جاتی ہو، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

تشبہ کے درجات

ویسے تشبہ کے کئی درجے ہیں۔ایک ہے عقائد اور عبادات میں غیروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا، ان جیسا عقیدہ رکھنا، یا جیسے وہ بتوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں یہ بھی غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے لگے، وہ جس چیز کی پوجا کرتے ہیں، یہ بھی پوجا کرنے لگے؛ یہ تو کفر ہے۔

اور اگر ان کا شعار اختیار کرتا ہے؛ تو حرام ہے، مثلاً مجوسیوں کی مخصوص ٹوپی پہن لی۔ یا ہندو اور مشرک لوگ زُنّار اور جنوئی (જનોઈ) باندھتے ہیں، اس نے بھی اپنے جسم پر جنوئی (જનોઈ) لٹکالی۔یا وہ اپنے قومی لباس کے طور پر دھوتی پہنتے ہیں، تو مسلمان کے لیے دھوتی پہننا حرام ہے۔(دھوتی کا تعلق مذہبی لباس سے نہیں ہے، قومی لباس سے ہے۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قومی اور مذہبی شعار میں فرق

دیکھو! دو چیزیں ہوتی ہیں ،ایک مذہبی شعار ہوتا ہے اور ایک قومی شعار ہوتا ہے، زُنّار اور جنوئی مذہبی شعار ہے، دھوتی مذہبی شعار نہیں ،بلکہ قومی شعار ہے، یعنی یہ عام طور پر غیر قوم کا لباس سمجھا گیا ہے۔مذہبی شعار بھی حرام ہے اور قومی شعار بھی حرام ہے، لیکن مذہبی شعار میں حرمت زیادہ ہے۔لہٰذا قومی شعار میں کافروں ،فاسقوں اور فاجروں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے جیسے عام طور پر آج کل نوجوان فلموں میں کام کرنے والے ایکٹروں جیسا لباس بناتے ہیں، انہی جیسے بالوں کی تراش وخراش بنواتے ہیں ،جوتے بھی انہی کی طرح کے پہنتے ہیں ،چہرہ مہرہ بھی ویسا ہی بنواتے ہیں ، اور نیت یہی ہوتی ہے کہ ہم بھی ویسے ہی نظر آویں۔یا لڑکیاں فلموں میں کام کرنے والی ایکٹریس (Actress) کی طرح لباس پہنیں اور یوں چاہیں کہ ہم بھی ویسی ہی نظر آویں ؛تو یہ تشبہ ہوا یعنی پہنتے وقت ہی خود کو اس جیسا بنانے کا ارادہ ہے،اس پر یہ وعید آئی ہے" مَنۡ تَشَبَّہَ بِقَوۡمٍ فَھُوَ مِنۡھُمۡ "جو آدمی کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ ان میں سے ہے۔

عام عادات میں تشبہ

خلاصہ یہ ہوا کہ عقائد وعبادات میں تشبہ سے تو آدمی کافر ہو جاتا ہے۔اور اگر قومی یا مذہبی شعار میں تشبہ اختیار کیا ہے ،تو یہ حرام ہے۔اور حرمت کی شدت ایک میں زیادہ ہے اور ایک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں کم ہے۔اورعام عادات میں اگر آدمی انہی جیسا بننے کی نیت سے مشابہت اختیار کرتا ہے،تو یہ بھی تشبہ ہے؛اور یہ مکروہِ تحریمی ہے،یعنی یہ بھی حرام کے قریب گناہ ہے۔اوراگران جیسا بننے کی نیت اورارادہ نہیں ہے،لیکن ان کے جیسا لباس پہن لیا،تو یہ مکروہ اورناپسندیدہ ہے، لیکن تحریمی نہیں۔یہ تشبہ نہیں ،بلکہ مشابہت کہلاتی ہے۔

تومیں یہ عرض کررہاتھاکہ تشبہ سے شریعت نے منع کیاہےاور نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خاص طورپراس سے بچنے کی تاکید فرمائی۔علامہ ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کی مستقل ایک کتاب ہے: "اقتضاء الصراط المستقیم ومخالفۃ اصحاب الجحیم" جس میں غیروں کے ساتھ مشابہت کے سلسلہ میں جوباتیں ہیں وہ بڑی تفصیل سے بتلائی ہیں۔اور اردومیں حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب دو حصوں میں "التشبّہ فی الاسلام" ہے۔اہلِ علم کے لیے بڑی مفید ہے،اس میں تفصیل سے اس مسئلہ کا جائزہ لیا ہے۔

لا!میں تجھے رنگ دوں

تشبہ بڑی خطرناک چیز ہے،یہی آدمی کوکفرتک لے جانے والی ہے،اس لیے کہ حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جوفرمایاہے کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیارکی وہ ان میں سے ہے،گویا اسی میں اس کاشمار کیاجائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چناں چہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے آپ بیتی میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ صفت نیک آدمی تھے،ایک مرتبہ ہولی کے دن جارہے تھے،پان کھایاہوا تھا، ایک مریل قسم کے گدھے کو دیکھاتومزاحیہ یہ کہتے ہوئے پان کی پیک اس پرڈالی کہ آج تجھے کسی نے نہیں رنگا، لا!میں تجھے رنگ دوں۔انتقال کے بعد کسی نے ان کوخواب میں دیکھاکہ بہت اچھی حالت میں ہیں،لیکن ان کے ہونٹوں کے اوپر ایک چھوٹاسا سانپ رینگ رہا ہے۔ دیکھنےوالے نے پوچھا: ہونٹ کےاوپر یہ سانپ کیسا؟تو انہوں نے کہاکہ ایساایساہوا تھااورمیں نے یہ جملہ کہتے ہوئے اس گدھےپرپان کی پیک ڈالی تھی،اس کی وجہ سے مجھے یہ عذاب دیاجارہاہے۔

باوجود توجہ کے وہ ظلمت دور نہیں ہوئی

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ بیتی ہی میں ایک اورقصہ لکھاہے،حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نےایک آدمی کے متعلق فرمایاکہ اس کا اٹھنابیٹھناکافروں کے ساتھ تھا، اور اس کے دل میں ان کی محبت تھی توانتقال کے وقت اس کی زبان کے اوپر کلمہ نہیں آرہا تھا۔حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتےہیں کہ میں نے بڑی توجہ اورکوشش کی کہ اس کے دل پرجواندھیرا ہے وہ دور ہو،لیکن باوجود توجہ اورکوشش کےوہ ظلمت دور نہیں ہوئی، اوربغیرکلمہ کے وہ آدمی دنیاسے گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک عبرت ناک واقعہ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح تذکرۃ الرشید میں حضرت کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب تھے، انتقال کے بعد ان کو دفن کیا گیا، پھر کسی وجہ سے ان کی قبر کھولنے کی ضرورت پیش آئی۔ جب قبر کھودی گئی، تو اس میں وہ نہیں تھے بلکہ ایک لیڈی یعنی انگریز عورت تھی۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ کیسی بات ہے۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ وہ عورت خفیہ طور پر اسلام لے آئی تھی اور اس کے انتقال پر اس کے مذہب والوں نے تو اس کو عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کیا تھا، لیکن یہ مولوی صاحب کبھی کبھار بولا کرتے تھے کہ عیسائیوں میں یہ بہت اچھا ہے کہ ان کے یہاں غسلِ جنابت نہیں ہے۔ اس جملہ کا یہ اثر ہوا کہ ان کی جگہ پر اس لیڈی کی لاش تھی اور جب اس لیڈی کی قبر کو کھولا گیا تو اس کی جگہ پر ان مولوی صاحب کی لاش تھی۔

تو تشبہ بڑی خطرناک چیز ہے، اس لیے آدمی کو لباس کے معاملہ میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے، اور غیروں کے ساتھ کسی بھی معاملہ میں تشبہ سے بچنے کی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بڑی تاکید فرمائی ہے۔ لہٰذا اگر ارادہ کر کے کوئی آدمی یہ کام کر رہا ہے تو یہ تو بہت خطرناک ہے، اور اگر ارادہ کے بغیر ہے تب بھی پسندیدہ نہیں ہے، اس سے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کوٹ پتلون کا مسئلہ

اب رہا کوٹ پتلون کا مسئلہ ! تو کسی زمانہ میں کوٹ پتلون انگریزوں کا مخصوص لباس سمجھا جاتا تھا، لیکن اب وہ بات نہیں رہی، اس لیے اس کو مکروہِ تحریمی تو نہیں کہیں گے۔ اس پر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مولوی لوگ بھی مسئلے بدلتے رہتے ہیں۔ تو ایک بات یاد رہے کہ ایسی بات نہیں ہے، بلکہ مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی زمانہ میں کوٹ پتلون انگریزوں کا مخصوص قومی لباس، قومی نشان و شعار تھا، مذہبی نہیں۔ تو قومی نشان ہونے کی وجہ سے اس جیسا لباس پہننے کو مکروہِ تحریمی قرار دیا گیا تھا، لیکن پھر اس کی اتنی کثرت ہوئی کہ یہ ان کا قومی نشان و شعار اور قومی لباس نہیں رہا، بلکہ سب لوگ پہننے لگے اور انگریزوں کی خصوصیت نہیں رہی، اس لیے اس کو مکروہ بھی نہیں کہیں گے۔

لیکن ایک بات یاد رہے کہ شرط یہ ہے کہ وہ پتلون تنگ نہ ہو ، اگر اتنی تنگ ہے کہ اعضاء کی ساخت نظر آتی ہے، تو وہ ممنوع ہوگی جیسا کہ میں نے شروع میں اصول بتلادیا۔ دوسرا یہ کہ وہ پتلون ٹخنوں سے اونچی ہو، اگر ٹخنوں سے نیچی ہے، تو ناجائز ہے۔ کیوں کہ مردوں کے لباس کے لئے شریعت نے ایک اصول یہ بھی بتلایا ہے کہ وہ ٹخنوں سے اونچا ہونا چاہیے۔ یہ اصول عورتوں کے واسطے نہیں ہے، مردوں کے لئے ضروری ہے کہ ان کا لباس ٹخنوں کو ڈھانپنے والا نہ ہو، اگر ٹخنوں کے نیچے لٹکتا ہے تو اس پر ممانعت آئی ہے۔ لہٰذا اگر پتلون

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں یہ دو باتیں نہیں ہیں ،تو اس کو مکروہ بھی نہیں کہیں گے،اور اس کو پہننے کی اجازت ہے، اگرچہ اس کو پسندیدہ نہیں سمجھا گیا ہے،اس لیے کہ صلحاء اور نیک لوگوں کا لباس نہیں ہے، اور ہر زمانہ میں نیک لوگ جو لباس پہنا کرتے ہیں اس کو اختیار کرنا پسند کیا گیا ہے۔

لباس کے اصول

بہر حال!لباس کے سلسلہ میں چند اصول میں نے بتلائے:-

۱:- ساتر ہو۔یعنی ستر کو چھپانے والا ہونا چاہیے،اور ساتر اسی وقت ہو گا جب اس میں وہ تین باتیں پائی جائیں جو اوپر تفصیل سے بیان ہوئیں۔

۲:- اس لباس کو پہن کر آدمی فخر ومباہات ،غرور اور دکھلاوے میں مبتلا نہ ہو۔اگر دکھلاوے کے لئے پہنا ہے ،یا اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے؛تو یہ ناجائز اور ممنوع ہے،اور اس کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔

یا اسراف اور فضول خرچی ہوتی ہے،اپنی حیثیت سے زیادہ کا پہنتا ہے تب بھی اس کی اجازت نہیں ،گناہ ہے۔

۳:- تیسرا یہ کہ مرد کے لیے ایسا لباس پہننا جس میں عورت کی مشابہت رنگ اور تراش خراش (کٹنگ) کے اعتبار سے لازم آتی ہو؛تو اس کی اجازت نہیں ہو گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ریشم اور آرٹ سلک کا حکم

ریشمی لباس مرد کے لئے جائز نہیں ، البتہ عورتوں کے لئے اجازت ہے۔آج کل جو بناوٹی ریشم ہوتا ہے ،جس کو آرٹ سلک کہا جاتا ہے، اس کی تو مرد کے لئے بھی اجازت ہے حقیقی ریشم مرد کے لئے ممنوع ہے،بناوٹی ریشم حقیقی ریشم کے حکم میں نہیں ہے،پھر بھی وہ صلحاء کے لئے پسندیدہ نہیں ہے،اس لئے آدمی کو اپنے مناسبِ حال لباس اختیار کرنا چاہیے۔

سرخ رنگ کا لباس مردوں کے واسطے مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ویسے نبی کریم (ﷺ) کا حال آگے روایت میں آئے گا کہ آپ نے سرخ جوڑا پہنا تھا۔تو اس کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ وہ خالص سرخ رنگ نہیں تھا،خالص سرخ رنگ ہو تو وہ مکروہ ہے، اگر سرخ رنگ میں دوسرے رنگ کی ملاوٹ ہے،جیسے سرخ رنگ کی دھاری کی اجازت ہے۔نبی کریم (ﷺ) نے بھی جو لباس پہنا تھا وہ سرخ دھاری والا تھا۔البتہ خالص سرخ ہو تو اس کو احناف کے یہاں مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

اور اس میں غیروں کی مشابہت لازم آتی ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیا اونچا پائجامہ عیب ہے؟

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اونچا پائجامہ اچھا نہیں لگتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صلحِ حدیبیہ کے موقعہ کا قصہ پہلے بھی کہیں گزر چکا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) عمرہ کے ارادہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر جب نکلے تو مشرکینِ مکہ نے یہ طے کرلیا کہ ان کو عمرہ کے لئے جانے نہیں دیں گے، پھر صلح کی گفتگو ہوئی، اس موقعہ پر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا پیغام لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں کے پاس بھیجا تھا کہ ہم لڑنے کے واسطے نہیں آئے ہیں، ہم تو بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں، ہم کو زیارت کرلینے دو، پھر ہم واپس چلے جائیں گے۔ یہ پیغام پہنچانے کے لئے پہلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ ان مشرکین کو میرے ساتھ کیسی دشمنی ہے، اس کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زیادہ مناسب ہیں۔ بہر حال! حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا، جب وہ روانہ ہوئے تو مکہ میں پتہ چل گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آرہے ہیں، تو ان کے خاندان کے لوگ ان کا استقبال کرنے کے لئے باقاعدہ شہر سے باہر آئے اور اپنے ساتھ لے گئے اور کہا کہ آپ کو کوئی انگلی بھی نہیں لگا سکتا، ہم آپ کی حفاظت کریں گے، آپ جس مقصد کے لئے آئے ہیں وہ پورا کیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیغام جو مشرکین کے نام تھا وہ پہنچایا، اس موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی لنگی ٹخنوں سے اونچی تھی اور مکہ والے ٹخنوں سے

نیچا لباس پہنتے تھے ، بلکہ ایسا لباس جو زمین سے گھسٹتا ہو، اور اس سے زمین پر نشان بنتا چلا جائے، اس کو اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ تو ان کے خاندان کے کسی آدمی نے ان سے یوں کہا کہ آپ اپنا ٹخنہ ڈھانپ لیجئے، اور اپنی لنگی ذرا نیچی کر لیجئے ، یہاں کے لوگ اس کو عیب سمجھتے ہیں ۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’هٰكَذَا إِزْرَةُ صَاحِبِنَا‘‘(مُصنف ابن أبي شيبة.غَزْوَةُ الْحُدَيْبِيَةِ.) میرے حبیب (ﷺ) کی لنگی اسی طرح اونچی رہتی ہے ، میں اپنی لنگی نیچی نہیں کروں گا۔ ہر مسلمان کی سوچ یہی ہونی چاہیے کہ یہ نبی کریم (ﷺ) کا طریقہ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں سوسائٹی اور معاشرہ کے اندر رہنا ہے، ہم اگر ایسا لباس پہنیں گے تو لوگ طعنہ دیں گے۔ تو بھائی! ان طعنوں کو کب تک دیکھتے رہو گے؟

ہنسے جانے سے جب تک تم ڈرو گے
زمانہ تم پہ ہنستا ہی رہے گا

دوسروں کے طعنوں کی وجہ سے ہم اپنا حال کیوں بدل لیں۔ تو لباس کے سلسلہ میں جو اصولی باتیں تھیں وہ عرض کر دیں ، ان کا آدمی کو خیال رکھنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لباس اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

ایک اورآیت پیش کی ہے:﴿وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ (النحل:۸۱)﴾ اس آیت میں باری تعالیٰ نے لباس کواپنے احسان کے طور پر ذکر کیا، کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قمیص بنائے جوتم کوگرمی سے بچاتے ہیں (چوں کہ وہاں عام طور پرموسم گرم رہتا تھا اس لئے اس کاذکر کیا، ورنہ لباس جس طرح آدمی کو گرمی اوردھوپ سے بچاتا ہے ،اسی طرح سردی سے بھی بچاتا ہے۔)اورایسے قمیص بھی بنائے جوتم کوآپس کی گرفت اورایک دوسرے کی تکلیف سے بچاتے ہیں(جنگ کے موقعہ پر آدمی زرہ پہنتا ہے جولوہے کی بنی ہوئی قمیص ہوا کرتی ہے)توان دونوں قمیصوں یعنی کپڑے کی بنی ہوئی اورلوہے کی بنی ہوئی کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور ان لباسوں کواپنے احسان کے طور پر ذکر کیا۔معلوم ہوا کہ لباس اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، اور اس سلسلہ میں نبی کریم (ﷺ) نے جوہدایت دی اس کا ہمیں خیال کرنا چاہیے۔

انگریز کے کہنے سے گھٹنے بھی کھول دیئے...

حضرت مولانااحتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کاایک مقولہ یادآیا،وہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے رسول(ﷺ) کے کہنے سے ایک مسلمان اپنے ٹخنے بھی کھولنے کے لئے تیار نہیں ،اورانگریز کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہنے سے گھٹنے بھی کھول دیئے، نیکریں پہن لیں۔ انگریز کی اتباع میں لوگوں نے نیکر پہن کر گھٹنے تک کھول دیئے اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی اتباع میں ٹخنے کھولنے کو تیار نہیں ہوتے۔

کیا میری ذات میں نمونہ موجود نہیں؟

نبی کریم (ﷺ) نے ایک صحابی کو دیکھا کہ ان کی لنگی ٹخنے سے نیچی ہے تو ان سے کہا: اِرْفَعْ إِزَارَكَ، فَإِنَّهُ أَتْقَى وَأَبْقَى، اپنی لنگی اونچی کرو کہ یہ زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور کپڑے کو دیر تک باقی رکھنے والا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! معمولی سی دو پیسے کی تو لنگی ہے، اس کے ٹخنے سے نیچی ہونے سے کیا ہوگا؟ تو نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا: کیا میری ذات میں تمہارے لئے نمونہ موجود نہیں ہے؟ وہ صحابی فرماتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا تو نبی کریم (ﷺ) کی لنگی آدھی پنڈلی تک تھی۔ (شمائل ترمذی/باب ما جاء فی صفۃ إزار رسول اللہ (ﷺ)) اس لئے آدھی پنڈلی تک ہو تو اچھا اور سنت ہے۔

سنت طریقہ اور اس کی قسمیں

دیکھو! سنت کا مطلب ہے کہ وہ طریقہ جو دین کے اندر پسندیدہ اور رائج ہو، چاہے وہ فرض اور واجب نہ ہو، لیکن نبی کریم (ﷺ) نے اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے اس کے اوپر مواظبت کی ہو۔ سنت کی دو قسمیں ہیں: سننِ ہدیٰ اور سننِ زوائد۔ سننِ ہدیٰ: وہ طریقے ہیں جو نبی کریم (ﷺ) نے کر کے بتلائے، تاکہ امت اس کا اتباع کرے۔ جیسے جماعت کے ساتھ نماز

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پڑھنا، اذان، اقامت، نیز وہ طریقے جن کی آپ (ﷺ) نے تاکید فرمائی ہے؛ ان کو سننِ موکّدہ بھی کہتے ہیں۔ جو ان کو چھوڑے گا وہ قابلِ ملامت ہے اور اس کا چھوڑنا برا ہے۔

سننِ زوائد جن کو سننِ عادیہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی جو کام نبیٔ کریم (ﷺ) نے عادت کے طور پر کئے۔ جیسے آپ (ﷺ) نے عمامہ استعمال فرمایا، مخصوص کرتہ استعمال فرمایا، مخصوص لنگی استعمال فرمائی، یا آپ کی گریبان سینہ کے اوپر تھی۔ کوئی آدمی اگر ان طریقوں کی اتباع حضور (ﷺ) کی سنت کی پیروی ہی کی نیت سے کرتا ہے تو وہ باعثِ ثواب ہے۔ اگر اتباع کی نیت نہیں ہوگی تو اس صورت میں ثواب نہیں ملے گا۔ یہ چونکہ سننِ عادیہ کے قبیل سے ہیں، اس لئے اگر کوئی آدمی ان طریقوں کو اختیار نہ بھی کرے تو وہ قابلِ ملامت نہیں۔

مسنون لباس کا اصول

خلاصہ یہ ہوا کہ شریعت کے بتلائے ہوئے اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شرعی حدود میں جو لباس پہنا جائے وہ مسنون لباس کہلائے گا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنت لباس وہ ہے جو نبیٔ کریم (ﷺ) نے خود استعمال فرمایا، یا جس کی حضور (ﷺ) نے اجازت دی، جو طرز و طریقہ آپ (ﷺ) نے بتلایا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کا عنوان

لباس کے سلسلہ میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان قائم کیا تھا سفید کپڑے کا مستحب اور پسندیدہ ہونا۔ ویسے تو ہر رنگ کا کپڑا پہن سکتے ہیں اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی مختلف رنگ کے کپڑے بوقتِ ضرورت یا موقع بموقع استعمال فرمائے ہیں، لیکن سفید کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پسند فرمایا اور اکثر و بیشتر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لباس سفید ہی ہوا کرتا تھا۔ اس لئے فرمایا "احمر" یعنی ایسا سرخ لباس جو دوسرے رنگ کی ملاوٹ والا ہو، سبز، پیلا، کالا؛ یہ سب رنگ کے لباس پہننا بھی جائز ہے۔ اسی طرح "قطن" یعنی سوتی لباس، کتان، بال اور اون کا لباس پہننا بھی جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مختلف طریقے کے لباس (جیسے آج کل کی نئی ایجادات کی وجہ سے جو کپڑے بنائے جاتے ہیں جیسے نائلون، ٹیف لون اور مختلف معدنیات سے جو چیزیں بنتی ہیں) استعمال کرنا جائز ہے، سوائے ریشم کے۔ اور ریشم کے متعلق بھی جیسا کہ اوپر میں نے بتایا کہ اصلی ریشم حرام ہے، لیکن بناوٹی ریشم جس کو آرٹ سلک کہا جاتا ہے وہ جائز ہے، لیکن اس سے بھی بچنا اچھا ہے۔

پسندیدہ رنگ کون سا؟

حدیث ۷۷۹:-

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما أنَّ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: اَلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ. (رواه أبو داود والترمذی، وقال: حديث حسن صحيح)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:—حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اپنے کپڑوں میں سفید لباس پہنو، اس لئے کہ یہ اچھا لباس ہے۔ اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے مردوں کو بھی کفن دو۔

حدیث ۷۸۰:-

وعن سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ **قَالَ: قَالَ رسول الله (ﷺ): اِلْبَسُوا الْبَيَاضَ؛ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ.** (رواه النسائي والحاكم، وقال: حديث صحيح)

ترجمہ:—حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: سفید لباس پہنو، اس لئے کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔

لیکن تو چیزے دیگری

حدیث ۷۸۱:-

وعن البراءِ رضی اللہ عنہ **قَالَ: كَانَ رسول الله (ﷺ) مَرْبُوعاً، وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ شَيْئاً قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ.** (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:—حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) میانہ قد تھے (نہ لانبے تھے اور نہ پستہ قد تھے، لیکن درمیانی قد کے ہونے کے باوجود آپ (ﷺ) کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جب آپ مجمع میں چلتے تھے تو آپ اونچے نظر آتے تھے، یہ حضور اکرم (ﷺ) کا معجزہ تھا) اور ایک مرتبہ میں نے آپ (ﷺ) کو سرخ جوڑے میں دیکھا تو آپ سے زیادہ حسین کسی اور کو نہیں پایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آفاقہا گردیدہ ام ، مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری

افادات:- گویا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سفید لباس کی تاکید فرمارہے ہیں ،اس لئے یہ رنگ مستحب، اچھا اور پسندیدہ ہے،اس کو عام حالات میں آدمی اختیار کرے، اور سفر یا کسی دوسری ضرورت کی وجہ سے رنگین لباس استعمال کرتاہے تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ بھی ثابت ہے۔یا بلاضرورت بھی رنگین لباس استعمال کرتاہے تو جائزہے، ممنوع نہیں ہے۔اور کفن بھی سفید ہو تو اچھاہے،ویسے رنگین کفن بھی دیا جاسکتاہے۔البتہ وہ رنگ جو عورتوں کے ساتھ مخصوص سمجھے جاتے ہیں ان کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، جیسے آج کل پرنٹنگ ہوتی ہے تو بعض پرنٹ ایسی ہوتی ہے جو عورتوں ہی کے لئے مخصوص ہوتی ہیں ،تو ایسی مخصوص پرنٹ کا لباس بھی اگر مرد استعمال کرے تو اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

اور تیسری روایت میں سرخ سے مراد علماء اور شرّاح نے لکھاہے کہ خالص سرخ نہیں تھا، بلکہ اس زمانہ میں یمن سے جو چادریں آتی تھیں اس کے اوپر سرخ رنگ کی دھاریاں ہوا کرتی تھیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلی مجلس میں ایک نیا عنوان "کتاب اللباس" شروع کیا تھا، اس سلسلہ میں جو اصولی اور بنیادی ہدایات تھیں وہ آپ کے سامنے پیش کی جاچکی ہیں، اسی کے متعلق روایات کو پیش کیا جارہا ہے۔

حضور اکرم (ﷺ) کا سرخ جوڑا پہننا

حدیث ۷۸۲:-

وعن أَبي جُحَيفَةَ وَهْب بن عبد الله رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأيتُ النبيَّ (ﷺ) بِمكَّةَ وَهُوَ بالأَبْطَحِ في قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَاءَ مِنْ أدمٍ، فَخَرَجَ بِلالٌ بِوَضُوئِهِ، فَمِنْ نَاضِحٍ وَنَائِلٍ، فَخَرَجَ النبيُّ (ﷺ) وعليه حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، فَتَوَضّأَ وَأَذَّنَ بِلالٌ، فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هاهُنَا وَهَاهُنَا، يقول يَميناً وشِمالاً: حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ، حَيَّ عَلَى الفَلاَحِ، ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ لا يُمْنَعُ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

(العنَزَة) بفتح النون: نحو العُكَازَة.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم (ﷺ) کو مکہ مکرمہ، بطحاء میں دیکھا کہ آپ چمڑے کے بنے ہوئے سرخ خیمے میں قیام پذیر تھے (یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ جب نماز کا وقت ہوا) تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ وضو کا پانی لے کر آئے، آپ (ﷺ) نے وضو فرمایا، کچھ لوگ جن کو وہ پانی ہاتھ لگ گیا، انہوں نے اس کو اپنے بدن پر مَل لیا، اور جن کو ہاتھ نہیں لگا انہوں نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان کے بدن کو ہاتھ لگا کر اپنے بدن پر مَلا۔(اس لیے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) وضو فرماتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس پانی کو لے کر بطورِ برکت اپنے جسم پر مل لیا کرتے تھے۔) پھر (جب نماز کا وقت آیا تو) نبی کریم (ﷺ) اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور آپ کے جسم پر سرخ جوڑا تھا (اور آپ (ﷺ) کی لنگی اتنی اونچی تھی کہ) میں نبی کریم (ﷺ) کی پنڈلی کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا (اس سے لباس کے دوسرے ادب کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے جیسا کہ آگے صراحتاً آئے گا کہ لنگی وغیرہ میں نبیٔ کریم (ﷺ) کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ آپ آدھی پنڈلی تک پہنا کرتے تھے، اور آپ نے اس کی تاکید بھی فرمائی) پھر نبی کریم (ﷺ) نے وضو فرمایا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، اور میں حضرت بلال کے منھ کو اِدھر اُدھر گھومتا ہوا دیکھ رہا تھا، یعنی حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت دائیں طرف چہرہ پھیر رہے تھے، اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف پھیر رہے تھے، اس کے بعد ایک چھوٹا سا نیزہ (جو آدمی کی کمر تک آجائے) نبی کریم (ﷺ) کے سامنے سترہ کے لئے گاڑا گیا (یہ بھی نماز کے آداب میں سے ہے کہ کوئی آدمی کھلی جگہ نماز ادا کر رہا ہو اور سامنے سے لوگوں کے گزرنے کا امکان ہو تو اس صورت میں اپنے سامنے کوئی لکڑی یا اور کوئی چیز گاڑ دے جو سترہ کا کام دے) چناں چہ نبیٔ کریم (ﷺ) آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، اور آپ کے سامنے (سُترہ کے آگے) سے کتا اور گدھا گزر رہا تھا لیکن ان کو گزرنے سے روکا نہیں جا رہا تھا۔

افادات:- چنانچہ حدیبیہ والے قصہ میں بھی مذکور ہے کہ حضرت ابو مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، وہ جب نبیٔ کریم (ﷺ) کے پاس مشرکین کی طرف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے گفتگو کرنے کے لئے آئے، پھر واپس جاکر انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ محبت والا جو تعلق دیکھا تھا اس کا تذکرہ کیا،اس میں یہ بھی بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ جب حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) وضو کرتے ہیں تو آپ کے اعضاءِ مبارکہ سے گرنے والے پانی کو لینے کے لیے صحابہ آپس میں لڑتے ہیں ،جن کے ہاتھ لگ گیا وہ اپنے بدن پر مَلتا ہے،اور جن کے ہاتھ نہیں لگا وہ اس سے لینے کی کوشش کرتا ہے۔اس روایت میں بھی اسی بات کو بتلایا گیا ہے۔

بس! یہاں تو یہ روایت اسی چیز کو بتلانے کے لئے لائے ہیں کہ عنوان میں یہ بھی تھا کہ مختلف رنگ کا لباس آدمی استعمال کر سکتا ہے۔اور پچھلی مجلس میں بھی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کے تحت بتلادیا تھا کہ جو سرخ جوڑے کا تذکرہ ہے تو وہ خالص سرخ رنگ کا نہیں تھا بلکہ اس زمانہ میں یمن سے ایسی چادریں بن کر آیا کرتی تھیں جن میں سرخ رنگ کی دھاریاں ہوا کرتی تھیں ،باقی سفید کپڑا ہوتا تھا،اسی ملے جلے رنگ کے کپڑے سے آپ کے لئے جوڑا تیار کیا گیا تھا۔جیسے آج کل بھی رومال آتے ہیں جن میں سفید اور سرخ رنگ ملا جلا ہوتا ہے لیکن اس کو سرخ رومال ہی کہا جاتا ہے۔مسئلہ بتلا چکا ہوں کہ احناف کے نزدیک مردوں کے لئے خالص سرخ رنگ کا لباس مکروہ ہے۔ہاں !اگر دوسرے رنگ کی ملاوٹ ہے جیسا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جوڑا تھا تو اس میں کراہت نہیں۔

"اورآپ کے سامنے (سُتْرہ کے آگے) سے کتااور گدھا گزر رہا تھالیکن ان کو گزرنے سے روکا نہیں جارہا تھا۔" اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی اگر سترہ لگاکر نماز ادا کررہا ہو اور سترہ کے آگے سے گزرنے والے گزریں تو کوئی حرج کی بات نہیں ، اس کی وجہ سے نہ تو نماز پر کوئی زد پڑتی ہے اور نہ گزرنے والے گنہ گار قرار دئے جاتے ہیں۔ سترہ لگانے کا مقصد ہی یہ ہے۔

یہاں تو اس روایت کو لانے سے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد نبیٔ کریم (ﷺ) کے لباس کے رنگ کو بتلانا ہے کہ آپ نے سرخ رنگ کی دھاری والا لباس زیب تن فرمایا ہے۔

حضور اکرم (ﷺ) کا سبز جوڑا پہننا

حدیث ۷۸۳:-

وعن أَبي رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّيْمِيِّ رضی اللہ عنہ **قَالَ: رأيتُ رسولَ الله (ﷺ) وعليه ثوبانِ أخْضَرَان**.(رواہ أبو داود والترمذی بإسناد صحیح)

ترجمہ:- حضرت ابو رِمْثَہ رفاعہ تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو ایسی حالت میں دیکھا کہ آپ کے جسم پر سبز رنگ کے دو کپڑے تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے سبز رنگ کا لباس بھی زیب تن فرمایا ہے۔ اور پہلے بتلا چکا ہوں کہ سفید کے علاوہ دوسرے رنگ کا لباس - بشرطیکہ وہ رنگ عورتوں کے ساتھ مخصوص نہ ہو - بھی پہن سکتے ہیں۔

حضور اکرم (ﷺ) کے عمامہ کا رنگ

حدیث ۷۸۴:-

وعن جابر رضی اللہ عنہ: أَنَّ رسول الله (ﷺ) دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاء. (رواه مسلم)

حدیث ۷۸۵:-

وعن أَبِي سعيد عمرو بن حُرَيْثٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رسول الله (ﷺ) وعليه عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ. (رواه مسلم)

وفي روايةٍ لَهُ: أَنَّ رسول الله (ﷺ) خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں ایسی حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

دوسری روایت حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی لائے ہیں جس میں یہ ہے کہ وہ منظر اس وقت بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے، گویا مَیں اس وقت حضور اکرم (ﷺ) کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ ہے اور اس کے دونوں کناروں کو نبی کریم (ﷺ) نے اپنے کندھوں کے درمیان ڈال رکھا ہے۔

افادات:– عمامہ جب باندھا جاتا ہے تو ایک کونہ شملہ والا ہوتا ہے اور دوسرا اوپر سے نکالا جاتا ہے۔ ان دونوں روایتوں سے آپ (ﷺ) کے عمامہ کے رنگ کا سیاہ ہونا معلوم ہوا۔ ویسے آپ ((ﷺ)) سے سفید، سیاہ اور سبز رنگ کا عمامہ ثابت ہے۔

حضور اکرم ((ﷺ)) کا کفن اور اس کا رنگ

حدیث ۷۸۶:–

وعن عائشة رضى الله عنها قالت : كُفِّنَ رسول الله (ﷺ) فی ثلاثةِ أثْوَاب بيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

((السَّحُولِيَّة)) بفتح السين وضمها وضم الحاء المهملتين : ثيابٌ تُنْسَبُ إِلَى سَحُول : قَرْيَة باليَمنِ ((وَالكُرْسُف)): القُطْنُ.

ترجمہ:– حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا جو مقام سحول کے سوتی کپڑے تھے، جن میں نہ قمیص تھا اور نہ عمامہ تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- "سَحُوْل" کی وضاحت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمائی ہے کہ یمن میں ایک آبادی کا نام ہے جہاں کا سوتی کپڑا اس زمانہ میں لوگوں میں مشہور تھا اور لوگ اس کو استعمال کیا کرتے تھے۔ اور سفید کپڑوں ہی میں کفن دینا سنت ہے، اس روایت سے آپ (ﷺ) کے کفن کا سفید ہونا بتلانا مقصود ہے۔

حضور اکرم (ﷺ) کا (Printed) منقش چادر استعمال کرنا

حدیث ۷۸۷:-

وعنها، قالت: خرج رسول الله (ﷺ) ذات غَدَاةٍ، وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مرَحَّلٌ مِنْ شَعرٍ أَسْوَد. رواه مسلم.

((المِرْط)) بكسر الميم: وَهُوَ كساءٌ وَ((المُرَحَّلُ)) بالحاء المهملة: هُوَ الَّذِي فِيهِ صورةُ رحال الإبل، وهِيَ الأَكْوَارُ.

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیِ کریم (ﷺ) ایک روز صبح کے وقت باہر تشریف لائے ایسی حالت میں کہ آپ کے جسم مبارک کے اوپر کالے بالوں سے بنی ہوئی ایسی چادر تھی جس کے اوپر اونٹ کے کجاوے کے نقش بنے ہوئے تھے۔

افادات:- معلوم ہوا کہ کپڑوں کے اوپر کسی غیر ذی روح یعنی غیر جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہو، جیسے چاند، تارے وغیرہ؛ تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اونی لباس

حدیث ۷۸۸:-

وعن المغيرة بن شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) ذات لَيْلَةٍ في مسير، فَقَالَ لي: ((أَمَعَكَ مَاءٌ؟)) قلتُ: نَعَمْ، فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الإِدَاوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لأَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: ((دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ)) وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. (متفقٌ عَلَيْهِ)

وفي رواية: وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ.

وفي رواية: أَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ.

ترجمہ:- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک سفر میں رات کے وقت مَیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھا (علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے دوسری روایت کا حوالہ دیا کہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ مَیں نے کہا: جی ہاں! ۔ چناں چہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی سواری سے اترے اور چل کر اتنی دور پہنچے کہ رات کی اندھیری میں نگاہوں سے اوجھل ہوگئے (اس سے معلوم ہوا کہ آدمی قضائے حاجت کے لئے ایسی جگہ جائے کہ لوگوں کی نظروں میں نہ آئے) جب واپس تشریف لائے تو مَیں نے (آپ کو وضو کرانے کے لئے) برتن میں سے پانی ڈالنا شروع کیا، آپ نے اپنا چہرۂ مبارک دھویا (اور ہاتھ دھونے کا وقت آیا تو چوں کہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اون کا جبہ پہنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوئے تھے (جس کی آستین تنگ ہونے کی وجہ سے اوپر چڑھ نہ سکیں اور) آپ (ﷺ) اپنی دونوں کلائیاں کھول نہ سکے تو آپ (ﷺ) نے دونوں ہاتھ اپنے جبہ کے نیچے سے نکال کر دھوئے، پھر سر کا مسح فرمایا (جب پاؤں دھونے کا وقت آیا تو) مَیں نے ہاتھ بڑھائے تاکہ آپ (ﷺ) کے پیر سے چمڑے کے موزے نکالوں (اور آپ (ﷺ) پیر دھو سکیں) تو حضور (ﷺ) نے فرمایا: ان کو چھوڑدو (موزے نہ نکالو) اس لئے کہ مَیں نے یہ دونوں پاؤں پاک ہونے کی حالت میں موزوں کے اندر ڈالے تھے (اس سے معلوم ہوا کہ موزے باوضو ہونے کی حالت میں پہنے ہوں تب ہی ان پر مسح کیا جاسکتاہے، ورنہ نہیں) اور پھر آپ (ﷺ) نے ان موزوں پر ہی مسح فرمالیا

ایک روایت میں ہے کہ آپ(ﷺ) تنگ آستین والا شامی جبہ زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔

افادات:- اس روایت کو لا کر دو چیزیں بتلانا چاہتے ہیں ،ایک تو یہ کہ آپ (ﷺ) کا جبہ اون کا بنا ہوا تھا۔باب کے عنوان میں تھا کہ لباس سوتی ہو، یا اونی، یا بالوں کا بنا ہوا؛ سب پہن سکتے ہیں۔ تو یہ جبہ اون کا بنا ہوا تھا۔اور دوسری بات یہ کہ سفر کی ضرورت کی وجہ سے آپ (ﷺ) نے تنگ آستین والا جبہ زیب تن فرمایا تھا۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر کی ضرورتوں کے پیشِ نظر اپنی سہولت کے لیے اس کے مناسب رنگ یا بناوٹ کا کوئی لباس آدمی پہنے؛ تو اس کی اجازت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چمڑے کے موزوں پر مسح کا مسئلہ

اگر کوئی آدمی چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہو اور موزوں پر مسح کرنے کے لئے جو شرطیں ضروری ہیں ان کی رعایت کی گئی ہو، یعنی وہ موزے اُس نوع کے ہوں ، اور پورا وضو کرکے پاکی کی حالت میں پہنے ہوں اور اس کے بعد وضو ٹوٹا ہو، تو جب دوبارہ وضو کرنے لگے، اس وقت پاؤں دھونے کے بجائے چمڑے کے موزوں پر صرف مسح کرلینا کافی ہے۔

خلاصۂ باب

پورے باب میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ دو چیزیں بتلانا چاہتے تھے۔ایک تو لباس کا رنگ کیسا ہو؟ تو بتلایا کہ ہر رنگ کا لباس آدمی استعمال کرسکتا ہے، ہاں ! سفید لباس مستحب اور پسندیدہ ہے، اور اس سلسلہ میں شروع میں روایتیں بھی پیش کیں۔

دوسرا یہ کہ ریشم کو چھوڑ کر باقی ہر لباس ؛ چاہے سوتی ہو، اونی ہو، ٹاٹ کا بنا ہوا ہو بال کا بنا ہوا ہو، یا آج کل کے مصنوعی لباس ہوں ؛ سب ہی استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَاب اِسْتِحْبَابِ الْقَمِيْص

کرتہ کا استعمال پسندیدہ ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جسم ڈھانپنے کی دو شکلیں

جسم کو ڈھانپنے کی دو شکلیں ہیں اور اُس زمانہ میں دونوں طریقے رائج تھے، بعض لوگ کھلا جوڑا پہنتے تھے یعنی جسم کا نچلا حصہ چھپانے کے لئے ایک چادر لنگی کے طور پر استعمال کی جاتی تھی جو سلی ہوئی نہیں ہوتی تھی، جیسی احرام کی چادر ہوتی ہے۔ اور اوپر والا حصہ ڈھانپنے کے لئے بھی ایسی ہی ایک چادر الگ سے ہوتی تھی جس سے جسم کا اوپر والا حصہ ڈھانپا جاتا تھا۔ اوپر والے حصے کو ڈھانپنے کے لئے جو کپڑا استعمال کیا جاتا تھا؛ اس کو عربی میں ”ردآء“ کہتے ہیں، اور نچلا حصہ ڈھانپنے کے لئے جو کپڑا استعمال کیا جاتا تھا؛ اس کو ”ازار“ کہتے ہیں۔ ان دونوں کی بناوٹ اور ساخت میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا استعمال کے فرق کی وجہ سے نام میں فرق ہو گیا ہے۔ تو لباس کے استعمال کا ایک طریقہ کھلے ہوئے لباس کا تھا، جیسے: احرام میں ہوا کرتا ہے، اور حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس طرح کا لباس استعمال فرماتے تھے۔

دوسرا طریقہ یہ بھی تھا کہ اوپر والا حصہ ڈھانپنے کے لئے سلا ہوا لباس استعمال کرتے تھے، جیسے: کرتہ۔ اور نچلا حصہ ڈھانپنے کے لئے بھی سلا ہوا لباس استعمال کرتے تھے؛ جس کو ہم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"پائجامہ" کہتے ہیں۔ حضورِ اکرم (ﷺ) نے جسمِ اطہر کے اوپر والے حصہ کو ڈھانپنے کے لئے تو سلا ہوا لباس یعنی کرتہ استعمال کیا ہے، جس کو عربی میں "قمیص" کہتے ہیں، اور یہ روایتوں سے ثابت ہے

قمیص سے کیا مراد ہے؟

اردو یا گجراتی زبان میں لفظ "قمیص" بولتے ہیں اس سے مراد ایک مخصوص طرز کا بنا ہوا لباس ہوتا ہے جو آدھی کمر تک سلا ہوا ہوتا ہے (جس کو شرٹ کہا جاتا ہے) عربی کے لفظ "قمیص" سے وہ مراد نہیں ہے، حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصطلاحات اور زبان کے بدلنے کی وجہ سے الفاظ کے معانی میں فرق پڑ جاتا ہے ایک لفظ "قمیص" عربی میں بولا جاتا ہے، اس سے ایک مخصوص لباس مراد ہوتا ہے جو آدھی پنڈلیوں تک ہوتا ہے، اور پورے جسم کو ڈھانپ لیتا ہے، جیسے: عربی کرتہ ہوتا ہے۔ اور ایک لفظ "قمیص" ہمارے یہاں اردو میں بولتے ہیں، وہ ایک مخصوص طرز کا لباس ہے جو ہمارے یہاں بنتا اور استعمال ہوتا ہے (جس کو شرٹ کہا جاتا ہے)

جیسے: لفظ "جیب" ہے۔ عربی زبان میں بھی لفظ "جیب" بولا جاتا ہے، جس کا معنٰی گریبان ہوتا ہے، یعنی سلے ہوئے لباس میں سر ڈالنے کے لئے سینے کے پاس جو کھلا ہوا اور کٹا ہوا حصہ رکھا جاتا ہے، اس کو عربی میں "جیب" کہتے ہیں، اور ہماری اردو میں جیب (کیسہ) "ખિસ્સું" کو کہتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یا جیسے علامہ انورشاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ ’’خُفّ‘‘ موزہ ہے۔اُس زمانہ میں جب ’’خُفّ‘‘ بولا جاتا تھا تو اس وقت نائلون کے موزے تو تھے بھی نہیں ،اور نہ اس کا تصور تھا تو ’’خُفّ‘‘ بول کر چمڑے کا بنا ہوا موزہ مراد لیا جاتا تھا۔ اور اب ’’خُفّ‘‘ بول کر ’’جُرّاب‘‘ مراد لیا جاتا ہے۔تو یہاں بھی ’’قمیص‘‘ سے کرتہ مراد ہے،اور اس کا مستحب ہونا بتلاتے ہیں۔

کرتہ زیادہ پسندیدہ ہے

دراصل بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ جسم کا اوپر والا حصہ ڈھانپنے کے لئے دو طریقے ہیں ،ایک تو یہ کہ آپ کھلی ہوئی چادر استعمال کرتے ہوئے اوپر والے حصے کو ڈھانپ لیں اور نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ ثابت ہے۔دوسری شکل یہ ہے اس مقصد کے لئے مخصوص طرز سے بنا ہوا کپڑا استعمال کریں؛ جس کو کرتہ کہا جاتا ہے۔اس باب میں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کھلی ہوئی چادر کے مقابلہ میں کرتہ استعمال کرنا زیادہ پسندیدہ ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں آدمی آزاد رہتا ہے،یعنی اوپر والے حصہ کو چھپانے کے لئے اگر چادر جسم پر ڈالیں گے تو اس کو سنبھالنے کی آپ کو فکر کرتے رہنا پڑے گی،جبکہ سلا ہوا کپڑا ایک مرتبہ پہننے کے بعد آپ کو سنبھالنے کی ضرورت نہیں ،بلکہ اس کی طرف سے آپ بے فکر ہو جایئے،یعنی آدمی ’’Free‘‘ اور آزاد ہو جاتا ہے۔ایک بڑا فائدہ یہ ہے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ اس میں چادر کے مقابلہ میں زینت بھی زیادہ ہے، اور ستر کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کھلنے کا بھی اندیشہ نہیں رہتا۔اس لئے ان وجوہات کے پیشِ نظر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کرتہ کو چادر کے مقابلہ میں زیادہ پسند فرماتے تھے۔چناں چہ روایت پیش کرتے ہیں ۔

کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پائجامہ پہننا ثابت ہے؟

حدیث ۷۸۹:-

عن أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنھا قالت: کَانَ أَحَبُّ الثِّیَابِ إِلَی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الْقَمِیص .(رواہ أبو داود والترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ:- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ کرتہ تھا (انہی وجوہات کی بناء پر جو اوپر بتلائیں)

افادات:- اب رہا پائجامہ کا مسئلہ !تو روایتوں سے اتنی بات تو ثابت ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بازار تشریف لے گئے،پائجامہ پسند فرمایا اور خریدا، لیکن نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پہنا بھی ہے یا نہیں؟ تو یہ چیز اہلِ سیر (سوانح نگاران)کے درمیان مختلف فیہ ہے۔بعض حضرات فرماتے ہیں کہ خریدا اسی لئے تھا کہ پہنیں تو پہنا بھی ہے۔بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پہننے کی الگ سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔بہر حال !یہ دونوں باتیں کہی گئی ہیں ، لیکن پسند فرمانا محقق ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَاب صفة طُوُل القَمِيُص وَالُكُمِّ وَالْإِزَارِ وَطَرُفِ الْعِمَامَةِ وتحريُمِ إِسْبَالِ شيءٍ من ذٰلك علىٰ سبيُلِ الْخُيَلآءِ، وكراهته مِنُ غيُرِ خُيَلآءِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لباس کی لمبائی کتنی ہو؟

اس باب میں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ:-

①:- کرتہ ، آستین ، لنگی اور ازار کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے؟

②:- عمامہ کا کنارہ کہاں تک لٹکا سکتے ہیں ؟ کیا اتنا لمبا بھی رکھ سکتے ہیں کہ پیچھے سے زمین پر گھسٹتا رہے؟ جس کو "شملہ بقدرِ علم" کہا جاتا ہے۔پہلے کسی زمانہ میں یہ بھی ایک فیشن چلا تھا کہ شملہ اتنا لمبا رکھتے تھے کہ وہ زمین پر گھسٹتا تھا،حالاں کہ یہ مکروہ ہے۔

③:- اوران میں سے کسی بھی چیز کو بطورِ تکبر اتنا لٹکانا کہ ٹخنوں سے نیچے یا ٹخنوں تک پہنچ جائے؛تو یہ حرام ہے۔

④:- اور اگر بغیر تکبر کے ہو تو مکروہ ہے۔

لباس کے اصول میں ایک اصول یہ ہے کہ ایسا لباس جو ٹخنوں کو ڈھانپنے والا یا ٹخنوں سے نیچے جانے والا ہو؛اس کا استعمال مردوں کے لئے جائز نہیں ہے،عورتوں کو تو ستر ڈھانپنے کی وجہ سے پہننا ہی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ٹخنے ڈھپ جانے والا مسئلہ صرف پائجامہ اور لنگی سے متعلق نہیں ہے ، اس باب کے عنوان میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بتلادیا کہ اس لمبائی میں سب چیزیں آجاتی ہیں صرف پائجامہ لنگی اورپتلون ہی نہیں ،کرتہ بھی اگراتنالمباہے جس سے آپ کے ٹخنے ڈھپ جاتے ہیں ،اور ٹخنوں سے نیچے تک چلاجاتاہے،تویہ جائزنہیں ہے،یہ بھی حرام والے حکم میں داخل ہے۔

عربی کرتہ کے شوقین متوجہ ہوں

ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ شوق میں عربی کرتہ استعمال کرتے ہیں جو اتنا لمبا ہوتاہے کہ ٹخنےڈھپ جاتے ہیں ،اوران کا خیال یہ ہوتا کہ ٹخنےڈھپنے والا حکم صرف پائجامہ ،لنگی اورپتلون کےبارے میں ہے؛یہ خیال درست نہیں ہے۔کرتہ بھی اگر اتنالمباہوجس سے ٹخنے ڈھپ جائیں؛تو یہ درست نہیں ہے۔اگرکسی نے عرب میں ایسا دیکھاہوتویہ غلط رواج ہے،وہ لوگ اس کوفیشن کے طورپر لمبارکھ کر ہاتھ میں لے کر چلتے ہیں۔پچھلی مجلس میں بتلاچکاہوں کہ زمانۂ جاہلیت میں اتنی لمبی چادر رکھتے تھے کہ چلتے وقت گھسٹتی تھی،اورزمین پراس کے نشان پڑتےتھے۔دیوان حماسہ میں قیس کے شعر کا ایک مصرع ہے:

إِذَا مَا اصْطَبَحْتُ أَرْبَعاً خَطَّ مِئْزَرِی

میں نے آج صبح کے وقت چارگلاس شراب کے چڑھائےاورپھراس شان سے باہر نکلاکہ میرے پائجامہ کے زمین کے اوپر نشان پڑرہےتھے۔مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اس کوفخرکی چیز

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سمجھتے تھے۔ آج کل بعض عرب بھی ایسا کرتے ہیں ، یہ جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ عمامہ کا شملہ بھی کسی نے اتنا لمبا رکھا ہو کہ وہ ٹخنوں تک پہنچ جائے تو یہ بھی ممنوع ہے۔

اگر ٹخنے ڈھانکنا تکبر سے نہ ہو تو؟

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات یہ کہی ہے: ”وتحريم إسبال شيء من ذلك على سبيل الخيلاء ،وكراهته من غير خيلاء“ ٹخنوں کو ڈھانپنے کے سلسلہ میں جو روایتیں آ رہی ہیں ان میں سے بہت ساری روایتیں وہ ہیں جن میں یہ لفظ آتا ہے کہ جو آدمی اپنی لنگی یا پائجامہ کو ڈھیلا چھوڑ دے، جس کی وجہ سے ”بطورِ تکبر“ ٹخنے ڈھپ جائیں تو اس کے لئے یہ وعید ہے کہ اس کا وہ حصہ جہنم میں ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ اس قید کی وجہ سے بہت سارے علماء اس طرف گئے ہیں کہ اگر تکبر کے طور پر کوئی بھی لباس ایسا رکھتا ہے جو ٹخنے کے نیچے تک چلا جائے جس کی وجہ ٹخنے ڈھپ جائیں ؛تو یہ حرام ہے۔ اور تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے۔

لیکن محققین اس طرف گئے ہیں کہ چاہے تکبر ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں مکروہِ تحریمی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہی ہے، اور ہمارے اکابر بھی اسی کے قائل ہیں ۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ ساری روایتیں محدثین لباس کے باب میں لاتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور تکبر خود اپنی جگہ پر بہت بڑا گناہ اور حرام ہے،، چاہے پائجامہ ڈھیلا اور نیچا رکھے یا نہ رکھے۔ اگر کوئی آدمی پائجامہ اونچا رکھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تب بھی گناہ ہے۔ معلوم ہوا کہ پائجامہ کا نیچا رکھنا مستقل ایک گناہ ہے اس لئے محققین کہتے ہیں کہ پائجامہ نیچا رکھنا دونوں صورتوں میں حرام ہے، البتہ اتنی بات ہے کہ تکبر کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو اس کی شدت اور حرمت کا پاور بڑھ جائے گا، اور اگر تکبر نہیں ہے تو اس کی شدت کم ہوگی۔ ہاں ! اگر بلا ارادہ، بے خبری میں آدمی کا پائجامہ ڈھیلا ہو کر ٹخنوں تک پہنچ جائے؛ تو اس کو حرام نہیں کہیں گے۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”فیض الباری“ کے حاشیہ میں، اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے ”تکملہ فتح الملہم“ میں لکھا ہے کہ: یہاں صاحبِ شریعت نے لباس کو ٹخنوں کے نیچے لے جانے ہی کو تکبر کی علامت قرار دیا ہے، جیسے شریعت نے سفر کے اندر قصر کی اجازت دی ہے، یا رمضان میں سفر کرے تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے کہ بعد میں اس کی قضاء کرلے؛ تو وہاں خود سفر ہی کو مشقت کی علامت قرار دے دیا گیا۔ آدمی کا سفر میں نکلنا یہ خود ایک مشقت کی چیز ہے، چاہے ایرکنڈیشنڈ گاڑی (راجدھانی اور شتابدی) میں سفر کرے، یا ہوائی جہاز میں سفر کرے۔ اس لئے کہ جو لوگ سفر کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ راجدھانی میں سفر کریں یا ہوائی جہاز میں، وہ مشقت سے خالی نہیں ہوتا، جو لوگ سفر نہیں کرتے ان کو اس کا اندازہ نہیں۔ تو سفر خود مشقت کی علامت ہے، اسی طرح

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آدمی کا اپنے لباس کو اس طرح پہننا کہ ٹخنے ڈھپ جائیں ،یہی کبر کی علامت سمجھی جائے گی؛ اس لئے یہ ممنوع ہے۔ہاں اگر غیر اختیاری طور پر کسی سے ایسا ہو گیا تو اس کو معذور سمجھا جائے گا۔

حضور اکرم (ﷺ) کی آستین کی لمبائی

حدیث ۷۹۰:-

عن أسماءَ بنتِ يزيد الأنصاريَّةِ رضی اللہ عنہا قالت: كَانَ كُمُّ قَمِيص رسولِ الله (ﷺ) إِلَى الرُّسْغِ. (رواه أبو داود والترمذي، وقال: ((حديث حسن))

ترجمہ:- حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبیٔ کریم (ﷺ) کے کرتہ کی آستین گٹّوں تک ہوتی تھی۔

افادات:- کرتہ کی آستین گٹّوں تک رکھنی چاہئے، اگر اس سے چھوٹی ہو گی تو مرد کے لئے تو جائز ہے، لیکن عورتیں اس سے چھوٹی نہیں رکھ سکتیں ، اس لئے کہ ان کا ستر کھل جائے گا، جیسا کہ پہلے بتلا چکا ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نظرِ رحمت سے محروم

حدیث ۷۹۱:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنَّ النبيَّ (ﷺ) قالَ: مَنْ جرَّ ثَوْبَهُ خُيلاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ القِيامَةِ. فقَالَ أَبُو بكر: يَا رسول الله، إنَّ إزاري يَسْتَرْخِي إلاَّ أَنْ أَتَعَاهَدَهُ. فَقَالَ لَهُ رسول الله (ﷺ): إنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلاءَ. (رواه البخاري وروى مسلم بعضه)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے اپنا لباس تکبر کی وجہ سے ڈھیلا رکھا (جس سے ٹخنے ڈھپ گئے) تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میری لنگی بہت ڈھیلی رہتی ہے مگر یہ کہ میں اس کا بہت دھیان رکھوں (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جسم کی ساخت ایسی تھی کہ اگر دھیان نہ رکھا جائے تو لنگی ڈھیلی ہو کر نیچے اتر جایا کرتی تھی اور اس کی وجہ سے کبھی ٹخنہ ڈھپ جاتا تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی یہ معذوری بیان کی) تو حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں نہیں ہو جو یہ کام تکبر کی وجہ سے کرتے ہیں۔

حدیث ۷۹۲:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ أَنَّ رسول الله (ﷺ) قَالَ: لا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ القِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إزاره بَطَراً. (متفقٌ عَلَيْهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھیں گے جس نے تکبر کی وجہ سے اپنی لنگی کو ڈھیلا چھوڑا (یعنی اتنا کہ ٹخنے ڈھپ گئے)

افادات:۔ انہیں روایتوں کی وجہ سے بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں کہ تکبر کی وجہ سے نہ ہو؛ تو مکروہِ تنزیہی ہے۔ لیکن محققین کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی لنگی بے خبری میں بلا قصد نیچے اتر جاتی تھی، وہ اپنے ارادہ سے اس کو ڈھیلا نہیں چھوڑتے تھے۔ اور میں بتلا چکا ہوں کہ بے خبری میں اگر ایسا ہو گیا ہو، تو عدمِ جواز کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور وہاں تکبر کی بھی بات نہیں پائی جا سکتی، تکبر کا سوال تو وہیں پیدا ہو گا جہاں آدمی جان بوجھ کر ٹخنے چھپائے۔

وہ... جہنم میں ہے

حدیث ۷۹۳:۔

وعنه عن النبيِّ (ﷺ) قَالَ: مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الإِزَارِ فَفِي النَّارِ. (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: لنگی، پائجامہ یا لباس کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو؛ وہ جہنم میں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- مطلب یہ ہے کہ وہ عضو جہنم میں جائے گا،اور ایسا تو ہوگا نہیں کہ اتنا عضو کاٹ کر صرف اسی کو جہنم میں بھیجا جائے،بلکہ اس کی وجہ سے صاحبِ عضو بھی جہنم میں جائے گا اور عذاب بھگتے گا۔

بعضوں نے کہا: مقصود یہ ہے کہ وہ لباس بھی ساتھ جہنم میں بھیجا جائے گا کہ تمہارا یہ لباس جسے تم تکبر سے ٹخنوں کے نیچے لٹکا کر استعمال کرتے تھے، اور اس کو اپنے لئے خوبی کی چیز سمجھتے تھے؛لو! آج یہی لباس تم کو جہنم میں لے گیا اور خود بھی جہنم میں پہنچا اس طرح گویا مزید اس کو رسوا کرنا مقصود ہوگا۔ جیسے کوئی ایسی چیز جس کی وجہ سے اس کی ہلاکت ہوئی ہو،ساتھ میں اس چیز کو رکھا جاتا ہے،مثلاً کفار جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں قیامت کے روز ان کفار سے کہا جائے گا:﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ تم اور اللہ کے سوا جو تمہارے معبود تھے وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔یعنی ان بتوں کو بھی جہنم میں ڈالا جائے گا،حالاں کہ بت تو پتھر یا لکڑی کے ہیں اور بظاہر ان کا کوئی قصور نہیں ہے لیکن ان کو اس لئے جہنم میں ڈالا جائے گا تاکہ ان کفار کو مزید حسرت ہو کہ؛ جن کی ہم عبادت کرتے تھے وہ خود ہی اپنے آپ کو جہنم میں جانے سے نہیں بچاسکے،تو ہمیں کیا بچائیں گے؟

ناکام و نامراد لوگ

حدیث ۷۹۴:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن أبي ذر رضی اللہ عنہ عن النبيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: ثلاثةٌ لايُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيهِمْ، وَلاَ يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. قَالَ: فقَرأها رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) ثلاثَ مِرار، قَالَ أَبُو ذرٍّ: خَابُوا وَخَسِرُوا! مَنْ هُمْ يَارسول الله؟ قَالَ: المُسْبِلُ، وَالمَنَّانُ، وَالمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالحَلِفِ الكَاذِبِ. (رواہ مسلم)

وفي رواية لَهُ: المُسْبِلُ إِزَارَهُ.

ترجمہ:— حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے روزاللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کریں گے، ان کی طرف نظرِرحمت سے نہیں دیکھیں گے، اوران کو گناہوں سے پاک نہیں کریں گے (یعنی معاف نہیں کریں گے) اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ لوگ تو بڑے خسارے اورگھاٹے میں ہیں؛ کون ہیں یہ؟ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: لباس کو ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا۔ احسان کرکے جتلانے والا۔ اور تیسرا وہ آدمی جو اپنے سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعہ چلائے اوربیچے۔

حدیث ۷۹۵:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: الإِسْبَالُ في الإِزار، وَالقَمِيصِ، وَالعِمَامَةِ، مَنْ جَرَّ شَيْئاً خُيَلاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ القِيَامَةِ. (رواہ أبو داود والنسائي بإسناد صحيح)

ترجمہ:— حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی لنگی، پائجامہ، کرتہ اور عمامہ کو تکبر سے لٹکائے گا؛ اللہ تعالیٰ قیامت کے روزاس کی طرف نظرِرحمت سے نہیں دیکھیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طعن و تشنیع سے نہ ڈریں

افادات:-غور کرو کہ پہلا گناہ کتنا بڑا ہے! بہت سے لوگ محض فیشن کے نام پر ٹخنوں سے نیچا لباس پہنتے ہیں ، ان کو اگر سمجھایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ مولوی صاحب! کیا کریں ؛ ہمیں اسی سوسائٹی میں رہنا ہے، اگر اونچا پہنتے ہیں تو لوگ ہمیں شرمندگی میں ڈالتے ہیں ، طعن و تشنیع کرتے ہیں ، عار دلاتے ہیں۔ ارے بھائی! اگر آپ شریعت پر عمل کریں گے تو طعن و تشنیع تو ہوگی ہی۔ حضراتِ انبیاء کرام پر بھی طعن و تشنیع کی گئی، اور ان کے جو حقیقی متبعین اور پیروکار تھے ان پر بھی طعن و تشنیع کی گئی۔ اگر آپ شریعت پر عمل کریں گے تو آپ پر بھی طعن و تشنیع کرنے والے کریں گے، آپ کب تک ایسی باتوں کا خیال کرتے رہیں گے؟ اسی سوسائٹی اور تہذیب کے نام سے اگر فیشن کو اختیار کریں گے تو کل قیامت میں جب عذاب ہوگا تو سوسائٹی کے وہ لوگ بچانے کے لیے آنے والے نہیں ہیں ؛ اس لیے ایسوں کی باتوں پر دھیان و توجہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور لوگوں کا یہ بھی عجیب مزاج بنتا جا رہا ہے کہ اگر کوئی آدمی شریعت پر چلنے کا اہتمام اور شریعت کے احکام کی پابندی کرتا ہے، تو لوگ اس کو کوئی ایسا لقب دیتے ہیں کہ جس سے اس کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں ، جیسے: کوئی آدمی ملازمت میں نہ رشوت لیتا ہے، نہ غلط کاموں میں حصہ لیتا ہے، تو اس کی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ: دیکھو! پاگل معلوم ہوتا ہے، اس بیسویں صدی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں اس طرح تو کہیں زندہ رہا جاتا ہے؟ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جب لوگ اس طرح پاگل کہیں تو اس پر خوش ہونا چاہیے کہ یہ تو ہمارے اس امتحان میں کامیاب ہونے کی علامت ہے؛ نہ کہ برا ماننے کی چیز ہے۔

فیشن؛ ذہنیت کو مرعوب کرنے کا طریقہ

اور فیشن کا بھی عجیب جنون ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، پھٹا ہوا پائجامہ ہوتا ہے، اس میں الگ الگ رنگ کے پیوند لگے ہوئے ہیں، اور ڈورے لٹک رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا کہ پاگل ہوں۔ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں ایک طالب علم کو دیکھا کہ ایسا ہی پائجامہ پہن کر آیا تھا، تو میں نے اس کو بلایا اور کہا: بیٹا! یہ کیا پہن رکھا ہے؟ جاؤ! بدل کر آؤ۔ فیشن کے نام پر ان سے جو چاہو کام کروالو؛ وہ خوشی خوشی کرلیں گے۔ اور فیشن کیا ہے؟ فلموں میں کام کرنے والے اور کھیلوں کے اندر آگے رہنے والے اور اس قسم کے جو لوگ ہوتے ہیں ان کو پیسے دے کر لوگوں کی ذہنیت کو مرعوب کیا جاتا ہے، اور دنیا کے بڑے بڑے سرمایہ دار مختلف طریقوں سے لوگوں کے پیسوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اس طرح کی ساری شکلیں اختیار کرتے ہیں کہ دیکھو! فلاں نے بھی اپنے لئے اس چیز کو تجویز کیا ہے، پھر لوگ بھی انہیں کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہر وقت گناہ جاری رہتا ہے

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا ایک رسالہ ہے ”ڈاڑھی کا وجوب“ اس میں ایک بات ارشاد فرمائی ہے کہ بعض گناہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جس وقت آدمی وہ گناہ کررہا ہوتا ہے اسی وقت اس میں مبتلا ہوتا ہے، جیسے آدمی زنا کرتا ہے تو جب تک زنا کررہا ہے وہاں تک اس میں مبتلا ہے، اب اس زنا کا گناہ اس کے نامۂ اعمال میں رہے گا، لیکن زنا کے ختم ہوجانے کے بعد وہ زنا میں مبتلا نہیں ہے۔ اسی طرح شراب پینے والا ہے ،جب تک اس کے ہاتھ میں شراب کا گلاس ہے اور شراب منھ میں ڈال رہا ہے، وہاں تک گناہ میں مبتلا ہے، اب اس کا گناہ اس کے نامۂ اعمال میں ہے، لیکن پی چکنے کے بعد وہ اس گناہ میں مبتلا نہیں ہے۔ اور بعض گناہ ایسے ہیں کہ جو چوبیس گھنٹے برابر جاری رہتے ہیں ، جیسے: ڈاڑھی کا مونڈنا۔ اگر ڈاڑھی مونڈی ہے، تو ڈاڑھی کا مونڈا ہوا ہونا؛ یہ مستقل الگ گناہ ہے، اگر وہ سورہا ہے تب بھی گناہ میں ہے، نماز میں ہے تب بھی گناہ میں ہے۔ تو یہ گناہ ایسا ہے جو ہر وقت برابر چل رہا ہے۔ ٹخنوں سے نیچے جو لباس ہوتا ہے اس کا بھی یہی حال ہے کہ اس کا گناہ بھی ہر وقت چل رہا ہے۔ اگر وہ ٹخنوں سے نیچے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا ہے؛ تب بھی ایک حرام کام میں مبتلا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لینے کے دینے

"وَالْمَنَّان" دوسرا آدمی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ قیامت کے روزبات نہیں کریں گے اور جس کی طرف نظرِرحمت سے نہیں دیکھیں گے اور جس کے گناہ معاف کرکے پاک صاف نہیں کریں گے؛ وہ احسان کرکے جتلانے والاہے۔آج کل اس کا عام رواج ہوگیاہے۔صلہ رحمی کابیان آیاتھاوہاں بھی بتلایاتھاکہ رشتہ داروں کے ساتھ کچھ سلوک کرتےہیں اور ان کی طرف سےذراسی کوئی بات پیش آئی توجو احسان کیاہوگا وہ زبان سے فوراً نکال دیتے ہیں ﴿لَاتُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى﴾جوآدمی احسان کرکے جتلادیتاہے اس کاثواب بھی گیااور اوپر سے مصیبت سرپڑی۔

تیسراآدمی

"وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ"جواپنے سامان کوجھوٹی قسم کے ذریعہ چلارہاہواور بیچ رہاہومثلاً:یہ سامان تو ایسا عمدہ ہے اور فلاں جگہ کابناہواہے ،اورایک آدمی اس کو پانچ سومیں مانگ رہاتھا وغیرہ وغیرہ؛اس کے لیے بھی اوپروالی وعیدہے۔تویہ تین بڑے خطرناک گناہ ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

توحید تو یہ ہے ...

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شب براءت میں جن لوگوں کو معاف نہیں کرتے ان میں ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے والا بھی ہے (شعب الایمان) اس لئے دیکھنے میں یہ معمولی چیز معلوم ہوتی ہے لیکن کتنا بڑا گناہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اتنا سخت ناراض ہوتے ہیں ، اگر ذرا سا لباس اوپر پہن لیں گے تو اس سے آپ کے ایٹی کیٹ کے اوپر کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے اور آپ کی تہذیب پر بھی کوئی آنچ نہیں آئے گی، بلکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے، اور ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اپنے آپ کو بچا لے جائے گا۔ بس یہی بہت بڑی بات ہے:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالَم سے خفا میرے لئے ہے

لوگ چاہے کچھ بھی کہتے رہیں ، لیکن اللہ تعالیٰ کی خاطر آدمی اپنی ہیئت درست بنا لے تو اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے ۔ اور اصل خوشی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ دنیا میں لوگ خوش بھی ہو جائیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بتلایا تھا کہ پائجامہ لنگی وغیرہ جس سے ٹخنے ڈھپ جائیں اس کو پہننے کی اجازت نہیں ہے۔ آدھی پنڈلی تک رکھنا مستحب اور پسندیدہ ہے۔

معاشرت کی اہم نصیحتیں

حدیث ۷۹۶:-

وعن أَبِي جُرَيٍّ جابر بن سُلَيم رضی اللہ عنہ قَالَ:رَأَيتُ رَجُلاً يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ، لا يَقُولُ شَيْئاً إلاَّ صَدَرُوا عَنْهُ، قُلْتُ:مَنْ هَذَا؟ قالوا:رسولُ الله (ﷺ). قُلْتُ:عَلَيْكَ السَّلامُ يَارسول الله-مرّتين-قَالَ: (لاَتَقُلْ:عَلَيْكَ السَّلامُ،عَلَيْكَ السَّلامُ تَحِيَّةُ المَوْتَى، قُلْ: السَّلامُ عَلَيْكَ) قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ رسول اللهِ؟ قَالَ: (أنَارسول الله الَّذِي إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ،وَإِذَا أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ،فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَهَا لَكَ، وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ أَوْ فَلاَةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ، فَدَعَوْتَهُ رَدَّهَا عَلَيْكَ) قَالَ: قُلْتُ: اعْهَدْ إِلَيَّ. قَالَ: (لاَتَسُبَّنَّ أحداً) قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرّاً،وَلاَ عَبْداً،وَلاَ بَعِيراً،وَلاَ شَاةً.(ولاَ تَحْقِرَنَّ مِنَ المَعْرُوفِ شَيْئاً، وأَنْ تُكَلِّمَ أخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيهِ وَجْهُكَ، إنَّ ذَلِكَ مِنَ المَعْرُوفِ،وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ،فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الكَعْبَينِ،وَإيَّاكَ وَإسْبَالَ الإزَارِ فَإنَّهَا مِنَ المَخِيلَةِ.وَإنَّ اللهَ لاَ يُحِبُّ المَخِيلَةَ؛وَإنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيكَ فَلاَ تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعلَمُ فِيهِ،فَإِنَّمَا وَبَالُ ذَلِكَ عَلَيْهِ.

(رواہ أبو داود والترمذی بإسناد صحیح،وقال الترمذی:حدیث حسن صحیح)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت جابر بن سُلَیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ ان کی باتوں کو قبول کرتے ہیں، وہ جو کہتے ہیں لوگ اس کو عملی جامہ پہناتے ہیں، وہ جو کہہ دیتے ہیں لوگ اس کو اختیار کرلیتے ہیں۔ مَیں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتلایا: یہ اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں۔ مَیں نے ملاقات کی اور دو مرتبہ کہا: "علیک السلام یارسول اللہ" حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا: "علیک السلام" مت کہو، یہ مُردوں کا سلام ہے (اس زمانہ میں شعراء اپنے اشعار اور قصیدوں میں جب مردوں کے لیے سلام کا صیغہ استعمال کرتے تھے تو اسی طرح کہا کرتے تھے کہ "علیک" کو مقدم کرتے تھے، اس لیے حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ) "السلام علیک" کہو۔ خیر! اس کے بعد انہوں نے کہا: کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ نبیٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا: میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب تم کو کوئی تکلیف پہنچے اور تم اس کو پکارو تو اللہ تعالیٰ تمہاری اس تکلیف کو دور کردے۔ اگر تم کو قحط سالی پیش آئے اور تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو وہ تمہارے لیے کھیتی اور غلہ اُگائے۔ اور جب تم کسی صحراء اور (ریگستان) میں ہو، اور تمہاری سواری کا جانور گم ہوجائے اور تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اللہ تعالیٰ اس کو لوٹادے۔ مَیں نے نبیٔ کریم (ﷺ) سے کہا: آپ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ۱کسی کو گالی مت دینا، برا بھلا مت کہنا، کسی کو برے الفاظ سے مخاطب مت کرنا۔ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے اس نصیحت فرمانے کے بعد میں نے کبھی کسی کو برا بھلا نہیں کہا، نہ کسی آزاد کو، نہ کسی غلام کو، نہ اونٹ کو، نہ بکری کو۔ (پھر آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا) ۲ نیکی کے کسی بھی کام کو معمولی مت سمجھنا، ۳ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ایسی حالت میں بات کرو کہ تمہارا چہرہ کھلا ہوا ہو، مسکراتے اور ہنستے چہرہ سے بات کرنا: یہ بھی نیکی کا کام ہے (اس سے سامنے والے کا جی خوش ہوجاتا ہے اور ہمارا کچھ خرچ نہیں ہوتا) ۴ اپنی لنگی کو آدھی پنڈلی تک اونچا رکھو۔ اگر آدھی پنڈلی تک رکھنا نہیں چاہتے تو ٹخنوں سے اوپر اوپر تک رکھ سکتے ہو۔ اور لنگی یا پائجامہ کو ٹخنوں سے نیچے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیجانے سے بچو، **اس لیے کہ یہ تکبر کی بات ہے**، اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتے۔ ۵ اگر کوئی آدمی تمہیں گالی دے، یا عار دلائے کسی ایسی بات پر جو تمہارے اندر موجود ہے، تو اب آپ کسی ایسے عیب کی وجہ سے جو اُس میں ہے؛ اُسے شرم مت دلاؤ، اس لیے کہ اس نے جو حرکت کی ہے اس کا گناہ اور وبال اُس پر ہے۔

تو گفتار؛ وہ کردار

افادات:- یہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی امتیازی صفت تھی کہ اگر وہ نبیٔ کریم (ﷺ) سے درخواست کرتے کہ آپ ہمیں کوئی نصیحت فرمایئے، یا نبیٔ کریم (ﷺ) ازخود کسی بات پر ان کو تنبیہ فرماتے، تو بس! نبیٔ کریم (ﷺ) کا ایک مرتبہ ارشاد فرمادینا ان کی زندگی بھر کے لیے کافی ہو جاتا تھا۔ یہاں دیکھو! انہوں نے نبیٔ کریم (ﷺ) سے نصیحت کی درخواست کی اور نبیٔ کریم (ﷺ) نے جواب میں فرمایا: کسی کو گالی مت دینا تو اس کو انہوں نے ایسا پلّے باندھ لیا کہ انسان تو انسان؛ جانور تک کو کبھی گالی نہیں دی۔ بقول اقبال:

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار؛ وہ کردار، تو ثابت؛ وہ سیّارا

نیکی کے کسی بھی کام کو معمولی مت سمجھنا

”نیکی کے کسی بھی کام کو معمولی مت سمجھنا۔“ عام طور پر آدمی سوچتا ہے کہ یہ تو چھوٹا سا کام ہے، اور اس کو عملی جامہ نہیں پہناتا۔ گویا اس کام کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے تو نبی کریم (ﷺ) نے ہمیں تعلیم دی کہ نیکی کا کام تو کرنا ہی ہے، چاہے وہ چھوٹا ہو، یا بڑا؛ اس لیے کہ پتہ نہیں کونسی نیکی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو کر ہمارے لیے نجات کا ذریعہ بن جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقولہ ہے: نیکی کے کام کو چھوٹا سمجھ کر چھوڑو مت، اور گناہ کے کام کو چھوٹا سمجھ کر کرو مت؛ پتہ نہیں کونسی نیکی ہمارے لیے نجات کا ذریعہ بن جائے اور پتہ نہیں کونسا گناہ ہلاکت کا سبب بن جائے۔

پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہی تکبر کی علامت ہے

یہاں تو یہ روایت اسی مقصد کے لیے لائے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ان صحابی کو جو نصیحتیں فرمائیں ان میں یہ بھی تاکید فرمائی کہ لنگی آدھی پنڈلی تک رکھو۔ اور اگر آدھی پنڈلی تک رکھنا نہیں چاہتے تو ٹخنوں سے اوپر اوپر تک رکھ سکتے ہو، ٹخنے ڈھکنے نہیں چاہئیں لیکن پسندیدہ بات یہ ہے کہ آدھی پنڈلی تک ہو، نبی کریم (ﷺ) کا طریقہ یہی تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"اور لنگی یا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تک لے جانے سے بچو،اس لیے کہ یہ تکبر کی بات ہے، اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتے" دیکھو!اس روایت میں پائجامہ کو ٹخنوں سے نیچے لے جانے ہی کو تکبر کی علامت قرار دیا گیا ہے۔اور گزشتہ درس میں مَیں نے بتلایا تھا کہ علماءِ محققین کا رجحان اسی طرف ہے کہ: کوئی آدمی لنگی،پائجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے پہنتا ہے،تو یہ ہر حال میں مکروہِ تحریمی ہے ، چاہے تکبر سے ہو یا تکبر کے بغیر ہو؛ اس لیے کہ ٹخنوں سے نیچے پہننے ہی کو علامتِ کبر قرار دیا گیا ہے۔

تم ایسا مت کرو

نبی کریم (ﷺ) نے ایک اور نصیحت فرمائی کہ اگر کوئی آدمی تمھیں گالی دے ، یا کسی ایسی بات پر عار دلائے جو تمھارے اندر موجود ہے یعنی تمھارا کوئی عیب لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے تمھیں شرم دلائی،تو اب آپ اس کے کسی ایسے عیب کی وجہ سے جو جانتے ہیں کہ اُس میں ہے؛ اُس کو شرم مت دلایئے۔ہماری عادت تو یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی ہماری کسی کمزوری کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے ہمیں شرمندہ کرنا چاہے تو ہم فوراً اس کی کسی بات کو ظاہر کر کے کہتے ہیں کہ تو بھی تو ایسا ہے۔نبی کریم (ﷺ) نے نصیحت فرمائی کہ اگر کوئی تمھارے ساتھ ایسا کرے تو اگر تم اس کے کسی عیب سے واقف ہو، تو اس کو عار مت دلاؤ؛اس لیے کہ اس نے یہ جو حرکت کی ہے اس کا گناہ اس پر ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے

حدیث ۷۹۷:-

وعن أَبي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ: بينما رَجُلٌ يُصَلّي مسبلٌ إِزَارَهُ، قَالَ لَهُ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): ((اذْهَبْ فتَوَضَّأْ)) فَذَهَبَ فَتَوَضّأَ، ثُمَّ جاءَ، فَقَالَ: ((اذْهَبْ فَتَوَضّأْ)) فَقَالَ لَهُ رجُلٌ: يَارسولَ اللهِ! مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضّأَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ، وَإِنَّ اللهَ لاَ يَقْبَلُ صَلاَةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ.

(رواه أَبُو داود بإسناد صحيح عَلَى شرط مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی ایسی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی لنگی، یا پاجامہ ٹخنو ں سے نیچے لٹک رہا تھا، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سے فرمایا: جاؤ! وضو کر کے آؤ۔ وہ گیا، وضو کر کے آیا، تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوبارہ فرمایا: جاؤ! وضو کر کے آؤ۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ آپ نے اس کو وضو لوٹانے کی تاکید فرمائی، پھر خاموش ہوگئے؟ (یعنی وضو لوٹانے کے بعد نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا) تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: یہ آدمی ٹخنوں سے نیچے لنگی رکھ کر نماز پڑھ رہا تھا اور ایسے آدمی کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے۔

افادات:- نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وضو لوٹانے کی تاکید اس لیے فرمائی تھی تاکہ اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کوئی ایسی بات کہتے جایئے !

حدیث ۷۹۸:-

وعن قيس بن بشر التَّغْلِبِيّ، قَالَ: أَخْبَرَنِى أَبِي - وكان جَلِيساً لأَبِي الدرداء - قَالَ: كَانَ بِدِمَشْق رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) يقال لَهُ سهل بن الْحَنْظَلِيَّةِ وَكَانَ رَجُلاً مُتَوَحِّداً قَلَّمَا يُجَالِسُ النَّاسَ، إِنَّمَا هُوَ صَلاةٌ، فإذا فَرَغَ فَإنَّمَا هُوَ تَسْبِيحٌ وَتَكْبِيرٌ حَتَّى يَأْتِي أَهْلَهُ.

فَمَرَّ بنا وَنَحْنُ عِنْدَ أَبِي الدَّرداء، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدرداءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ. قَالَ: بَعَثَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَجَلَسَ فِى الْمَجْلِسِ الَّذِى يَجْلِسُ فِيهِ رَسُولُ الله (صلی اللہ علیہ وسلم)، فَقَالَ لِرَجُلٍ إِلَى جَنْبِهِ: لَوْ رَأَيْتَنَا حِينَ التَقَيْنَا نَحْنُ وَالعَدُوُّ، فَحَمَلَ فُلانٌ وَطَعَنَ، فَقَالَ: خُذْهَا مِنِّي، وَأَنَا الْغُلَامُ الغِفَارِيُّ، كَيْفَ تَرَى فِى قَوْلِهِ؟ قَالَ: مَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ بَطَلَ أَجْرُهُ. فَسَمِعَ بِذلِكَ آخَرُ، فَقَالَ: مَا أَرَى بِذلِكَ بَأْساً، فَتَنَازَعَا حَتَّى سَمِعَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم)، فَقَالَ: ((سُبْحَانَ الله؟ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤجَرَ وَيُحْمَدَ)) فَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذلِكَ، وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَيْهِ، وَيَقُولُ: أَأَنْتَ سَمِعْتَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ الله (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ فيقول: نَعَمْ، فما زال يُعِيدُ عَلَيْهِ حَتَّى إِنِّى لأَقُولُ لَيَبْرُكَنَّ عَلَى رُكْبَتَيْهِ.

قَالَ: فَمَرَّ بِنَا يَوْماً آخَرَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ قَالَ لنا رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): الْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ، كَالبَاسِطِ يَدَهُ بِالصَّدَقَةِ لَا يَقْبِضُهَا.

ثُمَّ مَرَّ بِنَا يوماً آخَرَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيمٌ الأَسَدِيُّ! لولا طُولُ جُمَّتِهِ وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ! فَبَلَغَ ذَلِكَ خُرَيْماً فَعَجَّلَ، فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ، وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْماً آخَرَ فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاء : كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلاَ تَضُرُّكَ، قَالَ : سَمِعْتُ رسول الله (ﷺ) يقول: إِنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ، وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ حَتَّى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ؛ فَإِنَّ اللهَ لاَ يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلاَ التَّفَحُّش. (رواه أبو داود بإسنادٍ حسنٍ، إلاَّ قيس بن بشر فاختلفوا في توثيقه وتضعيفه. وَقَدْ روى لَهُ مسلم)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت قیس بن بشر تغلبی کہتے ہیں کہ ان کے والد حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ دمشق میں نبیِ کریم (ﷺ) کے ایک صحابی حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ رہا کرتے تھے جو تنہائی پسند آدمی تھے،ان کو لوگوں سے ملنا جلنا زیادہ پسند نہیں تھا(نماز پڑھنے کے لیے مسجد آتے تھے)جب نماز سے فارغ ہوجاتے تو تسبیح و تکبیر میں مشغول ہوجاتے، یہاں تک کہ فارغ ہوکر گھر چلے جاتے۔لوگوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے نہیں تھے۔

ایک روز ہم حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کوئی ایسی بات کہتے جایئے جس میں ہمارا فائدہ ہو،اورآپ کا نقصان نہ ہو (جب حضرت ابوالدرداء جیسے صحابی نے یہ درخواست کی)تو فوراً انہوں نے فرمایا:ایک مرتبہ نبیِ کریم (ﷺ) نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر کی ایک ٹکڑی بھیجی، جب وہ لوگ اپنی اس مہم کو سر کرکے واپس آئے تو اس لشکر کا ایک آدمی اس مجلس میں آکر بیٹھا جس میں نبیِ کریم (ﷺ) بھی تشریف فرماتھے، اوراپنے پاس بیٹھنے والے ایک آدمی سے اس نے کہا: جب ہمارا مقابلہ دشمن کے ساتھ ہوااس وقت اگر تم ہمیں دیکھتے تو ہمارے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لشکر کی ٹکڑی میں سے فلاں آدمی نے دشمن پر حملہ کرتے ہوئے اور نیزہ چلاتے ہوئے یوں کہا کہ لو! میری طرف سے یہ وار قبول کرو، مَیں قبیلۂ غِفَار کا بہادر نوجوان ہوں۔

(مطلب یہ ہے کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت اپنی بہادری کے اظہار کے لیے اس نے یہ جملہ کہا۔ویسے تو کوئی ایسی بات اپنی زبان سے کہنا جس میں اپنی بڑائی ظاہر ہوتی ہو،شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی،لیکن بعض مواقع میں کسی مصلحت کے پیشِ نظر اگر ضرورت ہو تو اس کی گنجائش دی گئی ہے،مثلاً دشمن کے مقابلہ میں دشمن کو زیر کرنے کے لیے اور ان کے اوپر اپنا رعب ڈالنے کے لیے ایسا کہنا کہ: آجاؤ! میرے مقابلہ میں ، کون ہے جو میرا مقابلہ کرے گا؟ تو ایسا کہنے کی اجازت ہے۔

جنگِ اُحد کے موقعہ پر نبیٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا: یہ تلوار اس کا حق ادا کرنے کی شرط پر میرے پاس سے کون لے گا؟ایک صحابی حضرت ابودُجانہ سماک بن خَرَشَہ رضی اللہ عنہ نے مانگی اور وہاں سے بڑے اِتراتے ہوئے اپنی بہادری کا تذکرہ کرتے ہوئے نکلے، جب نبیٔ کریم (ﷺ) نے ان کو اس طرح اکڑ کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ویسے تو یہ چال اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے، مگر لڑائی کے میدان میں دشمن پر اپنا رعب ڈالنے کے واسطے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ،کتب خانہ مظہری،جلد ۲،ص:۱۹۳۔بحوالہ البدایہ والنہایۃ))

اس کا یہ جملہ نقل کرنے کے بعد وہ پوچھتا ہے کہ: اس کا یہ جملہ تمہارے نزدیک کیا حیثیت رکھتا ہے؟اس کو ایسا کہنا چاہیے تھا؟یہ اچھی بات ہوئی یا بری بات ہوئی؟اس نے کہا: مَیں تو یوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سمجھتا ہوں کہ اس کا ثواب اوراجر ضائع ہو گیا(یعنی اس نے اپنے کارنامہ کے لیے اپنی بڑائی کے الفاظ استعمال کیے، گویا اس نے یہ کام دکھلاوے کے واسطے کیا، اس لیے اس کا ثواب ختم ہو گیا۔ اس آدمی نے اپنا تبصرہ اور ”Review“ پیش کیا)ایک اورآدمی بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا، اس نے جب یہ بات سنی تو کہا: میرے نزدیک تو ایسا کہنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں ایسا کہنے کی اجازت ہے۔ ان دونوں میں بحث شروع ہو گئی، یہاں تک کہ ان دونوں کی آواز نبی کریم (ﷺ) کے گوش مبارک میں پڑی، تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: سبحان اللہ؟(یہ جملہ تعجب کے موقع پر کہا جاتا ہے، یعنی یہ بھی کوئی آپس میں لڑنے جھگڑنے کی چیز ہے؟)اس میں کیا حرج کی بات ہے کہ اپنی بہادری کی تعریف بھی کی جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر بھی ملے(مطلب یہ ہے کہ جب دشمن کے مقابلہ میں اس نے یہ جملہ کہا تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں تھی۔)

(بشر تغلبی کہتے ہیں کہ جب حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم (ﷺ) کی یہ بات نقل فرمائی)تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو مَیں نے دیکھا کہ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور اپنا سر اونچا کرتے ہوئے کہا: کیا تم نے خود حضور اکرم (ﷺ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں ! حضور اکرم (ﷺ) کو یہ فرماتے ہوئے میں نے خود سنا ہے۔ اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ باربار یہ کہتے ہوئے کہ ”جی ہاں ! میں نے خود سنا ہے“ حضرت ابوالدرداء

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رضی اللہ عنہ کے اتنے قریب آگئے کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ کہیں حضرت سہل رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے گھٹنوں پر بیٹھ نہ جائیں۔

بشر تغلبی کہتے ہیں کہ پھر کسی اور دن حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کوئی بات کہتے جایئے جس سے ہمارا کچھ فائدہ ہو اور آپ کا کوئی نقصان نہ ہو۔ اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم سے نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: آدمی اپنے (اس) گھوڑے پر (جس کو جہاد میں شریک ہونے کے لیے پال رکھا ہے) جو کچھ خرچ کرتا ہے، وہ ایسا ہے جیسے کسی نے صدقہ کرنے کے لیے اپنے ہاتھ کھول دیئے ہوں اور مسلسل صدقہ کئے جارہا ہو (اُس کو جیسا ثواب ملتا ہے اِس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے۔)

خُرَیم اَسدی اچھے آدمی ہیں اگر...

(بشر تغلبی کہتے ہیں کہ) پھر کسی اور دن حضرت سہل رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی مجلس کے پاس سے گزر رہے تھے تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کوئی بات کہتے جایئے جس سے ہمیں فائدہ پہنچے اور آپ کا کوئی نقصان نہ ہو۔ اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک روز نبی کریم (ﷺ) نے اپنی مجلس میں فرمایا: حضرت خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ بڑے اچھے آدمی ہیں اگر ان کے بال زیادہ لمبے نہ ہوتے اور ان کی لنگی ٹخنوں سے نیچے نہ ہوتی۔ نبی کریم (ﷺ) کا یہ جملہ حضرت خریم رضی اللہ عنہ کو پہنچا اور نبی کریم (ﷺ) کی منشاء معلوم ہوئی تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فوراًاس پر عمل کرلیا کہ چاقولیااوراپنے بالوں کوکاٹ دیایہاں تک کہ کانوں کی لَو تک کرلیے، اوراپنی لنگی آدھی پنڈلی تک اونچی کرلی۔(یہاں اس روایت کو اسی بات کو بتلانے کے لیے پیش کیاہے)

اللہ تعالیٰ برائی کوپسند نہیں کرتے

(بشر تغلبی کہتے ہیں کہ)پھرکسی اوردن حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہمارےپاس سے گزررہے تھے توحضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے پھران سے کہا:کوئی بات کہتے جایئے جس سے ہمیں فائدہ پہنچے اورآپ کاکوئی نقصان نہ ہو۔انہوں نے کہا:میں نے نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کوفرماتے ہوئے سناکہ جب تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہوتو اپنے کجاووں اورسواریوں کوٹھیک کرلواوراپنے لباس بھی درست کرلو،یہاں تک کہ تمہاراحال ایساہوجائے جیسے جسم میں تِل کا ہوا کرتا ہے (کسی حسین چہرے پر تِل ہوتواس تِل کی وجہ سے چہرے کی خوبصورتی میں کمی نہیں آتی بلکہ اضافہ ہوجاتاہے)اس لیے کہ اللہ تعالیٰ برائی کوپسند نہیں کرتے۔

پائجامہ آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے

حدیث ۷۹۹:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن أَبِي سعيد الخدريِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رسولُ الله (ﷺ): إِزْرَةُ الْمُسْلِمِ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ، وَلاَ حَرَجَ -أَوْ لاَ جُنَاحَ- فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، فَمَا كَانَ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَمَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَراً لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ. (رواه أبو داود بإسنادٍ صحيحٍ)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: مؤمن کی لنگی (یا پائجامہ) آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے (یہ پسندیدہ صورت ہے) اور اگر اس سے نیچے ٹخنوں سے اوپر ہو تو اس میں بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اور جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ جہنم میں جائے گا، اور جس نے اپنی لنگی کو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکایا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔

عبد اللہ! اپنی لنگی اونچی کرو

حدیث ۸۰۰:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قَالَ: مررتُ عَلَى رسولِ الله (ﷺ) وفي إِزَارِي استرخاءٌ، فَقَالَ: يَا عَبدَ الله، ارْفَعْ إِزَارَكَ. فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ: زِدْ. فَزِدْتُ، فَمَا زِلْتُ أَتَحَرَّاهَا بَعْدُ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِلَى أَيْنَ؟ فَقَالَ: إِلَى أَنْصَافِ السَّاقَيْنِ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گزر نبیٔ کریم (ﷺ) کے پاس سے ہوا اور میری لنگی نیچی تھی، تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا: اے عبد اللہ! اپنی لنگی اونچی کرو۔ مَیں نے ذرا اونچی کرلی۔ پھر آپ (ﷺ) نے فرمایا: اور اونچی کرو۔ تو مَیں نے اور اونچی کرلی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

برابر اس کا خیال رکھتا ہوں۔ کسی نے پوچھا: لنگی کہاں تک ہونی چاہیے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدھی پنڈلی تک۔(یہی مستحب اور پسندیدہ ہے۔)

عورتیں کیا کریں؟

حدیث ۱۰۸:-

وعنه، قَالَ: قَالَ رسولُ الله (ﷺ): مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ القِيَامَةِ. فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُولِهِنَّ؟ قَالَ: يُرْخِينَ شِبْراً. قالت: إِذاً تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ. قَالَ: فَيُرخِينَهُ ذِرَاعاً لاَ يَزِدْنَ. (رواه أبو داود والترمذي، وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اپنا لباس (لنگی، پائجامہ، پتلون، کرتہ) تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچا رکھے گا، تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! عورتیں کیا کریں؟ (کیا وہ بھی اونچا رکھیں؟) تو نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: عورتیں (آدھی پنڈلی سے) ایک بالشت نیچا رکھیں۔ انہوں نے عرض کیا: آدھی پنڈلی سے ایک بالشت نیچا رکھنے میں تو پاؤں کھل جائیں گے۔ تو نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تو پھر ایک ہاتھ نیچا رکھیں، اس سے زیادہ نہیں۔

افادات:- یعنی اتنا نیچا نہیں کہ زمین کے ساتھ گھسٹنے لگے کہ اس صورت میں کپڑے ناپاک ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ہاں! پورا پاؤں ڈھپ جائے؛ یہ عورتوں کے لیے ضروری ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

إستحباب ترك الترفع في اللباس تواضعاً

تواضع وانکساری کے پیشِ نظر اونچے اور عمدہ لباس کا چھوڑ دینا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تواضع اورانکساری کے پیشِ نظر کسی آدمی کا اونچے اور عمدہ لباس کو چھوڑدینا، تاکہ طبیعت کے اندر بڑائی کا مادّہ پیدا نہ ہو۔

پہلے بتلادیا تھا کہ آدمی کو اپنی مالی حیثیت کے مطابق لباس استعمال کرنے کی اجازت ہے، بلکہ استعمال کرنا چاہیے۔لیکن اعلیٰ لباس پہننے کی صورت میں اگر یہ اندیشہ ہو کہ طبیعت کے اندر تکبر اور بڑائی پیدا ہوجائے گی، اس سے بچنے اور اپنی طبیعت میں تواضع وانکساری پیدا کرنے کے لیے اگر معمولی لباس پہنتا ہے ؛تو یہ پسندیدہ ہے۔

قیامت کے روز ایمان کا جوڑا ملے گا:

حدیث ۸۰۲:-

وعن معاذ بن أنسٍ رضی اللہ عنہ أنَّ رسول الله (ﷺ) قَالَ:مَنْ تَرَكَ اللِّبَاس تَوَاضُعاً لله، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، دَعَاهُ اللهُ يَومَ القِيَامَةِ عَلَى رُؤُوسِ الخَلائِقِ حَتَّى يُخيِّرَهُ مِنْ أيِّ حُلَلِ الإيمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا . (رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ:- حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی عمدہ لباس پہن سکتا تھا(لیکن) اللہ کے واسطے تواضع وانکساری اختیار کرتے ہوئے اس کو چھوڑدیا (اور معمولی لباس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اختیار کیا)تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو تمام لوگوں کے سامنے بلائیں گے، یہاں تک کہ اس کو اختیار دیں گے کہ ایمان کے جوڑوں میں سے جونسا پسند ہو پہن لو۔

افادات:- کیوں کہ اس نے اپنی حیثیت اونچی ہونے کے باوجود محض اللہ کے واسطے تواضع کے پیشِ نظر معمولی لباس اختیار کیا تھا۔ایک تو شکل یہ ہے کہ حیثیت ہے اور معمولی لباس بخل کی وجہ سے پہنتا ہے؛اس کی تو اجازت نہیں ہے۔پہلے بھی بتلاچکا ہوں کہ ایک آدمی کے جسم پر معمولی لباس دیکھ کر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا کہ تمہارے پاس مال ہے؟کہا: ہے۔پوچھا:کون سا ہے؟کہا:ہر طرح کا مال ہے۔تو فرمایا:پھر تو اس کا اثر تمہارے جسم پر نظر آنا چاہیے۔وہاں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ محسوس کیا تھا کہ اس آدمی نے عمدہ لباس پہننے کی قدرت ہونے کے باوجود معمولی لباس پر اکتفاء بخل کی وجہ سے کیا ہے،تو اس پر کیا ثواب ملے گا؟ہاں !اگر اللہ کے واسطے تواضع و انکساری کے پیشِ نظر ایسا کرتا ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی دینا ہے، تو پھر اس کے ساتھ انعام والا معاملہ کیا جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

إستحباب التوسّط فی اللّباس وَلَا یقتصر علیٰ مَا یزْری بِهٖ لِغَیْرِ حاجةٍ وَلَا مقصودٍ شرعی

لباس کے معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنا اور بغیر کسی حاجت اور بغیر کسی شرعی مقصد کے ایسا لباس نہیں پہننا چاہیے جو عیب کا ذریعہ ہو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لباس کے معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنا،نہ بہت اعلیٰ ہو،اورنہ بہت گھٹیا ہو؛بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق پہنے۔اوربغیر کسی حاجت اوربغیر کسی شرعی مقصد کے ایسا لباس نہیں پہننا چاہیے جو عیب کاذریعہ ہوکہ لوگ اس کی وجہ سے اس پر تنقید کریں۔

پہلے بھی بتلادیاتھاکہ اگراللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہوتوآدمی عمدہ لباس استعمال کرے۔نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)لباس کے معاملہ میں کوئی خاص اہتمام نہیں فرماتے تھے،جو میسر آگیاوہ پہن لیا کرتے تھے۔عمدہ لباس بھی پہناہے،ایک مرتبہ ایک جوڑا دوہزار دینار کی قیمت کازیب تن فرمایاہے،دینارسونے کاسکہ ہوتاہے،گویا آج کل کے حساب سے نوے کیلوسونے کی قیمت ہوتی ہے،اتنا قیمتی لباس پہننا بھی ثابت ہے۔

نعمت کا اثر بندہ پر دِکھنا چاہیے:

حدیث ۸۰۳:-

عن عمروبن شعیب عن أبیهِ عن جَدِّهٖ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) : إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلَى عَبْدِهٖ. (رواہ الترمذی،وقال:حدیث حسن)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے کے اوپر نظر آئے۔

افادات:- عمدہ لباس تکبر کی وجہ سے نہ پہنے، بلکہ اس نیت سے پہنے کہ اے اللہ! تو نے ایک نعمت دی ہے اس کی قدردانی کرتے ہوئے میں پہن رہا ہوں۔ اگر عمدہ لباس پہن کر یہ سمجھے گا کہ میں بڑا بن گیا، تو گناہ کی بات ہو جائے گی۔ اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جو دل سے تعلق رکھتی ہیں، اس لیے آدمی اپنے دل کو ٹٹول کر معلوم کر لے کہ جذبہ کیا ہے۔ جیسے: باپ اپنے بیٹے کو کھانے پینے میں ہر طرح کی وسعت دیتا ہو، اس کے باوجود بیٹا بھوکا رہتا ہو اور کمزور ہوتا جارہا ہو، تو باپ کو اس کی یہ بات اچھی نہیں لگتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم لباس الحریر عَلَی الرجال وتحریم جلوسهم عَلَيْهِ

ریشمی لباس کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے عورتوں کے لیے جائز ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو دنیا میں ریشم پہنے:

حدیث ۸۰۴:-

عن عمر بن الخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (ﷺ): لاَتَلْبَسُوا الحَرِيرَ؛ فَإِنَّ مَنْ لَبِسَهُ فِى الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِى الآخِرَةِ.(متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ریشم مت پہنو، جو آدمی دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔

حدیث ۸۰۵:-

وعنه قَالَ سَمِعْتُ رسولَ الله (ﷺ) يقول: إِنَّمَا يَلْبَسُ الحَرِيرَ مَنْ لاَ خَلاَقَ لَهُ. وفی رواية للبخاری: مَنْ لاَ خَلاَقَ لَهُ فِى الآخِرَةِ.

قَوْله: ((مَنْ لاَ خَلاقَ لَهُ)) أيْ: لاَ نَصِيبَ لَهُ.

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ریشم وہی مرد پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۸۰۶:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول اللہ (ﷺ): مَنْ لَبِسَ الحَرِيرَ فی الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فی الآخِرَةِ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا: دنیا میں جو آدمی ریشم پہنے گا، وہ آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔

افادات:- چوں کہ اس نے ریشم پہن کر ایک گناہ کا کام کیا، تو جب تک اس گناہ کی سزا نہ بھگت لے، جنت میں نہیں جائے گا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ جنت میں جاکر بھی اس کی طبیعت میں قدرتی طور اس کا تقاضہ ہی پیدا نہ ہو۔ اس لیے کہ جنت کے بارے میں آتا ہے: "وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ" جو جی چاہے گا وہاں وہ ملے گا، اس لیے ایسا نہیں ہوگا کہ جی چاہے اور نہ ملے

میری امت کے مردوں پر یہ دونوں حرام ہیں

حدیث ۸۰۷:-

وعن علی رضی اللہ عنہ قَالَ: رأيتُ رسولَ اللہ (ﷺ) أخَذَ حَرِيراً، فَجَعَلَهُ فی يَمِينِهِ، وَذَهَباً، فَجَعَلَهُ فی شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: إنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتی. (رواه أبو داود بإسنادٍ صحيحٍ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ نے ریشم کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیا، اور سونے کو بائیں ہاتھ میں پکڑا، پھر (دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام کردی ہیں۔

حدیث ۸۰۸:۔

وعن أَبِي موسى الأَشْعَرِی رضی اللہ عنہ أَنَّ رسول الله (ﷺ) قَالَ: حُرِّمَ لِبَاسُ الحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي، وَأُحِلَّ لِإِنَاثِهِمْ. (رواه الترمذی وقال حديث حسن صحيح)

ترجمہ:۔حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں کے لیے حرام کردیا گیا ہے، اور ان کی عورتوں کے لیے اجازت دی گئی ہے۔

حدیث ۸۰۹:۔

وعن حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: نَهَانَا النَّبِيُّ (ﷺ) أَنْ نَشْرَبَ فِی آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ، وأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا، وعَنْ لُبْسِ الحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ، وأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ. (رواه البخاری)

ترجمہ:۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ہمیں منع کیا کہ ہم سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں پئیں۔ اور ریشم و دیباج کو پہنیں اور اس پر بیٹھیں۔

افادات:۔ریشم اور سونے چاندی کے زیور عورتیں پہن سکتی ہیں، شریعت نے ان کی کمزوری پر رحم کیا کہ وہ صبر نہیں کرسکیں گی، اس لیے ان کو یہ دونوں استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جواز لبس الحریر لمن بِهِ حِكَّة

کسی عذر کی وجہ سے ریشم کا استعمال

جیسے کسی کو کھجلی ہوگئی،اب اگر وہ سوتی لباس استعمال کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کی تکلیف بڑھ جاتی ہے،تو اس کو ریشم استعمال کرنے کی اجازت ہے۔بعض صحابہ رضی اللہ عنہم غزوہ کے سفر میں تھے ،وہاں اور کوئی تدبیر ممکن نہیں تھی،اور کھجلی سے بچاؤ کے لیے سوائے ریشمی کپڑے کے اور کوئی لباس استعمال کرنا مفید نہیں تھا،تو ضرورت کی وجہ سے ضرورت کی حد تک اجازت دی گئی۔

حدیث ۱۰۸۱:-

عن أنسٍ رضی اللہ عنہ **قَالَ: رَخَّصَ رسولُ الله** (ﷺ) **لِلزُّبَيْرِ وعَبْدِ الرَّحمان بن عَوْفٍ** رضی اللہ عنہما **فی لُبْس الحَرِيرِ لِحِكَّةٍ كَانَتْ بِهِما.** (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت أنس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت زبیر اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو نبی کریم (ﷺ) نے خارش کی وجہ سے ریشمی لباس پہننے کی اجازت دی تھی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

النھی عن افتراش جلود النمور والرکوب عَلَيهَا

چیتے کی کھال بچھا کر بیٹھنے کی ممانعت

ایک اورباب قائم کیا ہے کہ چیتے کی کھال بچھا کر اس پر بیٹھنا، یا چیتے کی کھال کو گھوڑے کی زین پر رکھ کر اس پر سواری کرنے کی ممانعت۔

یہ دراصل متکبر لوگوں کا طریقہ اور شیوہ ہونے کی وجہ سے منع ہے، اس کے استعمال کی وجہ سے آدمی کے مزاج میں کبر پیدا ہوتا ہے، اس لیے نبی کریم (ﷺ) نے اس سے منع فرمایا ہے۔یہ حکم حرمت کا نہیں ہے بلکہ کراہت کا ہے، یعنی مناسب نہیں ہے۔

حدیث ۸۱۱:-

عن معاویة رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رسول اللہ (ﷺ) : لَاتَرْكَبُوا الخَزَّ، وَلَاالنِّمَارَ.

(حدیث حسن، رواہ أبو داود وغیرہ بإسناد حسن)

ترجمہ:- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ریشم بچھا کر اس پر سواری مت کرو، اور نہ چیتے کی کھال پر سواری کرو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۸۱۲:-

وعن أبي المليح، عن أبيه رضی اللہ عنہ أَنَّ رسول الله (ﷺ) نَهَى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ. (رواه أبو داود والترمذيؒ والنسائيؒ بأسانيد صحاح)

وفي رواية للترمذي: نَهَى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ أَنْ تُفْتَرَشَ.

ترجمہ:- ابو ملیح اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے درندوں کی کھالوں (کو بچھا کر اس) پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مَا يقول إذا لبس ثوباً جديداً أَوْ نعلاً أَوْ نحوه

نیا کپڑا، نیا جوتا، وغیرہ پہنتے وقت کیا دعا پڑھے؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نیا لباس پہننے کی دعا

لباس کے قبیل کی کوئی بھی نئی چیز پہنے، جیسے: نیا کرتہ، نیا پائجامہ، نئی صدری؛

تو اس وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے؟

حدیث ۸۱۳:-

عن أَبِي سعيد الخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رسول الله (صلى الله عليه وسلم) إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوباً سَمَّاهُ بِاسْمِهِ- عِمَامَةً، أَوْ قَميصاً، أَوْ رِدَاءً- يقولُ: اللَّهُمَّ لَكَ الحَمْدُ أنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، أسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ. (رواه أَبُو داود والترمذی، وقال: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تھے تو اس کا نام لیتے تھے، عمامہ ہوتا تو فرماتے عمامہ، کرتہ ہوتا تو فرماتے کرتہ، چادر ہوتی تو فرماتے چادر۔ اور پھر یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! تیری ہی تعریف ہے کہ تونے مجھے یہ لباس پہنایا، اے اللہ! اس لباس کے اندر جو بھلائی رکھی گئی ہے اور جن اچھے مقاصد کے لیے یہ لباس بنایا گیا ہے (یعنی ستر عورت، یا سردی و گرمی سے بچاؤ) اس کا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اور اے اللہ! اس لباس کی برائی اور جن برے مقاصد کے لیے یہ لباس استعمال کیا جاتا ہے، اس کی برائی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- مثلاً بعض لوگ لباس پہن کر فخر کرتے ہیں ،اِترا تے ہیں ،تو اے اللہ! اس لباس کو پہن کر اِترانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

ہر نئی چیز استعمال کرنے کی یہی دعا ہے

جب بھی کوئی نئی چیز آدمی کے ہاتھ میں آئے اور اس کا استعمال شروع کرے، اس موقعہ پر اس دعا کو پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ گویا اس طریقہ سے ہر کام میں بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم کرایا گیا ہے کہ کوئی نئی چیز آپ کے پاس آئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف بھی کیجئے کہ اس نے یہ نعمت آپ کو عطا فرمائی،اور ساتھ ہی ساتھ اس چیز کے اندر جو بھلائی رکھی گئی ہے اس کا سوال کیجئے اور جو برائی رکھی گئی ہے اس سے پناہ طلب کیجئے۔

جیسے: ہم نئی گاڑی لائے،تو ہمیں کبھی یاد نہیں رہتا کہ یہ دعا پڑھیں : اے اللہ! تو نے محض اپنے فضل سے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی ہے،اس کے اندر جو خیر و بھلائی ہے اس کا مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں ، اور اس میں جو شر و برائی ہے اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اگر ہم اس دعا کا اہتمام کریں گے تو ان شاء اللہ اس کے شر سے حفاظت ہو گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آداب النوم والاضطجاع

سونے اور لیٹنے کے آداب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نیا عنوان قائم کیا ہے جس میں لیٹنے اور سونے کے آداب بیان کرنا چاہتے ہیں۔

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات عین شفقت و محبت کا تقاضا

پہلے بھی بتلایا تھا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رویہ اور سلوک اپنی امت کے ساتھ وہی ہے جو باپ کا اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ماں باپ اپنی اولاد کو ہر چیز سکھاتے ہیں کہ بیٹا! کھانا اس طرح کھایا جاتا ہے ، بات اس طرح کی جاتی ہے ، لباس اس طرح پہنا جاتا ہے ،لوگوں کے ساتھ ملاقات اس طرح کی جاتی ہے،اور ان کے ساتھ اس انداز سے گفتگو کی جاتی ہے۔اگر ہم نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادات اور تعلیمات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ آدمی کی زندگی سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز ،کوئی حالت اور کوئی کیفیت حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسی نہیں چھوڑی جس کے متعلق اپنی امت کی رہنمائی نہ کی ہو،ہر چیز کا طریقہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتلادیا، جیسے: ایک شفیق باپ اپنی اولاد کو ہر چیز سکھاتا ہے۔یہی تو وہ چیز تھی جو غیروں کے لئے موجبِ اعتراض بنی۔بعض یہودیوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تھا:﴿إِنِّي أَرَى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ(سنن ابن ماجہ/کتاب الطھارۃ:۳۱۶)﴾ تمہارے یہ ساتھی (نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)) تم کو ہر

ہر چیز سکھاتے ہیں، یہاں تک کہ استنجاء کا طریقہ بھی بتلاتے ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! ہمیں ہر چیز بتاتے ہیں، یہاں تک کہ نبی کریم (ﷺ) نے ہمیں یہ بھی ہدایت دی کہ ہم استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ اور پیٹھ نہ کریں۔ گویا آپ (ﷺ) کا ان طریقوں کو سکھانا تو عین شفقت اور محبت کا تقاضا ہے، اور آپ (ﷺ) کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے بھیجا ہے اسی کی تکمیل ہے۔

یہاں سونے اور لیٹنے کے متعلق آداب بتلائے جا رہے ہیں۔

عجیب و غریب دعا

حدیث ۸۱۴:-

عن البَرَاءِ بن عازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ رسول الله (ﷺ) إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ نَامَ عَلَى شِقِّهِ الأَيْمَن، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نفسی إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لاَمَلْجَأَ وَلاَمَنْجَامِنْكَ إِلاَّ إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ.

(رواہ البخاری بهذا اللفظ فی کتاب الأدب من صحیحه)

حدیث ۸۱۵:-

وعنه، قَالَ: قَالَ لی رسول الله (ﷺ): إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الأَيْمَن، وَقُلْ...)) وذَكَرَ نَحْوَهُ، وفيه: ((وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ)) (متفقٌ عَلَيْهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) جب سونے کے لیے اپنے بستر پر تشریف لاتے تھے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے تھے، اور یہ دعا پڑھتے تھے۔

دوسری روایت میں انہوں نے یہ بات بھی بتلائی ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے باقاعدہ ان کو مخاطب بنا کر فرمایا: جب تم اپنی خواب گاہ میں آؤ، اپنے بستر پر پہنچو، یعنی سونے کا ارادہ کرو، تو پہلا کام تو یہ کرو کہ جیسا نماز کے لئے وضو کرتے ہیں ایسا وضو کرو، اور داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ، پھر یہ دعا پڑھو (یہ ایک طویل دعا ہے جو نبیٔ کریم (ﷺ) نے سوتے وقت پڑھنے کے لئے بتلائی ہے اس دعا کے عجیب و غریب الفاظ ہیں اور اس میں توکل اور تفویض کی عجیب شان پائی جاتی ہے) "اَللّٰھُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِيْ إِلَيْكَ" اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے حوالے کر دیا، مَیں نے اپنی جان کو تیرے تابع بنا دیا "وَوَجَّھْتُ وَجْھِيْ إِلَيْكَ" اور مَیں نے اپنا چہرہ اور اپنا رخ تیری طرف کر دیا "وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ" اور مَیں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا "وَأَلْجَأْتُ ظَھْرِيْ إِلَيْكَ" اور اپنی پشت کو مَیں نے تیری پناہ میں دے دیا۔ "رَغْبَةً وَرَھْبَةً إِلَيْكَ" اے اللہ! تجھ سے امیدیں بھی وابستہ ہیں اور تیرا ڈر اور خوف بھی ہے "لَامَلْجَأَ وَلَامَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ" اے اللہ! پناہ اور نجات کی جگہ تیرے علاوہ کوئی اور نہیں ہے "آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ. وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ" اے اللہ! جو کتاب تو نے اتاری ہے اس پر مَیں ایمان لایا، اور جس نبی کو تو نے بھیجا اس پر بھی میرا ایمان ہے (حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا) "وَاجْعَلْھُنَّ آخِرَ مَا تَقُوْلُ" آخری کلام تمہاری زبان کا یہی ہونا چاہیے (اگر اسی حالت میں سو گئے اور موت آ گئی؛ تو ایمان پر موت آئے گی)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ محبت کا تقاضہ ہے

افادات:—سونے کے لئے جو وضو کیا جائے گا اس کا طریقہ تو وہی ہے جو نماز کے وضو کا ہے، لیکن سونے کے لئے وضو کرنا فرض و واجب نہیں ہے، بلکہ آداب میں سے ہے یعنی مستحب اور پسندیدہ ہے۔ حضرات علماء فرماتے ہیں کہ فرائض اور واجبات اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت کا حق ہیں، اس کی عظمت و کبریائی کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی فرائض اور واجبات کا اہتمام کرے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ محبت کے حقوق کا تقاضہ یہ ہے کہ مستحبات اور آداب کا اہتمام کرے۔ یہاں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ نہیں فرمایا کہ جب آپ سونے کے لئے جائیں تو وضو کرنا فرض اور واجب ہے، بلکہ ایک ہدایت فرمائی کہ جب آپ سونے کے لئے جاؤ تو وضو کرلو۔ اس سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی منشاء معلوم ہوتی ہے کہ آپ کس چیز کو پسند کرتے ہیں اور اس وقت کیا کیا کام کرنے چاہئیں، آپ اگر کسی مفتی اور عالم سے پوچھیں گے کہ سوتے وقت وضو کرنا فرض یا واجب ہے؟ تو وہ جواب میں یہی فرمائیں گے کہ نہیں۔ اگر وضو نہیں کروگے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا، بغیر وضو کے بھی آپ سوسکتے ہیں۔ لیکن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے امت کو سونے کا جو طریقہ بتلایا اس میں یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ سونے کا جب ارادہ کرو تو وضو کرلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ چیز پسند ہے کہ آپ کا اُمتی وضو کرکے سوئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کسی کو جب کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے، تو مُحِب اور عاشق اس بات کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے کہ میرے محبوب کو کونسی چیزیں پسند ہیں ،کون سے کام اور باتیں ہیں ، کون سی کیفیتیں اور حرکتیں ہیں ؛جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔کہیں سے ذرا سی بھنک لگ جائے، بلکہ کوئی آدمی ایسے ہی مذاق میں کہہ دے کہ تمہارا محبوب فلاں چیز کو بہت پسند کرتا ہے ،تو اس کو اس کے لئے چاہے کتنی ہی قربانی کیوں نہ دینی پڑے،وہ اس کو کرڈالتا ہے، اس لئے کہ وہ تو عاشق اور محب ہے،وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح سے مَیں اپنے محبوب کی توجہ کو اپنی طرف پھیرلوں ۔

تو جینے کا مزہ آجائے...

جب ہم یہ ساری تفصیل بیان کرتے ہیں تو بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ کام واجب اور ضروری تونہیں ؟اگر نہیں کریں گے تو گناہ تو نہیں ہوگا؟اورجب بتایاجاتاہے کہ نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا؛توپھروہ لوگ اس کام کونہیں کرتے۔مَیں ان سے پوچھتا ہوں کہ کھانے کا اصل مقصدکیاہے؟ظاہرہے کہ آدمی کے بدن کوطاقت حاصل ہو،اس لئے کہ آدمی جب چلتا پھرتاہےتوبدن کی قوت اورانرجی(Energy)استعمال ہوتی ہے،اس کی جگہ پرنئی قوت، نئی انرجی اور نیا پاورحاصل کرنے کے لئے کھانے پینے کی چیزیں استعمال کرنی پڑتی ہیں۔اس کے لئے تو صرف گیہوں کی روٹی بغیرسالن کے استعمال کرلیں ؛تومَیں سمجھتاہوں کہ اطباء اور ڈاکٹر کہیں گے کہ زیادہ مفید ہے، اس سے آدمی کوزیادہ انرجی اور قوت حاصل ہوگی۔لیکن اس کے باوجود

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کھانے کے معاملہ میں ہم لوگ بہت سارے تکلفات کا اہتمام کرتے ہیں، پتہ نہیں کیا کیا کرتے ہیں۔ دستر خوان کے اوپر اچار ، کچومر اور سلاڈ رکھا گیا، پاپڑ اور فلاں چٹنی بھی رکھی گئی، اب اگر کوئی پوچھے کہ یہ سب چیزیں کیا کھانے کے لوازمات اور واجبات ہیں؟ تو وہ ہی جواب دیں گے کہ نہیں! کوئی ضروری نہیں ، لیکن اس کے بغیر کبھی ہمارے حلق سے نوالہ اترتا ہی نہیں ہے۔ ہم لوگ وہاں تو اتنا زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔

اسی طرح ہم لوگ لباس پہنتے ہیں۔ لباس کا مقصد سردی گرمی سے بچاؤ اور اپنے ستر کو ڈھانپنا ہے؛ تو کپڑے دھو کر ویسے ہی پہن لیں، ان کو استری کرنے اور کریز دور کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے اوپر خوشبو چھڑکنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ، اس سب کے بغیر بھی مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے معلوم نہیں کیا کیا جاتا ہے ؟ تو جب ہم اپنے شوق کو پورا کرنے اور نفس کی خواہشات کے لئے ان ساری چیزوں کی طرف دھیان دیتے ہیں؛ تو اللہ تعالیٰ کی اور نبی کریم (ﷺ) کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آداب اور مستحبات کے قبیل سے جو اعمال بتائے جاتے ہیں ، اگر ان کا بھی اہتمام کرلیں ؛ تو ہماری زندگیوں میں چار چاند لگ جائیں اور جینے کا مزہ آجائے۔ اس لیے محبت کے حقوق میں سے ہے کہ آدمی آداب کا اہتمام کرے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سونے کے آداب ... پہلا ادب

حضرت نبی ؐکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کو ہدایت فرمائی کہ پہلا کام تو یہ کرو کہ جب سونے کا ارادہ کرو؛ تو وضو کرلو۔ اگر پہلے سے وضو ہو تو تازہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ مقصد یہ ہے کہ آدمی سوتے وقت با وضو لیٹے۔ ویسے جب آنکھ لگ جائے گی اور نیند طاری ہوگی تو وضو خود بخود ٹوٹ جائے گا، لیکن اس کے باوجود مقصد یہ ہے کہ جب نیند طاری ہو؛ تو آپ باوضو ہو ں۔

دوسرا ادب

دوسرا ادب بتایا کہ داہنی کروٹ پر لیٹو۔ بخاری شریف کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے(روایت آگے آرہی ہے) کہ دائیں کروٹ پر لیٹ کر دائیں رخسار کے نیچے دایاں ہاتھ رکھ دیں۔ یہ بھی آداب میں سے ہے۔ یہ بھی سونے کی ابتداء میں ہوگا، جب آدمی سونے کے لئے لیٹے تو اس طرح لیٹے کہ جب اس پر نیند آئے تو ایسی حالت میں آئے۔ پھر نیند میں آپ کروٹ بدلیں، دائیں سے بائیں کروٹ پر چلے گئے ؛ تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ بس! ادب اور مستحب ادا ہوگیا او ر آپ کو وہ فضیلت حاصل ہوگئی جو مطلوب تھی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تیسرا ادب اور خاص تاکید:

پھر وہ دعا پڑھو جو اوپر ترجمہ میں گذری۔اور یہ دعا سکھا کر حضور اکرم (ﷺ) نے خاص ہدایت فرمائی کہ تمہاری زبان سے آخر میں یہی کلمات نکلیں ، اس کے بعد کچھ اور بات مت کرو۔سونے سے پہلے اور نیند طاری ہونے سے پہلے آخری جملے اور آخری کلام جو آپ کی زبان سے نکلے؛وہ یہی کلمات اور دعا ہو۔

یہ ایک فطری امر ہے

نبی کریم (ﷺ) نے سوتے وقت یہ دعا کیوں سکھائی؟ آدمی جب صبح میں اٹھتا ہے اس کے بعد سے دن بھر کی اپنی مصروفیات، کاروبار ، تجارت،دوکان داری،اور گھر کے کام کاج میں لگا رہتا ہے۔مثلاً:اپنے بچہ کے ایڈمیشن کا معاملہ تھا ،تو اس کا جہاں ایڈمیشن کرانا تھا،اس کے لئے جس جس سے ملنا تھا ان سب سے مل کر آئے ،اس کے لئے فارم بھرنا تھا؛تو وہ بھرا۔

یا کوئی ملازم چلا گیا،اس کو سمجھا بجھا کر دوبارہ لانا ہے، تو اس سے کونٹیکٹ (Contact) کیا۔ کسی نے کہا کہ فلاں صاحب اگر اس کو سمجھائیں گے تو وہ سمجھ جائے گا اور واپس کام پر آجائے گا،تو ان صاحب کے پاس گئے اور ان سے رابطہ کرکے اس کو سمجھایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسی طرح آئندہ مہینے میں کہیں سفر کرنا ہے جس کا ٹکٹ بک کروانا تھا ، تو فلاں سے کہا کہ ٹکٹ بک کرادو۔پھر جب وہاں پہنچیں گے تو وہاں ہوٹل بک کرانا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ معاش اور کاروبار سے تعلق رکھنے والے بے شمار معاملات ہوتے ہیں، اوراس کے لیے آدمی نہ معلوم دن بھر کیا کیا کوششیں کرتا رہتا ہے۔یہ سارے کام کرنے کے بعد رات کو جب بستر پر لیٹتا ہے؛ تو ایک فطری امر ہے کہ جب آنکھ بند کرے گا تو دن بھر کا سارا نقشہ اس کے سامنے آئے گا کہ آج میں کام پر گیا، فیکٹری پر پہنچا تو وہاں ایسا معاملہ تھا، اس کو اس طرح سلجھایا تھا،اور ملازمت کے سلسلہ میں یہ دشواری اور پرابلم (Problem) تھی، اس کو حل کرنے کے لئے میں نے یہ کوشش کی۔بچے کے ایڈمیشن کے سلسلہ میں جو معاملہ تھا اس کو حل کرنے کے لئے فلاں فلاں تدبیریں کیں ،ایڈمیشن کا فارم تو بھر کر دیا ہے ، فیس بھی دے کر آیا ہوں ،اب پتہ نہیں ایڈمیشن ملے گا یا نہیں۔ٹکٹ بک کرانے کے لئے دیا تھا،پتہ نہیں کیا ہوتا ہے۔میرا فلاں کام سرکاری دفتر میں پھنسا ہوا ہے، اس کے لئے میں نے یہ کوشش کی ہے،وغیرہ وغیرہ۔یہ سارے مناظر ایک ایک کرکے اس کے دماغ میں آتے ہیں، جس جس کام کی دن بھر محنت کی تھی؛وہ سب اندیشوں اور توہمات کی شکل میں آدمی کے دماغ کے پردے پر آرہے ہیں ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو دانی حساب کم و بیش را

ایسے موقعہ پر نبیٔ کریم (ﷺ) نے جو دعا سکھائی ہے اس پر غور کرو کہ: ایک مؤمن کو کس سوچ کے ساتھ رہنا چاہیے۔ ایک غیر مسلم اور کافر تو سارا دارومدار اپنی کوشش پر رکھتا ہے، اسی لئے وہ کبھی اطمینان حاصل نہیں کرپاتا، لیکن مؤمن کا معاملہ تمام کوششوں کے بعد اللہ تعالیٰ کے حوالے ہو جاتا ہے۔ بس! اس دعا میں یہی سکھایا ہے کہ: اے اللہ! دن بھر تو مَیں نے یہ سارے جھمیلے اختیار کئے، دوڑ دھوپ کی، اور جو کچھ میرے بس میں تھا وہ سب مَیں کرچکا؛ اب اے اللہ! مَیں اپنی ذات کو بھی تیرے حوالے کرتا ہوں، اور اپنا رخ بھی تیری طرف کرتا ہوں، اور اپنے سارے معاملات بھی تیرے حوالے کرتا ہوں۔ تو ہر چیز کا مالک ہے، ہر کام کو انجام دینے والا ہے، تیرے حکم کے بغیر کوئی بھی کام نہیں ہو سکتا ہے۔ اے اللہ! اپنی پشت کو مَیں نے تیری پناہ میں دے دیا۔ آپ اندازہ لگائیے کہ اس دعا کے اندر کتنی زیادہ تفویض ہے!

"تفویض" یعنی اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا۔ یہ بہت اونچی صفت ہے، اور اس کی وجہ سے آدمی بہت بڑی بڑی فکروں سے نجات پا جاتا ہے۔ جب ہم نے کام کر لیا اور اس کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا کہ: اے اللہ! اس میں کامیابی ڈال دے؛ تو گویا آدمی نے اپنا سارا رخ اور اپنی ساری توجہات کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیا۔ بقول کسے:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

امید وخوف:

اس کے بعد کہا: اے اللہ! تجھ ہی سے امیدیں وابستہ ہیں اور تیرا ڈر اور خوف بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت سے کام بنانے والا ہے، دینے والا بھی وہی ہے،تو ایک طرف تو اسی کی ذات کے ساتھ ہمیں توقعات قائم ہیں ، لیکن دوسری طرف اپنی بداعمالیوں ، نافرمانیوں ،اپنی معصیتوں اور گناہوں کی وجہ سے ڈر بھی لگتا ہے کہ معلوم نہیں ؛ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اب کیا معاملہ ہوگا! اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو دیکھ کر امید بھی قائم ہے اور اپنے گناہ اور نا فرمانی اور اپنے جرائم کو سوچ کر ڈر بھی لگتا ہے۔

کہ جز تو پناہے دگر نیستم:

اے اللہ!پناہ اور نجات کی جگہ تیرے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔یعنی اگر تو ہمیں پکڑے اور عذاب دینے لگے،ہم پر مصیبتیں نازل کرنے لگے ؛ تو تیرے اس عذاب سے اور تیری دی ہوئی اس مصیبت سے سوائے تیرے کوئی اور نہیں بچاسکتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جالینوس بڑا حکیم گزرا ہے ،حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کا ہم عصر تھا ،اس نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اگر آسمان کو کمان ،اور مصائب، آلام اور تکالیف کو تیر، اوراللہ تعالیٰ کواس کمان سے تیر چلانے والا فرض کرلیا جائے،گویا اللہ تعالیٰ آسمان سے تکلیفوں ومصائب اورآلام کے تیر چلا رہے ہیں ؛ تو اس سے بچنے کی کیا شکل ہے؟ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃوالسلام نے جواب دیا:تیر انداز کے تیروں سے بچنے کی شکل یہی ہے کہ جو تیرانداز کے پہلو میں جاکر کھڑا ہوجائے؛توتیراس کو نہیں لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حالات پیش آتے ہیں اس میں ہماری آزمائش ہےاور وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہیں ،اس لئے اگرہم اس سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کی شکل یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ حاصل کرلیں۔اس کے علاوہ اور کوئی جگہ ہے ہی نہیں۔

ایک بچہ بھی یہ سمجھتا ہے:

ایک بزرگ نے دیکھا کہ ایک بچے کی ماں اس کی پٹائی کررہی تھی،اب وہ جتنا مار رہی تھی، وہ بچہ اتنا ہی اس کی گود میں چڑھ رہاتھا۔وہ مار رہی ہے، پٹائی کررہی ہے؛ پھر بھی وہ بچہ اسی کی گود میں آرہاہے۔وہ بزرگ کہنے لگے : دیکھو! ایک بچہ جس چیز کو سمجھ رہاہے ؛وہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ایک بچہ بھی سمجھتاہے کہ ماں کی پٹائی اور اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نجات کا راستہ کہیں اور نہیں ہے، صرف ماں کی گود ہی ہے، اس لئے ماں اس کو پیٹ رہی ہے، اس کے باوجود وہ اس کی گود میں ہی گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔

تو نبی کریم (ﷺ) نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ ”رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ“ اے اللہ! تجھ ہی سے امیدیں بھی وابستہ ہیں اور تیرا ہی ڈر اور خوف بھی ہے۔ ”لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ“ تیری طرف سے بھیجے گئے عذاب اور مصیبت سے پناہ اور بچاؤ کی جگہ تیرے علاوہ اور کہیں نہیں ہے۔

دعا کے دو سبق: رجوع الی اللہ اور یادِ آخرت

گویا مسنون دعاؤں کے ذریعہ حضور اکرم (ﷺ) ہمیں یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ ہماری توجہ ہر آن اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہیے۔ اس دعا میں دو چیزیں سکھائی ہیں: **① اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ② آخرت کی یاد۔** ہم جو بھی گناہ کرتے ہیں وہ دراصل آخرت اور موت کو بھول کر کرتے ہیں، اور نبی کریم (ﷺ) اپنی تعلیمات کے ذریعہ ہمیں یہ سکھا رہے ہیں کہ اپنا تعلق، رشتہ اور رابطہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جوڑا جائے، ہر ہر کام میں جو مختلف دعائیں سکھائی گئی ہیں کہ: اٹھو؛ تو یوں پڑھو۔ گھر میں داخل ہوؤ؛ تو یوں پڑھو۔ وغیرہ وغیرہ؛ اس کے ذریعہ بار بار اللہ تعالیٰ کا نام بلوایا جا رہا ہے، جب آدمی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا نام بار بار لیتا رہے گا، تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کا استحضار دل کے اندر پیدا ہوگا؛ پھر یہی چیز آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تہجد کے بعد مسنون آرام کی کیفیت:

حدیث ۸۱۶:-

وعن عائشة رضی اللہ عنہا **قالت: كَانَ النبيُّ** (ﷺ) **يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً. فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الأَيْمَنِ حَتَّى يَجِيءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهُ.** (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیِ کریم (ﷺ) رات میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے (تہجد کی ۸/رکعت، اور وتر کی تین رکعت) پھر جب صبحِ صادق طلوع ہوجاتی تو دو ہلکی رکعتیں (فجر کی سنتیں) پڑھ لیتے، اس کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے؛ یہاں تک کہ مؤذن اطلاع دیتا۔

افادات:- جو لوگ رات کا ایک معتدبہ حصہ، ایک تہائی حصہ، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں؛ یہ سونا ان کے لئے ایک طرح کی راحت کا سبب بنتا ہے، اور اس طرح ان کو سہولت ہوجاتی ہے۔ نبیِ کریم (ﷺ) کی سنت بھی ہے کہ آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے، تھوڑی دیر کے لئے آنکھ بھی لگ جاتی تھی، آپ خراٹے بھی لینے لگتے تھے، پھر جب مؤذن آتا اور آپ کو اطلاع کرتا کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے، تو آپ تشریف لے جاتے، اور سوجانے کے باوجود آپ (ﷺ) وضو کی تجدید نہیں کرتے تھے، اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ ہماری نیند کی وجہ سے ہمارا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سونے اور اُٹھنے کی مسنون دعاؤں کا فلسفہ

حدیث ۸۱۷:-

وعن حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ (صلى الله عليه وسلم) إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا. وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) رات کو جب اپنے بستر پر لیٹتے تھے تو آپ (اپنا دایاں ہاتھ، دائیں رخسار کے نیچے) رکھتے، اور یہ دعا پڑھتے: ”اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا“ اے اللہ! تیرے ہی نام سے میں مروں گا بھی، اور تیرے ہی نام سے زندہ بھی ہوؤں گا۔(یعنی تیرے ہی نام سے سوتا ہوں، اور تیرے ہی نام سے جاگوں گا۔) اور جب آپ بیدار ہوتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ“ تمام تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ کیا، اور اسی کی طرف دوبارہ زندہ ہو کر لوٹنا ہے۔

افادات:- اس لیے کہ نیند چھوٹی موت ہے۔ حدیث پاک میں بھی کہا گیا ہے: ”اَلنَّوْمُ أَخُو الْمَوْتِ (شعب الایمان:۴۴۱۶) “نیند موت کا بھائی ہے، موت کا چھوٹا سا نمونہ ہے۔ اس لئے ایک مؤمن یہ چاہتا ہے کہ اس کی موت اللہ کے نام پر آئے، تو اب اس کی بھی مشق کرائی جاتی ہے کہ سوتے وقت اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام کرو کہ: اے اللہ! تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوؤں گا۔ اور ابھی تو خیر ہے کہ اس چھوٹی سی موت کے بعد دوبارہ دنیا کے اندر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آئے ہیں، مگر ایک بڑی موت ایسی آنے والی ہے کہ اس کے بعد دوبارہ دنیا میں آنا نصیب نہیں ہوگا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کی طرف دوبارہ زندہ ہو کر لوٹنا ہے، گویا اس طرح ہمیں آخرت یاد دلائی گئی۔

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ﴾ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کے تصور سے ڈرا، یعنی جب گناہ کا دل میں خیال آیا اور نفس نے کہا کہ گناہ کرلو؛ اس وقت یہ سوچا کہ: آج اگر یہ گناہ کرلوں گا، اور ایک دن زندہ ہوکر اللہ تعالیٰ کے سامنے جب پیش ہوؤں گا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے پوچھا جائے گا کہ: تونے یہ نافرمانی کیوں کی؟ تو مَیں کیا جواب دوں گا؟ اس ڈر سے اپنے نفس کو خواہش کے مطابق عمل کرنے سے روکا؛ تو جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا یہی وہ تصور ہے جس کو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر مؤمن کے دل و دماغ میں مختلف طریقوں سے رچا اور بسا دینا چاہتے ہیں یعنی اگر یہ تصور ہمارے دل و دماغ میں بیٹھ جائے کہ ہمیں دوبارہ زندہ ہوکر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے؛ تو آدمی کی زندگی میں انقلاب آجائے۔ پھر وہ کوئی بھی گناہ اور نافرمانی کا کام ہرگز نہیں کر سکتا

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کی یاد کو دل میں بسانے کا یہ ایک طریقہ بتلایا ہے۔ یہ دونوں دعائیں ہیں، آپ چاہیں تو دونوں دعائیں پڑھ لیں، چاہیں تو کوئی بھی ایک دعا پڑھ لیں؛ سنت ادا ہوجائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیٹنے کے چار طریقے

حدیث ۸۱۸:-

وعن يَعيشَ بن طِخْفَةَ الغِفَارِيِّ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ أَبِي: بينما أَنَا مُضطَجِعٌ فى الْمَسْجِدِ عَلَى بَطْنِي إِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِي برجلِهِ، فَقَالَ: ((إِنَّ هذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللهُ))، قَالَ: فَنظَرْتُ، فَإِذَا رسولُ اللهِ (ﷺ). (رواه أَبو داود بإسنادٍ صحيح)

ترجمہ:- حضرت یعیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ابا (حضرت طِخفہ رضی اللہ عنہ) نے کہا: ایک مرتبہ مَیں مسجد کے اندر پیٹ کے بَل (اُوندھا) لیٹا ہوا تھا، اچانک (محسوس ہوا کہ) کوئی شخص اپنے پاؤں کے ذریعہ مجھے حرکت دے رہا ہے، اور کہہ رہا ہے: لیٹنے کا یہ طریقہ ایسا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے (گویا اس طرح لیٹنا جائز نہیں ہے) مَیں نے دیکھا تو وہ نبی کریم (ﷺ) تھے۔

افادات:- دیکھو! لیٹنے کے چار ہی طریقے ہوسکتے ہیں:- [۱]: اُوندھا لیٹنا [۲]: چت لیٹنا [۳]: بائیں کروٹ پر لیٹنا [۴]: دائیں کروٹ پر لیٹنا۔ اب اُوندھا لیٹنے کی تو شریعت میں اجازت ہی نہیں، یہ طریقہ تو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، الّا یہ کہ کوئی معذور ہو، یا علاج کی وجہ سے ایسا کرنا پڑے؛ تو بات دوسری ہے۔ اور چت لیٹنے کے متعلق لکھا ہے کہ یہ اطباء کا سونا ہے۔ اور بائیں کروٹ پر لیٹے گا تو دل چوں کہ بائیں طرف ہوتا ہے، تو اس صورت میں دل کو قرار زیادہ ملے گا اور اس کی وجہ سے آدمی پر غفلت والی نیند طاری ہو گی۔ اس لیے شریعت نے کہا کہ دائیں کروٹ پر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیٹو۔ ایک تو دائیں طرف کا طریقہ بھی حاصل ہو جائے گا، اور دل معلق اور لٹکا ہوا رہے گا جس کی وجہ سے غفلت والی نیند نہیں آئے گی۔

تو شریعت میں سونے کی اجازت تو دی جارہی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ سونے کا طریقہ بھی بتلایا جارہا ہے؛ تاکہ غفلت طاری نہ ہو۔ اور جیسا کہ شروع میں کہا تھا کہ آپ دائیں کروٹ پر لیٹے، پھر بائیں کروٹ پر ہوگئے، یا چت ہوگئے؛ تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ لیکن اُوندھا ہر گز نہ لیٹے، اس کو تو بالکل ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

بچوں کو بھی اس کا عادی بنایا جائے

آج کل بچے عام طور پر اُوندھے سوتے ہیں، اور یہ عجیب حال ہو گیا ہے کہ گھر والے بھی ان کو روکنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس لیے جب کبھی بچہ اُوندھا لیٹا ہو تو ضرور اس کی اصلاح کی جائے۔ بچپن سے جس چیز کی عادت ڈالی جاتی ہے، وہ ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ جو آداب شریعت نے ہمیں سکھائے ہیں، وہی سارے آداب ہمیں بچوں کو بتانے ہیں، اور اسی انداز پر ہمیں ان کی پرورش اور تربیت کرنی ہے، اس لئے اگر بچہ اُوندھا لیٹا ہو تو محبت سے سمجھا کر اس کو سیدھا، یا دائیں کروٹ پر لیٹنے کی عادت ڈالی جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بغیر ذکر اللہ کی مجلس وبال ہے

حدیث ۸۱۹:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن رسول الله (ﷺ) قَالَ: مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ الله تَعَالَى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تَعَالَى تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضجعاً لاَ يَذْكُرُ اللهَ تَعَالَى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ. (رواه أبو داود بإسنادٍ حسن)

((التِّرَةُ)): بكسر التاء المثناة من فوق، وَهِيَ: النقص، وقِيلَ: التَّبعَةُ.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی کسی ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا گیا؛ تو یہ مجلس کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے لئے وبال کا سبب ہوگی۔ اور جو آدمی اس طرح سویا جس میں اس نے اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کیا؛ تو یہ سونا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے وبال وپرسش کا سبب بنے گا۔

افادات:- اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کی کوئی مجلس اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہیں ہونی چاہیے۔ ہم لوگ گپ شپ کرنے کے لئے مجلس قائم کرتے ہیں تو پوری مجلس غفلت کی نذر ہوجاتی ہے (روایتوں میں نبی کریم (ﷺ) نے مجلس کا کفارہ بھی بتلایا ہے) ہماری کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہونی چاہیے۔ مؤمن کی شان یہ ہے کہ ہر وقت اللہ کو یاد کرتا رہے۔

جنتی جب جنت میں چلے جائیں گے، اس کے بعد ان کو اگر افسوس ہوگا تو اپنے اُن اوقات کا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی گزرے تھے (شعب الایمان:۵۰۹/ فصل فی ادامۃ ذکر اللہ عزوجل) حالاں کہ جنت میں پہنچ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گئے اور جو مقصدِ زندگی تھا وہ حاصل ہوگیا، کامیاب ہوگئے، لیکن اس کے بعد بھی جب وہاں ذکر کا اجروثواب دیکھیں گے تو افسوس ہو گا کہ: ہائے! ہمارا اتنا سارا وقت بے کار چلا گیا۔اس لیے زندگی کے جو اوقات ہیں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت اور نہایت قیمتی سرمایہ ہیں۔

اسی طرح لیٹنے کے دوران بھی کچھ نہ کچھ قرآنِ پاک کی تلاوت، اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے، جس لیٹنے میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کیا جاتا ہے؛ ایسا لیٹنا بھی وبال و پرسش اور افسوس کا ذریعہ بن جائے گا۔

قدرتی نظام؛ ایک عجیب نعمت

نیند: اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک عجیب نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر ایسا نظام بنایا ہے کہ جہاں رات آئی کہ لوگوں کے اوپر نیند طاری ہوجاتی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاساً وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشاً﴾ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے دن کو روزی کی دوڑ دھوپ اور اپنے کام کاج کے لئے رکھا، اور رات کو آرام وسکون کا ذریعہ بنایا۔ جہاں رات آتی ہے ہر جاندار -انسان، چرند وپرند درندوں اور پالتو جانوروں- پر نیند کی کیفیت اور غنودگی طاری ہوجاتی ہے، گویا یہ وقت ہی نیند لانے والا ہے۔ نیند کے باب میں ا للہ تعالیٰ اگر لوگوں کو اختیار دیدیتے کہ جس کی جب مرضی ہو، بس! ایک سوئچ دبادے گا تو اس کو نیند آجائے گی؛ تو سوچیے کیا ہوتا! کوئی آدمی آٹھ بجے سو رہا ہے، دوسرا گیارہ بجے سو رہا ہے، تیسرا چار

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بجے سو رہا ہے ، پھر جب چار بجے،تو آٹھ بجے والا اُٹھ گیااور کھٹ کھٹ کرنے لگا،اب وہ چار بجے والے کو سونے نہیں دے رہاہے،اس طرح سارا نظام بگڑ جاتااور بہت دشواری پیش آسکتی تھی،لیکن اللہ تعالیٰ نے رات کا وقت ہی ایسا رکھاکہ سب پر نیند طاری ہو جاتی ہے، کھٹ کھٹ کرنے والا کوئی بھی جاگتاہی نہیں،سب نیند میں مشغول ہوتے ہیں۔اگر پوری دنیا کے لوگ مل کر کوئی کانفرنس کرتے کہ فلاں وقت میں ہی ہم سب کو سونا ہے؛تو یہ بات ناممکن تھی،یہ تو اللہ تعالیٰ کا ایک عجیب نظام اور بڑی نعمت ہے؛ اس لئے جس ذات نے یہ نعمت عطا فرمائی، اس کی یادتو ہونی ہی چاہیے ،اس کی یاد کے بغیر جو وقت گزرے گا؛ گویا یہ غفلت ہوگی اورآدمی کوایسی غفلت سے اپنے آپ کوبچانا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جواز الاستلقاء عَلَى القفا ووضع إحدى الرِّجلين عَلَى الأخرى إذا لم يخف انكشاف العورة وجواز القعود متربعاً ومحتبياً

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سونے اور بیٹھنے کے آداب کا سلسلہ چل رہا ہے۔ سونے اور بیٹھنے کا مسنون اور مستحب طریقہ بتلادیا؛ اب جو جائز شکلیں ہیں وہ بتلا رہے ہیں اسی مناسبت سے ایک عنوان قائم کیا ہے: کوئی آدمی اگر چت لیٹنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے۔

ویسے لیٹنے کا افضل اور بہتر طریقہ بتلادیا تھا کہ سوتے وقت شروع میں آدمی داہنی کروٹ کے اوپر لیٹے، بعد میں اگر کروٹ بدل جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اب چت لیٹنے کی شکل میں ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ آدمی پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹے، تو اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر ستر کے کھل جانے کا اندیشہ اور خطرہ نہ ہو؛ تو اس صورت میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر بھی سو سکتا ہے۔

بیٹھنے کے دو طریقے ہیں:- [۱] چوکڑی (ચોકડી) مار کر چہار زانو بیٹھنا۔ [۲] گوٹ مار کر بیٹھنا؛ ان دونوں کا حکم بتلائیں گے۔ روایتوں میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔

حدیث ۸۲۰:-

عن عبدِ اللهِ بن زيد رضی اللہ عنہما أنَّه رأى رسولَ الله (ﷺ) مُسْتَلْقِياً فى الْمَسْجِدِ، وَاضِعاً إحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الأُخْرَى. (متفقٌ عَلَيْهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسجد میں اس طرح چت لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپ نے اپنے ایک پاؤں مبارک کے اوپر دوسرا پاؤں مبارک رکھا ہوا تھا۔

افادات:- اس روایت سے دو چیزوں کو ثابت کرنا چاہتے ہیں ، ایک تو یہ کہ آدمی چت لیٹنا چاہے ؛تو اس کی اجازت ہے۔

پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونا جائز ہے یا نہیں ؟

دوسرے یہ کہ پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونا۔تواس طرح سونے کے متعلق حدیثِ پاک میں ممانعت بھی آئی ہے، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونے سے منع فرمایا(صحیح مسلم.باب فِی مَنْعِ الِاسْتِلْقَاءِ عَلَى الظَّهْرِ وَوَضْعِ إِحْدَى الرِّجْلَيْنِ عَلَى الأُخْرَى.حدیث نمبر:۵۶۲۳)اوراوپر والی روایت میں صحابی بیان فرمارہے ہیں کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسجدِ نبوی میں اس حال میں لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپ پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے تھے، یہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنا عمل ہے۔علماءِ کرام نے دونوں روایتوں میں مختلف طریقوں سے تطبیق دی ہے۔

بعض حضرات یوں فرماتے ہیں کہ شروع میں ممانعت تھی، بعد میں اجازت ہوگئی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عمل ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تطبیق کی ایک شکل

لیکن علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ چوں کہ پاؤں پر پاؤں رکھ کر جو لیٹا جاتا ہے اس میں خطرہ ہوتا ہے کہ آدمی کا ستر کھل جائے ، خصوصاً اُس زمانہ میں جبکہ عام طور پر لنگی اور وہ بھی بغیر سلی ہوئی پہننے کا رواج تھا، دورِ نبوت میں کپڑوں کے سلسلہ میں اتنی وسعت بھی نہیں تھی جو بعد میں ہوئی، لنگی بھی بعض مرتبہ بڑی تنگ ہوا کرتی تھی، ایسی حالت میں آدمی اگر پاؤں پر پاؤں رکھ کر سوئے تو قوی اندیشہ رہتا ہے کہ ستر کھل جائے، اس لیے اگر پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونے کی وجہ سے ستر کھل جاتا ہے یا ستر نظر آتا ہے؛ تو پھر پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونا جائز نہیں ۔ اور اگر ستر نہیں کھلتا؛ تو اس طرح لیٹنے کی اجازت ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو عنوان قائم کیا ہے اس میں یہی شرط لگائی ہے: ”اذالم یخف انکشاف العورۃ“ اگر کوئی آدمی پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹے، اور ستر کے کھلنے کا اندیشہ نہ ہو؛ تو اس طرح لیٹنا جائز ہے۔ گویا دونوں روایتیں اپنی اپنی جگہ پر ہیں۔ ممانعت اپنی جگہ پر ہے اور وہ اسی صورت میں ہے جبکہ اس طرح لیٹنے کی وجہ سے ستر کھل جانے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر اس طرح لیٹنے کی صورت میں ستر کھلنے کا کوئی اندیشہ اور خطرہ نہیں ہے ؛ تو اجازت ہے۔ ممانعت ایک مخصوص حالت کے لئے ہے، اور اجازت بھی ایک مخصوص حالت کے لئے ہے۔ چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تطبیق دی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شیخ الشیخ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے عالی

لیکن ہمارے شیخ الشیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور تطبیق دی ہے کہ: راوی یہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسجدِ نبوی میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹا ہوا دیکھا۔ اس میں راوی نے یہ صراحت نہیں کی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک پاؤں کھڑا کیا تھا اور دوسرا پاؤں اس کے اوپر رکھا تھا، بلکہ پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ کہ ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرا پاؤں اس کے اوپر رکھا جائے، جیسے عام طور پر ہوتا ہے؛ اس صورت میں ستر کے کھلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں پاؤں سیدھے ہوں اور ایک پاؤں کے اوپر دوسرا پاؤں رکھ کر آدمی سوئے؛ اس صورت میں ستر کے کھلنے کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

تو جس حدیث میں ممانعت آئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح سونا کہ ایک پاؤں کھڑا ہو، اور دوسرا پاؤں اس کے اوپر رکھا ہو۔ لیکن اگر دونوں پاؤں سیدھے ہوں اور ایسی حالت میں ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھ کر آدمی لیٹے، تو چاہے لنگی ہو؛ ستر کھلنے سے اور زیادہ حفاظت ہو جاتی ہے، اس لیے راوی نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جس طرح لیٹے ہوئے دیکھا اس کو اسی شکل پر محمول کیا جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان کے اندر دو چیزیں بتلائی تھیں ،دونوں یہاں ثابت ہو گئیں ایک توچت لیٹنے کا ثبوت ہو گیا،اوردوسرا پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹنے کی اجازت بھی معلوم ہو گئی۔

چہارزانو بیٹھنا

حدیث ۸۲۱:-

وعن جابربن سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ النبيُّ (ﷺ) إِذَا صَلَّى الفَجْرَ تَرَبَّعَ فِى مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاء. (حدیث صحیح،رواہ أبو داود وغیرہ بأسانید صحیحة)

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تواپنی اسی جگہ پر(چوکڑی (ચોકડી) مارکر)چہارزانو بیٹھ جاتے تھے؛ یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہو جاتا۔

افادات:- احادیث میں اس بات کی فضیلت آئی ہے کہ آدمی فجر کی نماز سے فارغ ہوکر اسی جگہ سورج طلوع ہونے تک بیٹھا رہے اور ذکر میں مشغول رہے، پھر اشراق کی دو رکعت پڑھ کر اُٹھے؛ تو اس کو حج اور عمرہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔(سنن ترمذی، باب ذکر ما يستحب من الجلوس في المسجد بعد صلاة الصبح حتی تطلع الشمس۔حدیث نمبر: ۵۸۶)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہاں تو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مسجد میں بھی آدمی چہار زانو بیٹھ کر اپنا وظیفہ پورا کرے، قرآنِ پاک کی تلاوت کرے ، تو بیٹھ سکتا ہے، اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔اور دعا بھی اگر اس طرح بیٹھ کر مانگے؛تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے ، اس کی اجازت ہے۔

گوٹ مار کر بیٹھنا

حدیث ۸۲۲:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قَالَ:رأيتُ رسول الله (ﷺ) بفناءِ الكَعْبَةِ مُحْتَبِياً بِيَدَيْهِ هكذا . وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الاحْتِبَاءَ،وَهُوَ القُرْفُصَاءُ. (رواہ البخاری)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو کعبہ شریف کے (سامنے) صحن میں دونوں ہاتھوں سے گوٹ مار کر بیٹھا ہوا دیکھا۔پھر انہوں نے اس طرح بیٹھ کر بتلایا (کہ آدمی زمین پر اپنی سرین رکھ کر دونوں پاؤں کھڑے کر کے ان کو پکڑ لے؛ یہی احتباء کہلاتا ہے اور اسی کو ”قُرْفُصَآء“ بھی کہتے ہیں۔)

افادات:- حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ :احتباء میں دونوں شکلیں ہیں ،ایک تو وہی کہ آدمی سرین کے اوپر بیٹھ کر پاؤں کھڑے کر کے گھٹنے اونچے کر لے،اور اپنے ہاتھوں سے گول دائرہ بنالے۔اور دوسری شکل یہ ہے کہ ہاتھ کھلے چھوڑ دے اور کوئی کپڑا رومال وغیرہ اپنی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کمر کے پیچھے سے آگے لاکر گرہ لگا دے ؛یہ بھی احتباء ہے ، البتہ ”قرفصاء“ وہ کہلاتی ہے جس میں صرف ہاتھ کا دائرہ بنا کر گوٹ مار کر بیٹھا ہو۔

بہر حال !اس طرح بیٹھنا بھی جائز ہے ،بلکہ بہت سے حضرات نے اس کو سنت بھی بتلایا ہے، اگرچہ اس طرح کی بیٹھک کے سنت ہونے پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے، لیکن مستحب ہونے پر کسی کو کلام نہیں ہے کہ اس طرح بیٹھنا پسندیدہ ہے۔

ہاں !ایک بات یاد رہے کہ اگر کوئی آدمی لنگی پہنے ہوئے ہے، اور اس طرح بیٹھنے کی صورت میں ستر کے کھلنے کا اندیشہ ہے؛ تو پھر اس کی اجازت نہیں ہے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے: نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دو قسم کی بیٹھکوں سے منع فرمایا، اس میں یہ بھی ہے کہ اس طرح اکڑوں یا گوٹ مار کر بیٹھے کہ ستر کے اوپر کوئی کپڑا نہ ہو، اور ستر کھلا رہے ؛تو یہ حرام ہے۔

حدیث ۸۲۳:-

وعن قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ رضی اللہ عنہا قالت : رأيتُ النَّبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ. فَلَمَّا رَأَيْتُ رسولَ الله (صلی اللہ علیہ وسلم) الْمُتَخَشِّعَ فِى الْجِلْسَةِ؛ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ. (رواه أبو داود والترمذی)

ترجمہ:- حضرت قَیلَہ بنت مَخْرَمہ رضی اللہ عنہا (صحابیہ) فرماتی ہیں کہ مَیں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گوٹ مار کر (یعنی پاؤں کھڑے کر کے ہاتھ سے گول دائرہ بنا کر) بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جب میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسی خشوع اور تواضع والی ہیئت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو مارے خوف کے مَیں لرز گئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- کبھی کوئی بڑا آدمی بالکل عاجزانہ شکل اختیار کرکے بیٹھا ہو،اور کوئی آدمی اس کو اچانک دیکھ لے؛تو دیکھنے والے پر ایک خاص خوف اور ہیبت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

حدیث ۸۲۴:-

وعن الشَّرِيدِ بن سُوَيْدٍ رضی اللہ عنہ **قَالَ:مَرَّ بِی رسولُ الله** (ﷺ) **وَأَنَا جَالِسٌ هكَذَا ، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِیَ الْيُسْرَى خَلْفَ ظَهْرِی،وَاتَّكَأْتُ عَلَى أَلْيَةِ يَدِی،فَقَالَ: أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ** ؟ (رواه أبوداود بإسنادٍ صحيح)

ترجمہ:- حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) کا گزر میرے پاس سے ہوا اور میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اپنا بایاں ہاتھ اپنی پشت کے پیچھے اس طرح رکھا تھا کہ اس کے اوپر پیچھے کی طرف ٹیک لگایا تھا۔نبی کریم (ﷺ) نے تنبیہ فرمائی کہ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا؛ ان کی طرح بیٹھتے ہو؟

افادات:- گویا اس بیٹھک کو حضور اکرم (ﷺ) نے ناپسند فرمایا۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُٹھنے بیٹھنے میں بھی فساق وفجار اور ایسے لوگوں کی ہیئت اختیار کرنا جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں معتوب ومغضوب ہیں،اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔اسی لئے اس طرح کھڑا ہونا کہ کمر کے پیچھے ہاتھ سے ٹیک لگایا ہو؛اس کی بھی ممانعت آئی ہے۔اٹھنے بیٹھنے اور کھڑے رہنے کے سلسلہ میں ہر ایسی ہیئت اختیار کرنا جو فساق وفجار ،معتوب اور مغضوب لوگوں کا طریقہ ہو؛اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔آدمی اپنے آپ کو ایسی ہیئت سے بچائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہرحال! اس عنوان کے تحت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات تو یہ بتلائی کہ آدمی چت لیٹ سکتا ہے، دوسرے یہ کہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر پاؤں کھڑا کرکے بھی لیٹ سکتا ہے، بشرطیکہ ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو۔ چوکڑی مار کر بھی بیٹھ سکتا ہے اور گوٹ لگا کر بھی بیٹھ سکتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب فی آداب المجلس والجلیس

مجلس کے آداب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس عنوان کے تحت یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بیٹھنے کے آداب کیا ہیں ،اور ہم نشینوں کے ساتھ کس طرح کے آداب برتے جائیں ۔

گنجائش نکال دو

حدیث ۸۲۵:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رسولَ الله (ﷺ) :لایُقِیمَنَّ أَحَدُکُمْ رَجُلاً مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیهِ، وَلٰکِنْ تَوَسَّعُوا وَتَفَسَّحُوا . وکَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهِ لَمْ یَجْلِسْ فِیهِ. (متفقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تم میں کوئی کسی کو اس جگہ سے نہ اٹھائے جہاں وہ بیٹھا ہوا ہو، کہ پھر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ لیکن ذرا کشادہ ہو جاؤ ، اور گنجائش نکال دو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے جب کوئی اپنی جگہ سے اُٹھتا تھا تو آپ اس جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے۔

افادات:- ایک تو یہ ہے کہ کسی آدمی کی مملوک اور اس کی ذاتی جگہ ہے، جیسے اس کا اپنا گھر یا ذاتی کمرہ ہے، یا بیٹھنے کی مخصوص جگہ ہے، وہاں کوئی دوسرا آ کر بیٹھ گیا؛ تو ظاہر ہے کہ وہ خود مالک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے،اور مالک کی اجازت کے بغیر کوئی بیٹھا ہو،بلکہ اجازت لیکر بھی بیٹھا ہو؛تو اس کو اختیار ہے کہ وہاں سے اس کو ہٹائے۔

پبلک مقامات کا حکم

اوردوسری شکل یہ ہے کہ ایک عام جگہ ہے،جو کسی کی مخصوص مِلک نہیں ہے،جیسے:مسجد ہے،اسٹیشن کی کرسیاں ہیں،یا کوئی پارک اور باغیچہ ہے جہاں سب لوگ آتے جاتے ہیں،وہ کسی کی ملکیت نہیں ہے،بلکہ ہر ایک کو وہاں بیٹھنے کی اجازت ہے،ایسی کسی جگہ پر اگر کوئی آدمی آکر پہلے سے بیٹھ گیا ہے،جیسے: ایک آدمی مسجد میں آکر امام کے پیچھے والی جگہ پر بیٹھ گیا،تو یہ ایسی جگہ ہے جہاں ہر ایک کو بیٹھنے کی اجازت ہے،اور جو پہلے آکر بیٹھے اور قبضہ جمائے،وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے-یہ حقِ اسبقیت کہلاتا ہے-اب بعد میں آنے والا کوئی آدمی اس کو وہاں سے اُٹھا نہیں سکتا،الاَّ یہ کہ وہ آدمی خود اپنی مرضی سے اٹھ کر چلا جائے،یا نماز کا وقت ختم ہو گیا اوردوسری نماز کے وقت وہ جگہ خالی ہو گئی،تو پھر دوسرا آدمی وہاں بیٹھ سکتا ہے۔

بعض لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ مسجد میں اپنے لیے ایک جگہ مقرر کی ہوئی ہوتی ہے اگر کوئی پہلے آکر وہاں بیٹھ جاتا ہے تو یہ آکر اس کو ہٹادیتے ہیں؛یہ جائز نہیں ہے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ لکھا ہے،ہر ایسی مباح جگہوں کا یہی حکم ہے،اور ہم میں سے اکثر لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوسرے کی چپل ہٹا کر اپنی نہ رکھے:

اسی طرح مسجد میں جہاں جوتے نکالے جاتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ ایک مباح جگہ ہے، ہر آدمی وہاں جوتے نکال سکتا ہے۔ایک آدمی نے آکر دیکھا کہ کونے پر ایک جگہ خالی ہے تو اس نے اپنے جوتے نکال کر وہاں رکھ دئے، تو اب اس جگہ کا وہ حق دار ہو گیا، جب تک کہ وہ خود اپنے جوتے وہاں سے نہ ہٹائے وہاں تک کسی دوسرے کو اس جگہ کے استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔لیکن ہم لوگوں کی عادت کیا ہوتی ہے !کسی نے پہلے سے کونہ میں اچھی جگہ دیکھ کر اپنے جوتے رکھے ہیں ،ہم بعد میں آکر لات مار کر اس کے جوتے ہٹادیتے ہیں اور اس جگہ پر اپنے جوتے رکھ دیتے ہیں، پھر کوئی تیسرا آتا ہے تو وہ بھی لات مار کر اس کے جوتے ہٹادیتا ہے،اس طرح پہلے والے کے جوتے اور دور چلے جاتے ہیں، پھر جب پہلے والا بے چارہ نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلتا ہے تو اپنی جگہ پر اپنے جوتے تلاش کرتا ہے، لیکن وہاں نہیں ملتے تو وہ پریشان ہوتا ہے۔اس لیے یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، اور اس کی اجازت نہیں ہے۔

ٹرین میں زیادہ جگہ روکنا:

ٹرین کے اندر بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی پہلے سے آکر بیٹھ گیا تو اب آپ اس کو وہاں سے ہٹا نہیں سکتے۔جو لوگ پہلے سے جگہ روکتے ہیں ؛ اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ گر آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پہلے آئے ہیں تو آپ بیٹھ جایئے، دوسروں کے لئے جگہ رکھنے کا آپ کو حق نہیں دیا گیا ہے ، دوسرا جو بھی آرہا ہے وہ ٹکٹ لے کر آرہا ہے، اس کا بھی پورا پورا حق ہے۔پہلے جہاں کھانے کا مسئلہ آیا تھا وہاں پوری تفصیل بتلادی تھی۔

بعض لوگ زیادہ جگہ روکتے ہیں ؛ اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔اگر جگہ پُر ہوگئی ہے تو کسی کو اُٹھا تو نہیں سکتے، لیکن جو پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں وہ ذرا کھسک کر اور پھیلاؤ کم کر کے آنے والے کے لئے جگہ کردیں اور کچھ گنجائش نکال لیں؛تو البتہ اس کی اجازت ہے، اگر جگہ میں گنجائش ہو تو ان بھی کو منع نہیں کرنا چاہیے۔بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ خوب چوڑے ہو کر بیٹھتے ہیں،بعد میں جو لوگ آتے ہیں تو وہ کھڑے رہتے ہیں ، یہ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ سب پریشان ہیں تب بھی ذرہ برابر حرکت کرنے کا نام نہیں لیتے؛ایسا نہیں کرنا چاہیے،بلکہ آپ ان کے لئے گنجائش نکال دیجئے، ہاں ! آپ پریشانی میں مبتلا نہ ہوں ، لیکن آپ نے زیادہ کشادگی سے جو فائدہ اٹھا رکھا ہے ،تو اپنے بھائی کے لئے ذرا گنجائش نکال لو۔

اگر کوئی اپنی جگہ ہمارے لیے چھوڑ دے:

تیسری بات یہ بھی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خاندانی یا علمی لحاظ سے کسی فضیلت کا حامل کوئی بڑا آدمی آتا ہے تو اس کے اکرام وادب کے طور پر،یا اجر وثواب حاصل کرنے کی نیت سے آدمی اُٹھ جاتا ہے ،اور اس سے اپنی جگہ بیٹھنے کے لئے درخواست کرتا ہے۔تو اگر بغیر کسی جبر اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دباؤ کے ازخود اُٹھ گیاہےتب تو الگ بات ہے۔لیکن بعض مرتبہ عقیدت مند لوگ زبردستی اُٹھواتےہیں کہ:حضرت آ رہے ہیں ، یہ جگہ خالی کرو؛ایسا کرنا بالکل صحیح نہیں ہے۔وہ دیکھ کر ازخود اُٹھ جائے،یا اس کو متوجہ کیاگیا اور وہ اپنی مرضی سے اٹھا ؛تو دوسری بات ہے۔لیکن اگر اٹھنے کے لیےاس کا جی تو چاہتا نہیں تھا اِن لوگوں نے زبردستی قبضہ کرلیا؛تویہ صحیح نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول بتلایاگیا کہ اگر کوئی آدمی از خود اٹھ جاتا تب بھی آپ اس کی جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے،وہ خیال فرماتے تھے کہ ہو سکتا ہے وہ شرما حضوری میں کھڑا ہوگیاہو۔اس لیے کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتاہے کہ اندر سے دل تو نہیں چاہتا،لیکن اگر نہ اُٹھےتواچھابھی نہیں لگتا،اس لیےبادلِ ناخواستہ اٹھ جاتاہے۔علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مزید احتیاط اور تقویٰ کے پیشِ نظر اس جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے، باقی مسئلہ یہی ہے کہ وہ از خود اُٹھا ہو،تواس نے اپنا حق آپ کے لئے چھوڑ دیا،اس لیے آپ بیٹھ سکتے ہیں ۔

ایثار بالقُرَب:

ایک بات اور ہے، مثلاً:ایک آدمی پہلے سے آکر مسجد میں پہلی صف میں بیٹھا ہوا ہے،تو اب وہ کسی دوسرے کے لئے پہلی صف والی جگہ خالی کرے؛جو ”إِیْثَار بِالْقُرَبْ“ کہلاتاہے کہ نیکی کے کاموں میں اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دینا؛یہ جائز ہےیا نہیں ؟ توفقہاء نے اس پر

مستقل کلام کیاہے کہ دوصورتیں الگ الگ ہیں۔ایک صورت تویہ ہے کہ اپنی ضروریات و خواہشات کی تکمیل کے معاملہ میں ایثار سے کام لینا،مثلاً:مَیں کھاناکھا رہاہوں ، اور آپ آگئےتومَیں نے کھاناچھوڑدیااور آپ کے لئے پیش کردیا، آپ کواپنےاوپرترجیح دی؛یہ تو اچھی بات ہےاورنیکی کاکا م ہے۔ قرآنِ پاک میں اس پر تعریف کی گئی ہے:﴿يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ان چیزوں میں تو اپنی خواہش کے مقابلہ میں دوسروں کوترجیح دی جائے۔

لیکن دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی صف میں آپ کوموقع ملاتھاجو ایک عبادت کی چیز ہے، آپ اس کو چھوڑ کر وہ جگہ دوسرے کودے رہے ہیں ؛ تواس پر فقہاء نے کلام کیا ہے۔بعض تو اس کی اجازت نہیں دیتے کہ آپ عبادت کے معاملہ میں بے پرواہی برت رہے ہیں ،گویا آپ یہ سمجھ کرہٹ رہےہیں کہ مجھے پہلی صف کی ضرورت نہیں ہے؛ اس لیے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ:اپنے آپ کو پہلی صف کا محتاج سمجھتے ہوئے اکراماً اگر کوئی آدمی اپنی جگہ خالی کرے؛ تو اس کی گنجائش ہے۔ہاں ! جہاں خالص عبادت کا معاملہ ہو وہاں اس کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

پہلے بیٹھنے والازیادہ حق دارہے:

حدیث ۸۲۶:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن أَبِي هريرة رضی اللہ عنہ **أَنَّ رسول الله (ﷺ) قَالَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَجْلِسٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ.**
(رواہ مسلم)

ترجمہ:–حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی جب مجلس سے اُٹھا، پھر لوٹ کر آیا؛تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

افادات:–یہاں دوسرا مسئلہ بتارہے ہیں کہ مثلاً:ایک آدمی مسجد میں آکر پہلے سے بیٹھا ہواہے،ابھی نماز نہیں ہوئی ہےاور اس کوکوئی عذر پیش آگیا،جیسے پیشاب کا تقاضا ہوا، یا وضو ٹوٹ گیا، تووہ مجبوراً اپنے اس تقاضہ کو پوراکرنے کے لئے اُٹھ کرگیا، اور ساتھ ہی ساتھ کوئی ایسی شکل اختیار کی کہ جس سےلوگ یہ سمجھیں کہ وہ دوبارہ آنےوالاہے،جیسے:اپنا رومال ، قلم، یا کوئی اورچیزرکھ دی،توچوں کہ وہ پہلے سے بیٹھا ہواتھا اس لیے اس جگہ کا وہی حق دار ہے،وہ وضوکرنے کے لئے گیا اس دوران کوئی آدمی آکر وہاں بیٹھ گیاتویہ اس کو وہاں سے اُٹھاسکتاہے، اس لئے کہ یہ اپنی اس جگہ کو چھوڑکرنہیں گیاتھا،بلکہ مجبوری کی وجہ سے وضو کرنے کے لیے گیاتھا،اوریہ ایک ایسی چیز ہے جس کو ہم سب بھی سمجھ سکتےہیں۔ایسامعاملہ ٹرین میں بہت پیش آتاہے کہ کوئی آدمی سیٹ کے اوپربیٹھا ہواورپیشاب کے لئے جائے،تو ساراڈبہ کھڑا ہو تب بھی کوئی شخص اس کی جگہ پر اپنا حق نہیں سمجھتا، جب وہ واپس آتا ہے تو لوگ خود سمجھ جاتے ہیں کہ وہ چھوڑ کر نہیں گیا تھا،اس لیےاس جگہ پراسی کا حق ہے۔ہاں ! اگراس جگہ کوچھوڑ کرچلا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گیا ہو ،اور کوئی ایسی علامت بھی نہیں رکھی تھی،بلکہ اس کے انداز ہی سے معلوم ہورہاتھا کہ یہ جگہ چھوڑ کر جارہا ہے ،تو اب وہ کسی کو نہیں اُٹھاسکتا۔

اپنی جگہ رکوانا:

بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ خود آئے بغیر کسی دوسرے کے ذریعہ سے جگہ پر قبضہ کراتے ہیں کہ کسی دوسرے نے اس کے لئے رومال رکھ دیا؛تواس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ہاں! خود آکر بیٹھاہو اور کسی وجہ سے جانے کی نوبت آئی ہو؛تواس صورت میں رومال وغیرہ رکھ سکتے ہیں

بعد میں آنے والا مجلس کے کنارے بیٹھے:

حدیث ۸۲۷:-

وعن جابر بن سَمُرَة رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ (ﷺ) جلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي.(رواہ أبوداودوالترمذی وقال:حديث حسن)

ترجمہ:-حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب نبی ٔ کریم (ﷺ) کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے ،تو جہاں مجلس ختم ہوتی تھی وہیں بیٹھ جاتے تھے۔

افادات:-جیسے ہماری یہ مجلس پہلے سے لگی ہوئی ہے اور بعد میں کوئی نیا آدمی آیا جو لوگوں کو چیر کر آگے آنے کی کوشش کرے؛تو یہ براہے۔یہ توسب لوگوں کو تکلیف پہنچانا ہوا اِس کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شریعت اجازت نہیں دیتی،بلکہ شریعت یہ کہتی ہے کہ جب آپ بعد میں آئے ہیں تو جہاں مجلس ختم ہورہی ہےاور آخری آدمی جہاں بیٹھا ہے ،وہیں بیٹھ جایئے؛یہ بھی آدابِ مجلس میں سے ہے۔چاروں کناروں کے آخری حصے میں جہاں بیٹھنا چاہو بیٹھولیکن بیچ میں نہ آؤ۔بیچ میں آنا دوسروں کو تکلیف پہنچانا ہے۔

لوگوں کو چیر کر آگے نہ بڑھے:

حدیث ۸۲۸:-

وعن أَبي عبد الله سَلْمَان الفارسی رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رسول الله (ﷺ) : لاَيَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلاَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ، إِلاَّ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الأُخْرَى. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: کوئی آدمی جمعہ کے روز غسل کرےاور اپنی طاقت کے مطابق پاکی حاصل کرے(پورے جسم کی صفائی کرے) تیل لگائے ، خوشبو(ہوتو) استعمال کرے ، پھر وہ اپنے گھر سے مسجد جانے کے لئے اس شان سے نکلے کہ مسجد میں پہنچنے کے بعد دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ کرے(بیٹھے ہوئے لوگوں کو چیر کرآگے نہ جائے) پھر اللہ تعالیٰ نے جو توفیق دی وہ نماز پڑھے(یعنی نفل ، سنت) پھرامام جب خطبہ دینے لگے تو خاموشی سے سنتا رہے؛ تواس کے اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک کے سارے (صغیرہ)گناہ معاف ہوہی جائیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–اس لئے کہ کبیرہ گناہ تو آدمی جب تک توبہ نہ کرے وہاں تک معاف نہیں ہوتے۔

اس روایت کو صرف اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے لائے ہیں کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوں اور لوگ صفیں بناکر بیٹھے ہوئے ہوں ، تو آپ ان کو چیر کر آگے نہ بڑھیں؛ اس کی اجازت نہیں ہے۔البتہ اگر آگے کی جگہیں خالی ہیں اور لوگوں نے پیچھے صفیں بنالیں ہیں؛ تو فقہاء لکھتے ہیں کہ: آگے کی جگہوں کو خالی رکھ کر پیچھے صف بنانے والوں نے گویا اپنی رعایت کا حق ختم کردیا،یعنی ہمیں ان کے ساتھ رعایت کرنی چاہیے تھی کہ ہم ان کو چیر کر آگے نہ جائیں، لیکن انہوں آگے جگہیں خالی چھوڑ کر اپنی رعایت کا حق خود ہی ختم کردیا ؛اس لئے ایسی صورت میں کوئی آدمی لوگوں کو چیر کر آگے کی خالی جگہیں پُر کرنا چاہے؛ تو کرسکتا ہے۔

دو کے بیچ میں نہ گھسے:

حدیث ۸۲۹:-

وعن عمرو بن شُعَيب، عن أبيهِ، عن جَدِّهِ رضی اللہ عنہ أنَّ رسول الله (ﷺ) قَالَ: لاَ يَحِلُّ لِرَجُلٍ أنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إلاَّ بِإذْنِهِمَا .(رواہ أبو داود والترمذی، وقال: حدیث حسن)

وفی روایة لأبی داود: ((لاَ يُجْلَسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إلاَّ بِإذْنِهِمَا)).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان تفریق کرے؛ مگر ان دونوں کی اجازت سے۔

افادات:–دوسری روایت کے الفاظ سے اس بات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوں اور کوئی آدمی آ کر ان کے بیچ میں آڑ ڈال کر بیٹھ گیا؛ تو یہ برا سمجھا جائے گا۔ ان کی اجازت کے بغیر اس طرح بیچ میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ اگر ان کی اجازت کے بغیر درمیان میں بیٹھے گا تو ان کے لئے ناگواری اور تکلیف کا باعث ہوگا ،اور کسی مؤمن کو کسی بھی طرح تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں ہے

حلقہ کے بیچ میں نہ بیٹھے:

حدیث ۸۳۰:-

وعن حذیفة بن الیمان رضی اللہ عنہ أَنَّ رسول اللہ (ﷺ) لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الحَلْقَةِ. (رواہ أبو داود بإسنادٍ حسن)

وروی الترمذی عن أبي مِجْلَزٍ: أَنَّ رَجُلاً قَعَدَ وَسَطَ حَلْقَةٍ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: مَلْعُونٌ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ (ﷺ). أَوْ لَعَنَ اللهُ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ (ﷺ). مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الحَلْقَةِ. (قَالَ الترمذی: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ:–حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے اس آدمی پر لعنت فرمائی جو حلقہ کے بیچ میں بیٹھ جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوسری روایت میں ہے : ایک آدمی حلقہ کے بیچ میں آکر بیٹھ گیا،توحضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا آدمی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی ملعون ہے۔یایہ فرمایا: ایسے آدمی پرجوحلقہ کے بیچ میں آکربیٹھ جائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

افادات:–مطلب یہ ہے کہ لوگ دائرہ بناکر گفتگو میں مشغول ہیں ،بات چیت کررہے ہیں اور کوئی آدمی آکران سب کوچیر کران کے بیچ میں بیٹھ جائے،تو اس کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا کہ اس سے منع کیاگیا ہے ،پھر بھی کرتاہے تو ایسے آدمی پر لعنت ہے۔

آرام سے بیٹھیں :

حدیث ۸۳۱:-

وعن أَبي سعيدٍ الخدريِّ رضی اللہ عنہ **قَالَ: سَمِعْتُ رسول الله** (صلی اللہ علیہ وسلم) **يقول: ((خَيْرُ المَجَالِسِ أوْسَعُهَا.))** (رواه أبو داود بإسنادٍ صحيح عَلَى شرط البخاري)

ترجمہ:–حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: بہترین مجلس وہ ہے جس میں کشادگی ہو۔

افادات:–یعنی بیٹھنے والے بغیر کسی تنگی کے آرام سے بیٹھیں ، جگہ میں اگر وسعت ہے تو تنگی کرنے کی ضرورت نہیں ،ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق آرام سے بیٹھے ،تاکہ سب لوگ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اخیر تک اطمینا ن سے بیٹھ سکیں ، کسی کے لئے تکلیف اور پریشانی کا بھی باعث نہ ہو؛ اس کو حضو راکرم (ﷺ) نے بہتر مجلس فرمایا ہے۔

کفارۂ مجلس:

حدیث ۸۳۲:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (ﷺ) : مَنْ جَلَسَ فِى مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ. فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ. أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ. أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ'' إِلاَّ غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِى مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ. (رواہ الترمذی،وقال:حدیث حسن صحیح)

ترجمہ:-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا:کوئی کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں بے ہودہ اور لایعنی باتوں کی کثرت ہوئی تو اگر اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے یہ پڑھ لے:سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ. أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ. أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، تو اس مجلس میں جتنی بے ہودگی ہوئی؛وہ سب اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے۔

حدیث ۸۳۳:-

وعن أبي بَرْزَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رسول الله (ﷺ) يقولُ بِأَخَرَةٍ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ مِنَ الْمَجْلِسِ: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ))فَقَالَ رَجُلٌ:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

يَارسولَ الله ! إِنَّكَ لَتَقُول قَوْلاً مَا كُنتَ تَقُولُهُ فِيمَا مَضَى ؛ قَالَ : ((ذٰلِكَ كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ))(رواہ أبو داود.ورواہ الحاکم أبو عبد الله فی " المستدرك " من رواية عائشة رضی الله عنها وقال: صحيح الإسناد)

ترجمہ:–حضرت ابو برزہ اَسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم (ﷺ) حیاتِ طیبہ کے آخری زمانہ میں جب مجلس سے اُٹھنے والے ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے :((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ))ایک آدمی نے پوچھا:اے اللہ کے رسول! آج کل (مجلس کے اخیر میں) آپ ایسی دعا پڑھتے ہیں جو پہلے نہیں پڑھتے تھے؟(یعنی پہلے آپ کا اس دعا کے پڑھنے کا معمول نہیں تھا،اب آپ نے معمول بنا لیا ہے)تو حضورِاکرم (ﷺ) نے فرمایا: مجلس میں جو بے ہودگیاں اور لایعنی ہوجایا کرتی ہیں ؛یہ دعا اس کے لئے کفارے کا کام دیتی ہے۔

غفلت کی تلافی:

افادات:–ہر وہ مجلس جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو، نبیِ کریم (ﷺ) کے اوپر درود نہ بھیجا گیا ہو، قیامت کے روز ایسی مجلس ان مجلس والوں کے لیے باعثِ حسرت ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ جس مجلس میں بیٹھنے والوں کے اوپر شروع سے لے کر آخر تک ایسی غفلت طاری رہی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد کی نوبت ہی نہیں آئی، نبیِ کریم (ﷺ) پر درود نہیں بھیجا گیا، تو وہ پچھتائیں گے کہ :کاش! اس مجلس میں ہم شریک نہ ہوئے ہوتے، اس حسرت کو دور کرنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے لئے نبی کریم (ﷺ) نے ایک طریقہ بتلادیا۔یہ بھی نبی کریم (ﷺ) کی شفقت اور محبت کی بات ہے کہ امت کی طرف سے اگر غفلت کا ارتکاب ہوگیاتو اس کی تلافی کی شکل بھی بتلادی۔

لیکن ایک بات یاد رہے کہ اس مجلس میں جوصغیرہ گناہ ہوئے ہیں وہ اس دعا سے معاف ہوں گے،اگرکبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیاگیاہے ،مثلاً: کسی کی غیبت کی گئی ہے، جھوٹ بولاہے، کسی کی تحقیر کی گئی ہے، کسی کا استہزاء اور ٹھٹھا کیاگیا ہے؛ توکفارہ ٔمجلس والی دعاسے بھی وہ معاف نہیں ہوں گے،ان کے لئے توبہ ضروری ہے۔ویسے "أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ"اگر دل کی توجہ کے ساتھ، معنٰی کااستحضار کرتے ہوئے پڑھے گا؛تو اس صورت میں وہ گناہ بھی معاف ہوسکتے ہیں ۔

مجلس میں پڑھنے کی دعا:

حدیث ۸۳۴:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قَالَ : قَلَّمَا كَانَ رسول الله (ﷺ) يَقُومُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتَّى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَآءِ الدَّعَوَاتِ : أَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا ، اللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا ، وَأَبْصَارِنَا ، وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا ، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلَى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا ، وَلاَ تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا ، وَلاَ تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا ، وَلاَ مَبْلَغَ عِلْمِنَا ، وَلاَ تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لاَ يَرْحَمُنَا . (رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کسی مجلس سے بہت کم اٹھتے تھے مگر دعا کے یہ کلمات ضرور پڑھ کرلیا کرتے تھے(گویا آپ (ﷺ) کا معمول اس دعا کا بھی تھا)اے اللہ! اپنی اتنی خشیت اور اتنا خوف ہمیں عطا فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان رکاوٹ بن جائے،اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی اتنی توفیق عطا فرما جس کے ذریعہ توہمیں جنت تک پہنچادے،اورہمیں یقین کی اتنی مقدار عطا فرما جس کے ذریعہ دنیا کی مصیبتیں ہمارے لئے آسان کردے۔اے اللہ! تو ہمارے کانوں، ہماری آنکھوں اور ہمارے دوسرے قویٰ کے ذریعہ ہمیں فائدہ پہنچا جب تک کہ تو ہمیں زندہ رکھے(اور ان سارے اعضاء کو ہمارے بعد تک باقی رکھ)اورہمارا وارث بنا۔اور ہمار ا انتقام ان لوگوں پر رکھ جو ہم پر ظلم کریں،اور جو ہم سے عداوت ودشمنی رکھنے والے ہیں ان کے مقابلہ میں تو ہماری مدد کر۔اور ہمارے دین کے اندرکوئی نقص اور کمی نہ آنے دے۔دنیا کو ہماری فکروں کاغالب حصہ ،اور ہماری کوششوں کی انتہانہ بنا۔اور جوہم پر رحم نہ کریں ایسے دشمنوں کوہم پر مسلط نہ فرما۔

گناہ کیوں ہوتا ہے؟:

افادات:- اس دعاکے اندرچندباتیں قابلِ توجہ ہیں :-

[ا] آدمی گناہوں کا جوارتکاب کرتاہے وہ خوف وخشیت کی کمی کی وجہ سے کرتا ہے،اس لیےسوال کیاگیاکہ:ہمیں اپنا اتنا خوف عطا فرماکہ تیرے اس خوف کے نتیجہ میں ہم تیری نافرمانی سےبازرہیں۔نیزیہ بھی غورکرنے کا مقام ہے کہ خوف کے لئے حد بندی کردی گئی کہ اتنا ہی خوف عطافرماجو نافرمانی سے باز رکھنے کاذریعہ بن جائے۔اس لیے کہ کبھی خوف اتنا زیادہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوجاتاہے کہ آدمی مایوس ہوکر بیٹھ جاتاہے؛تو وہ پسندیدہ نہیں ہے، اس لیےخوف کی اتنی ہی مقدار مطلوب ہےجو اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی سے آدمی کو باز رکھنے والی ہو۔

ٹینشن کی وجہ :یقین کی کمی:

۲ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری پر ملنے والے اجروثواب کا،اور پیش آنے والے حالات وآزمائشوں پر اللہ تعالیٰ کے یہاں جواجروثواب ملنےوالاہےاس کا بھی اتنا زیادہ استحضار اوراعتمادویقین ہوکہ ذرا سی بھی تکلیف اور بیماری آئی، سر میں درد ہوا، یااور کوئی نقصان ہوگیا؛توسوچ کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں مجھے اجر ملے گا۔اگر آدمی یہ سوچ لے تو سارے حالات اورپریشانیاں اس کے لئے آسان ہوجائیں ۔نبیٔ کریم (ﷺ) فرماتے ہیں :مؤمن کو کانٹا بھی چبھتاہے تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ثواب ملتاہے(صحیح مسلم:٦٧٢٦،باب ثَوَابِ الْمُؤْمِنِ فِيمَا يُصِيبُهُ مِنْ مَرَضٍ أَوْ حُزْنٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا)

حدیثِ پاک میں آتاہےحضوراکرم (ﷺ) نےارشادفرمایا:دنیامیں جن لوگوں پر مصیبتیں اور بیماریاں آئیں تھیں ان کوقیامت کے روزجب اجر و ثواب ملے گا؛اس کو دیکھ کر عافیت والے لوگ- جن پر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں آئی تھی- تمنا کریں گے: کاش!دنیا میں ہمارے جسموں کوقینچیوں سے کاٹاجاتا(سنن ترمذی:٢٥٨٢،باب من أحد يموت إلاّ ندم) مطلب یہ ہے کہ اگرہمارایہ یقین بن جائے کہ جو بھی مصیبت آتی ہے وہ فائدہ سے خالی نہیں ہے،مثلاً: تجارت نہیں چل رہی ہے ،توآدمی یہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یقین رکھے کہ کوئی بات نہیں ، یہ مصیبت ہمارے لئے آخرت کے اجر و ثواب کا باعث ہے، تو کبھی پریشانی اور ٹینشن نہیں ہو گا۔ جتنے بھی ٹینشن ہیں ؛وہ یقین کی کمی کی وجہ سے ہیں۔

مرتے دم تک تمام قویٰ سلامت رہیں :

۳ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ابھی مرا نہیں کہ اس سے پہلے ہی بینائی رخصت ہوجاتی ہے، شنوائی یعنی سننے کی صلاحیت رخصت ہوجاتی ہے ،دوسرے اعضاء جیسے ہاتھ پاؤں جواب دینے لگتے ہیں، دماغ کی قوت ،حافظہ جواب دینے لگتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عام طور پر آدمی کے قویٰ جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں ،وہ سارے بڑھاپے میں دھیرے دھیرے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں ؛تو نبی ٔ کریم (ﷺ) نے ہمیں یہ دعا سکھلائی: اے اللہ! جب تک تو ہمیں زندہ رکھے اس وقت تک ہماری ساری صلاحیتیں برابر کام کرتی رہیں ، کسی میں کوئی کمی نہ آئے ، کان اپنا کام کرتے رہیں، آنکھیں اپنا کام کرتی رہیں ، دوسرے قویٰ اپنا کام کرتے رہیں ؛ بلکہ ہم جب دنیا سے جائیں تو وہ موجود اور باقی ہوں۔ ان کو وارث بنا یعنی اخیر زندگی تک باقی رکھ۔

دین پر مصیبت نہ آئے:

۴ اور ہمارے دین کے اندر کوئی نقص اور کمی نہ آنے پائے۔ مصیبت کا اثر اگر دنیا پر پڑ اکہ تجارت میں کوئی نقصان ہو گیا، کوئی اور بیماری آگئی، تو وہ زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے، لیکن

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جو مصیبت دین کے معاملہ میں آئی، جیسے: پہلے نمازوں کی پابندی تھی،اب نمازیں چھوٹنے لگیں، جماعت چھوٹنے لگی، تلاوت کا اہتمام تھا، لیکن اب وہ اہتمام باقی نہیں رہا؛ اسی کو مانگا گیا کہ: اے اللہ! یہ مصیبت نہیں آنی چاہیے، اس لیے کہ یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔

دنیا کی فکر غالب نہ ہو:

۵ اور دنیا کو ہماری فکروں کا غالب حصہ نہ بنا، اور نہ ہماری کوششوں کی انتہا بنا۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ جب بھی ہم کچھ سوچیں تو دنیا ہی کو سوچیں، اور جو بھی محنتیں کریں؛ دنیا ہی کے لئے کریں، بلکہ دنیا کے لئے ہماری سوچ اور ہماری محنت ضرورت کے بقدر ہو، باقی ساری سو چ اور محنت آخرت کے لئے ہو۔

۶ اے اللہ! جو لوگ ہم پر رحم نہ کریں ایسے دشمنوں کو ہم پر مسلط نہ فرما۔ معلوم ہوا کہ جو بے رحم دشمن مسلط کیے جاتے ہیں وہ ہمارے گناہوں ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ اس لیے آدمی کو چاہیے کہ یہ دعا مانگتا رہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باعثِ حسرت مجلس:

حدیث ۸۳۵:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللهَ تَعَالَى فِيهِ، إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةٌ. (رواه أبو داود بإسنادٍ صحيح)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو لوگ ایسی مجلس سے اُٹھتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو، تو وہ اس مجلس سے ایسے اُٹھتے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں، اور یہ مجلس ان کے لئے قیامت کے روز حسرت کا باعث ہوگی۔

جس مجلس میں ذکر نہ ہو:

حدیث ۸۳۶:-

وعنه، عن النبيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِساً لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ تَعَالَى فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ فِيهِ، إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ؛ فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ. (رواه الترمذي، وقال: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: لوگوں نے جو مجلس بھی ایسی لگائی جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہوا، اور جس میں ان کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود شریف نہ پڑھا گیا؛ وہ مجلس ان پر وبال ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس پر ان کو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کردے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دست بکار ،دل بیار :

حدیث ۸۳۷:-

وعنه، عن رسول الله (ﷺ) قَالَ: مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالَى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ، وَمَنْ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ تَعَالَى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ. (رواه أبو داود)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم (ﷺ) کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: جو آدمی ایسی جگہ بیٹھا جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا گیا؛ تو وہ بیٹھک اس کے لیے وبال ہوگی۔ اور جو کہیں لیٹا جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا گیا؛ تو وہ لیٹنا اس کے لئے وبال ہوگا۔

افادات:- اس لیے جو بھی مجلس ہو اس میں آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف لگا ہوا ہونا چاہیے۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ: دل کا حال وہی ہونا چاہیے جو ”قطب نما“ کا ہوتا ہے۔ آپ لوگوں نے ”قطب نما“ تو دیکھا ہوگا ! اس کو آپ کسی بھی حالت میں رکھو؛ اس کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف ہی رہتی ہے۔ اسی طرح ہم بھی کیسی ہی مجلس میں ہوں ، دوستوں میں ہوں ، اپنے کاروبار میں مشغول ہوں ؛ بس! ہمارا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، آدمی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے ، اسی کی طرف ہمارے دل کی سوئی لگی رہے؛ تب ہی قلب کو سکون حاصل ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نبیِ کریم (ﷺ) نے جتنی بھی دعائیں بتلائی ہیں کہ کھانے سے پہلے یہ دعا پڑھو ، آخر میں یہ دعا پڑھو، سونے سے پہلے یہ دعا پڑھو، اٹھو تو یہ دعا پڑھو، اور بھی جو دعائیں رکھی گئی ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ آدمی کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔ ہر کام کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی یاد کرلی، پھر آخر میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد کرلی؛ تو بیچ والے حصہ میں اگر کچھ غفلت بھی رہی؛ تو اس کی تلافی ہو جائے گی، اور شروع اور آخر کی وجہ سے ان شاء اللہ وہ معاف ہو جائے گی۔

دن کے شروع میں اللہ تعالیٰ سے عہد:

بعض بزرگ فرماتے ہیں : آدمی صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اسی جگہ بیٹھے بیٹھے اپنے معمولات پورے کرکے جب اُٹھنے والا ہو، تو اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ایک عہد کرلے: "أَللّٰهُمَّ إِنَّ صَلوٰتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" اے اللہ ! میری نماز، میری عبادت ، میرا جینا اور میرا مرنا؛ تیرے ہی لیے ہے۔ اے اللہ! آج کے دن میں ابھی اُٹھنے سے لے کر شام کو سونے تک مَیں جو کچھ بھی کروں گا؛ میرے سارے کام تیرے ہی لیے ہوں گے۔ اس طرح ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرلے، پھر دن بھر کوشش میں لگا رہے اور اِدھر دھیان رہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کی نوبت نہ آئے۔ ویسے عہد کرلیا یہ بھی ان شاء اللہ کافی ہو جائے گا۔ اگر اس کا اہتمام کرلے گا تو ان شاء اللہ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ اس لیے ہمیں اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ہماری کوئی مجلس اللہ تعالیٰ کی یاد، اور نبی ٔکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود سے خالی نہ ہو۔درود شریف بھی ایک طرح کا عمدہ ذکر ہی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب الرؤیا

وما یتعلق بھا

خواب

اور اس سے متعلقہ چیزوں کا بیان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سونے اور مجلس کے آداب کا بیان چل رہا تھا۔ آدمی خواب سونے کی حالت ہی میں دیکھتا ہے، اسی مناسبت سے خواب اور اس کے متعلقات کو بیان فرماتے ہیں۔

اچھے خوابوں کی حیثیت:

حدیث ۸۳۸:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) يقول: لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلاَّ الْمُبَشِّرَاتِ. قالوا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی ٔکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا: نبوت میں سے سوائے مبشرات (خوش کرنے والی خبروں) کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: مبشرات (خوش کرنے والی خبریں) کیا چیز ہے؟ تو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اچھے اور نیک خواب۔

جو زبان کا سچا؛ وہ خواب کا بھی سچا:

حدیث ۸۳۹:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعنہ : أَنَّ النبیَّ (ﷺ) قَالَ: إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءاً مِنَ النُّبُوَّةِ۔ (متفقٌ عَلَيْهِ)

وفی روایۃ : أَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا، أَصْدَقُكُمْ حَدِيثاً .

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب زمانہ قریب ہوگا تو مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا،اور مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ایک اور روایت میں یہ بھی ہے: تم میں سب سے زیادہ سچا خواب اس کا ہے جس کی بات سچی ہو۔

افادات:-یعنی جو زبان کا سچا وہ خواب کا بھی سچا ہے۔گویا آدمی کی زبان کی سچائی کا اثر خوابوں پر بھی پڑتا ہے۔جو زبان کا جھوٹا ہوتا ہے اس کو خواب بھی جھوٹے ہی نظر آتے ہیں۔

چھیالیسویں حصہ کا مطلب:

خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ جو بتلایا گیا، علماء نے اس کی ایک توجیہ یہ لکھی ہے کہ جب نبیٔ کریم (ﷺ) پر وحی آنے کا سلسلہ شروع ہوا اس سے پہلے نبیٔ کریم (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچے خواب دکھلانے شروع ہوئے، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور بعض دیگر روایتیں ہیں ،اور جو چیز آپ خواب میں دیکھتے تھے، بیداری میں وہ چیز بالکل صبح کی روشنی کی طرح واضح ہو کر سامنے آجاتی تھی، یعنی وہ خواب ایک دم سچا ہو جاتا تھا، اور وہ واقعات جن کی طرف خواب میں آپ کی رہنمائی کی جاتی تھی، قریبی زمانہ ہی میں بیداری میں آپ (ﷺ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کو سچا ہوتا دیکھا کرتے تھے، اور یہ سلسلہ چھ مہینہ تک جاری رہا، پھر وحی کا آنا شروع ہوا۔ اور وحی کا سلسلہ شروع ہوا وہاں سے وفات تک کا زمانہ تیئیس سال کا ہے۔ تو چھ مہینوں کی نسبت تیئیس سال کے ساتھ اگر دیکھی جائے تو وہ تیئیس کا چھیالیسوں حصہ ہوتی ہے، اسی مناسبت سے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔

نبی کا خواب وحی ہوتا ہے:

اور نبوت کو نبوت جو کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہی بتلائی جاتی ہے کہ اس کا اصل مادہ ”نونؔ، بآء، ہمزہؔ“ ہے، اور خبر کو عربی زبان میں ”نَبَأٌ“ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنے بندوں میں سے بعض کو چن لیا جاتا ہے، پھر فرشتوں کے ذریعہ اور دوسرے طریقوں سے ان پر وحی بھیجی جاتی ہے جو وہ لوگوں کو بتلاتے ہیں۔ وحی کے مختلف طریقے ہیں، کبھی فرشتہ بھیجا جاتا ہے، کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے، کبھی خواب کے ذریعہ وہ چیز بتلائی جاتی ہے۔ تو وہ شخصیت جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں آتی ہوں؛ ان کو ”نبی“ کہا جاتا ہے۔

اور جن مختلف طریقوں کے ذریعہ ان شخصیات کو غیب کی خبریں بتلائی جاتی ہیں ان میں ایک طریقہ سچے خواب کا بھی ہے، اور سچے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں، لیکن جھوٹے اور ڈراؤنے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ شیطان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بندۂ مومن کو پریشان کرنے اورڈرانے کے لئے یہ تدبیر اختیار کرتا ہے۔اور بہت سی مرتبہ سچے خوابوں کے ذریعہ بعض وہ واقعات اور حالات جو مستقبل کے زمانہ میں پیش آنے والے ہوتے ہیں ، ان سے اللہ تعالیٰ بندۂ مؤمن کو آگاہ کر دیتے ہیں۔

تو نبی کے حق میں خواب بھی وحی کا ایک طریقہ ہوا کرتا ہے، اس لئے نبی کا خواب وحی کے حکم میں ہے، جیسے:حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کررہے ہیں،تو اس کو وحی سمجھ کر اس کا تذکرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے یہ حکم دیا جارہا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو جو باتیں پہنچائی جاتی تھیں،اس کا ایک طریقہ یہ بھی تھا۔اب نبوت تو ختم ہوچکی، نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں ، آپ کے بعد کوئی اور نبی تو آنے والے نہیں ہیں ، لیکن کائنات میں پیش آنے والے بعض واقعات سے متعلق بعض چیزوں کا اشارہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو سچے خواب کے ذریعہ دیدیتے ہیں، اس معنیٰ کر سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں ، اسی کو مبشرات سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ کسی نے کسی کے حق میں ،یا اپنے حق میں کوئی اچھی چیز دیکھی۔اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بندے کو دوسرے کے حق میں کوئی چیز دکھلائی جاتی ہے کہ فلاں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کوئی خیر اور بھلائی پہنچنے والی ہے،پھر وہ بیان کرتا ہے کہ فلاں کے متعلق میں نے یہ خواب دیکھا؛تو یہ بھی مبشرات کے قبیل سے ہی ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خواب شرعی حجت نہیں:

لیکن خواب کے معاملہ میں ایک بات یاد رہے کہ اس کو اس کی حد میں رکھنے کی ضرورت ہے۔لوگوں کا مزاج اس سلسلہ میں دو طرح کا ہے، بعض تو وہ ہیں جو اس کے اوپر بالکلیہ اعتبار اوراعتماد نہیں کرتے اور اس کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے؛ یہ بھی صحیح نہیں ہے جبکہ نبیٔ کریم (ﷺ) اس کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ فرمارہے ہیں،اور خوش کرنے والی کوئی چیز اگر خود دیکھے، یا کوئی دوسرا دیکھے ، تو اس کو نبیٔ کریم (ﷺ) مبشرات فرمارہے ہیں ؛اس سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی درجہ اور مقام تو ہے۔لیکن اتنا بھی نہیں جتنا کہ آج کل بعض لوگ دیتے ہیں اور خواب میں دیکھی ہوئی چیز کے متعلق یوں سمجھتے ہیں کہ جیسے وحی کے ذریعہ سے آئی ہوئی چیز سو فیصد پختہ ہوا کرتی ہے ایسے ہی یہ خواب کی چیز بھی ہے۔یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ہم اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کے علاوہ کسی کا بھی خواب شرعی طور پر حجت نہیں بن سکتا۔نیک آدمی بھی جو خواب دیکھے اس کا وہ خواب شرعی حجت اور دلیل نہیں ہے۔

کیا اچھا خواب دیکھنے کے بعد اعمال چھوڑدے:

تو یہ خواب بندۂ مؤمن کو خوش کرنے کا کام کرتے ہیں ،اس سے آدمی اپنے حق میں اچھی امیدیں اور توقعات تو قائم کرسکتا ہے،اور خواب دکھلائے جانے کو –چاہے اس کو دکھلایا گیا ہو یا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کسی اور کو دکھلایا گیا ہو-اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فالِ نیک سمجھ سکتا ہے ،لیکن اس کی وجہ سے خواب ہی پر اعتماد کر کے بیٹھ جانا، اوریوں سمجھ لینا کہ خواب میں یہ چیز دکھلائی گئی، اس لئے اب یہ مقام اور مرتبہ مجھ کو مل ہی گیا،اب مجھے کسی عمل کی ضرورت نہیں؛تو اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی،اورنہ ایسے خواب کا اتنامقام ہے۔اصل مدارِ نجات آدمی کے بیداری کے اعمال پر ہے۔

بعض لوگ اپنے خواب کی وجہ سے یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا مرتبہ حاصل کرلیا۔حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب سرہندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے نمبر کے صاحبزادے ہیں،اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مقرر کئے گئے تھے،ان کے مکتوبات میں ہے، کسی مرید نے کوئی خواب دیکھا تو اس کو تنبیہ فرمائی کہ: اگر خواب میں کسی کے سر پر تاجِ شاہی رکھ دیا گیا ؛تو کیا اس کی وجہ سے وہ بادشاہ بن گیا؟یعنی مَیں اورآپ اگرخواب میں یہ دیکھیں کہ ہم کو وزارتِ عظمیٰ کی کرسی مل گئی ہے؛ تو کیا دوسرے دن اُٹھ کر یوں کہیں گے کہ مَیں وزیرِاعظم بن گیا ؟

اچھے خواب کا اشتہار نہ دے :

اس لیے خواب کی وجہ سے آدمی اپنے متعلق بہت زیادہ خوش فہمی میں نہ رہے،اوراس کی وجہ سے اعمال کی طرف سے غفلت برتنا بڑی کوتاہی کی بات ہے۔جیسے کسی نے خواب میں دیکھا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے لئے جنت کا فیصلہ کردیا تو ساری دنیا میں اس کا اشتہار دینے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے، اس خواب کی وجہ سے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے اچھی امید قائم کرے، لیکن اعمال میں کوتاہی نہ کرے ، بلکہ اور زیادہ اعمال کا اہتمام کرے۔

اور خواب تو اپنی جگہ پر خواب ہے، مَیں آپ کو پہلے بھی بتلا چکا ہوں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنا اونچا مقام رکھتے تھے ، اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور صحابہ میں سب سے اونچے مقام پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جن کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ، ان کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کیفیت:

ایک مرتبہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) مختلف اعمال کا تذکرہ کررہے تھے کہ جو روزے رکھنے والے ہیں ان کو باب الرّیان سے جنت میں داخل کیا جائے گا ،اور فلاں عمل کرنے والے کو فلاں دروازہ سے داخل کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ نیکی کے مختلف اعمال کرنے والوں کو اسی نیکی کی مناسبت سے جنت کے اُس دروازہ سے داخل کیا جائے گا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! جس کے حق میں جنت کے ایک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دروازہ سے بھی داخل ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا تو اس کو ضرورت نہیں ہے کہ دوسرے دروازہ سے جائے، اس کی نجات کے لئے وہ بات کافی ہے ، لیکن پوچھنے کی حد تک میں پوچھ رہا ہوں کہ کوئی ایسا بھی اللہ کا بندہ ہوگا جس کو جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی؟ تو حضور (ﷺ) نے فرمایا: ہاں! اور امید کرتا ہوں کہ وہ آپ ہوں گے (بخاری شریف: باب الریان للصائمین)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اور بھی بہت ساری روایتیں ہیں ، حالاں کہ یہ وہ حضرات تھے جن کو نبی کریم (ﷺ) نے اپنی زبانِ مبارک سے جنت کی خوش خبریاں سنائیں ، عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں ، اس کے باوجود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ فرماتے تھے : کاش ! میں کوئی سبزہ ہوتا جس کو کوئی جانور کھا جاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فکر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ (ﷺ) نے فرمایا: اے عمر! تم جس گلی سے گذرتے ہو شیطان راستہ بدل دیتا ہے (بخاری و مسلم) لیکن اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے -جو حضور اکرم (ﷺ) کے راز دار تھے، جن کو نبی کریم (ﷺ) نے تمام منافقین کے نام بتلائے تھے - کہتے تھے: اے حذیفہ! ذرا بتلاؤ! آپ کو حضور (ﷺ) نے منافقین کی جو فہرست بتلائی ہے اس میں کہیں عمر کا نام تو نہیں ؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جن حضرات کو حضور (ﷺ) نے بالمشافہہ جنت کی خوشخبریاں سنائیں۔نعوذ باللہ ! ایسا نہیں تھا کہ ان کو حضوراقدس (ﷺ) کے ارشادات پر شک و شبہ ہو،بلکہ آپ (ﷺ) کی باتوں پر ان حضرات کو ایسایقین تھا جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا،لیکن حضور (ﷺ) کی زبانِ مبارک سے براہِ راست ان خوشخبریوں کو سننے کے باوجود وہ لوگ اعمال کے معاملہ میں غفلت نہیں برتتے تھے،اوراپنے معاملہ میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہتے تھے،بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے۔

اور ہمارا حال یہ ہے کہ کسی ایک نے آکر سنادیا کہ آپ کے متعلق میں نے خواب دیکھا کہ آپ تو بڑے اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں ،اور نور کی بارش ہو رہی ہے ؛تو بس!ہم ایسے مطمئن ہوکر بیٹھ جاتے ہیں کہ اب کسی عمل کی ہمیں ضرورت ہی نہیں۔یہ بڑا خطرناک معاملہ ہے۔جو آدمی ایسے خواب سننے کے بعد اعمال کی طرف سے غفلت برتے،اس کے لئے بڑی ہلاکت کی بات ہے ،حالاں کہ ایسا خواب سننے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتے ہوئے اعمال میں مزید کوشش کرنی چاہیے۔

شیطان اور شیخ جیلان رحمۃ اللہ علیہ :

بعض مرتبہ بیداری میں ایسی کوئی چیز ہوجاتی تب بھی اللہ کے مخصوص بندے اس معاملہ میں غفلت سے کام نہیں لیتے تھے۔سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ:ایک مرتبہ آپ عبادت میں مشغول تھے، اچانک ایک بادل نظر آیا ،پھر ایک نور نظر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آیا اور اس نور کے اندر سے ایک آواز آئی: اے عبدالقادر! تم پر سے ہم نے احکام کو اٹھالیا، اب شریعت کے احکام کے آپ مکلف نہیں رہے؛ آپ کو عبادت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ شیطانی دھوکہ ہے۔ انہوں نے سوچا کہ شریعت کے احکام تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نہیں اٹھائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا اتنا اونچا مقام تھا، ان سے بھی یہ معاف نہیں کئے گئے؛ تو میرے اوپر سے یہ چیزیں کہاں معاف ہو سکتی ہیں؟ چناں چہ فوراً انہوں نے لاحول پڑھا اور کہا: اے مردود! ہٹ جا؛ بس اتنا کہنا تھا کہ ایک دم اندھیرا سا چھا گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی: اے عبدالقادر! آپ اپنے علم کی وجہ سے بچ گئے؛ ورنہ میں نے اس طریقہ سے بہت سے نیک بندوں کو گمراہ کیا ہے۔ حضرت نے کہا: اے مردود! مَیں اپنے علم کی وجہ سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے بچ سکا۔ عارفین لکھتے ہیں کہ یہ دوسرا داؤ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ مبشرات اپنی جگہ پر اہمیت رکھتے ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی اعمال کے سلسلہ میں کوتاہی برتے۔ اگر کسی کے متعلق کوئی چیز نظر آئے تو اس کو اپنے متعلق اللہ تعالیٰ سے امیدیں تو قائم کرنی چاہئیں، لیکن پھر اعمال کے اندر ذرّہ برابر کوتاہی سے کام نہ لے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے، اور عمل کے اندر اور زیادہ مشغول رہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلوائی گئی یہ بشارت اس کے لئے حقیقت اور فالِ نیک ثابت ہو۔ دلیل یہ ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب قیام اللیل میں مجاہدہ فرماتے اور حضرت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں کہ آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں ؟ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا ہے، تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”أَفَلَا أَكُوْنَ عَبْداً شَكُوْراً“

خواب میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کے لیے کوئی عمل کرنا:

حدیث ۸۴۰:-

وعنه، قَالَ: قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقْظَةِ - أَوْ كَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقْظَةِ - لاَ يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا؛ وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا۔ یا یہ فرمایا: گویا اس نے مجھے بیداری میں دیکھا، اس لئے کہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

افادات:- حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خواب میں دیکھنے کے سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ بغیر کسی کوشش کے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت خواب کے اندر نصیب ہو جائے؛ تو یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ باقی اس کے لئے اعمال کا اہتمام کرنا جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں نماز پڑھی اور پھر اتنی مرتبہ درود پڑھا؛ تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت ہوگئی۔ تو اس سلسلہ میں علماء کے بھی دو گروہ ہیں، بعض حضرات نے اس کے لئے وظیفے بھی بتلائے ہیں ، خود بھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زیارت کا بہترین عمل:

اور بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ تکلف کرکے ان چیزوں کے اندر پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے بجائے آدمی نبیٔ کریم (ﷺ) کی سنتوں کی پیروی کا اہتمام کرے، جتنا زیادہ اتباعِ سنت کا اہتمام کرے گا ؛اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ خواب میں حضوراکرم (ﷺ) کی زیارت بھی نصیب فرمادیں گے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے آکر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:حضرت! کوئی ایسا وظیفہ بتلادیجئے کہ خواب میں حضور اکرم (ﷺ) کی زیارت ہوجائے۔تو جواب میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : بھائی!بڑا حوصلہ ہے۔ہمیں تو گنبدِ خضراء ہی خواب میں نظر آجائے؛ تو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آکر کسی نے کہا: حضرت! دعا فرمادیجئے،یا کوئی وظیفہ بتلائیے کہ خواب میں حضوراکرم (ﷺ) کی زیارت نصیب ہوجائے۔تو حضرت نے بھی جواب میں یہی فرمایا : بھائی!جو تم کہہ رہے ہو وہ بڑی جرأت کی بات ہے، ہم تو بہت ڈرتے ہیں کہ پتہ نہیں ! ہم اس کا حق ادا کرسکیں گے یا نہیں۔زیارت کا جوادب ہے ؛وہ ہم سے ادا ہوسکے گا یانہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک تو یہ ہے کہ کسی سے ان کی ملاقات کا از خود مطالبہ کرے، تو وہاں تو آداب کی رعایت کرتے ہوئے جانا پڑے گا۔ اور اگر کوئی بڑی شخصیت از خود اس کے یہاں آجائے، تو آداب کی توفیق بھی دی جائے گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت از خود کرادیں گے؛ تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آداب کی رعایت کی توفیق بھی دی جائے گی۔ لیکن اگر آدمی از خود اہتمام کرتا ہے تو اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ کہیں کسی ادب کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے۔ اس لئے بعض حضرات اس معاملہ میں بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت:

ہمارے اکابر کا حال تو یہ تھا کہ مدینہ منورہ کی حاضری پر بھی روضۂ مبارک پر ڈرتے ڈرتے حاضر ہوتے تھے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اقدامِ عالیہ کی طرف سے سلام پیش فرماتے تھے۔ یعنی جالی کے سامنے جو سوراخ بنے ہوئے ہیں جہاں سے عام طور پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے وہاں سے تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرۂ انور بالکل سامنے آتا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کبھی ادھر سے سلام نہیں پڑھتے تھے، بلکہ قدمِ مبارک کی طرف سے سلام پڑھتے تھے۔ ایک دو مرتبہ حضرت مواجہہ شریف پر گئے تو کسی نے پوچھا: اس روز آپ کیوں تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا: حضرت مولانا اسعد صاحب تھے، ان کے ساتھ گیا تھا، یا حضرت جی مولانا یوسف صاحب تھے؛

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان کے ساتھ گیا تھا، ورنہ مجھ اکیلے کی جرأت نہیں ہوتی کہ کبھی سامنے جاؤں۔ ان حضرات کا تو یہ حال تھا۔اس لئے خواب میں از خود دیکھنے کی کوشش کرنے کی اگر چہ گنجائش تو ہے، لیکن اس میں خطرات بھی بہت ہیں۔

اگر حضور (ﷺ) کو دوسرے حلیہ میں دیکھا:

دوسرا یہ کہ "نبیٔ کریم (ﷺ) کو جس نے خواب میں دیکھا اس نے حضور ہی کو دیکھا، اس لئے کہ شیطان آپ (ﷺ) کی شکل نہیں بناسکتا" اس سے کیا مراد ہے؟

اس سلسلہ میں متقدمین کے یہاں تو یہ تھا کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کا جو حلیۂ شریفہ تھا (یعنی آپ کا چہرۂ انور، آپ مبارک آنکھیں، اور آپ کے ہونٹ مبارک، اور آپ کی داڑھی مبارک، حضور اکرم (ﷺ) کی شکل و صورت اور آپ کا حلیۂ مبارکہ جو کتابوں میں لکھا ہے) اگر اسی حلیۂ شریفہ میں دیکھا ہے؛ تب تو صحیح ہے، ورنہ نہیں۔

چناں چہ شمائل ترمذی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آکر ایک آدمی نے کہا: مَیں نے حضورِ اکرم (ﷺ) کو خواب میں دیکھا ہے۔ تو اس سے پوچھا: اچھا بتلاؤ! تم نے جس شخصیت کو خواب میں دیکھا؛ ان کا حلیہ کیسا تھا؟ جب اس نے حلیہ بیان کیا اور وہ ہو بہو وہی تھا جو نبیٔ کریم (ﷺ) کا تھا؛ تب کہا: ہاں! تم نے حضور (ﷺ) کو دیکھا ہے۔ (شمائل ترمذی/بَابُ: مَا جَاءَ فِي رُؤْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ (ﷺ) فِي الْمَنَامِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس لئے ہماری ایک جماعت جس میں بڑے بڑے اکابر ہیں ،اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خود بھی ہیں،وہ فرماتے ہیں:دیکھنے والے نے اسی حلیۂ شریفہ میں دیکھاہوجو آپ کا تھا:تب تو صحیح ہے۔بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہاں تک کہا کہ :وفات کے وقت نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو حلیہ تھا اسی حلیہ میں دیکھا ہو :تب تو درست ہے۔اگرچہ انہی میں سے بعض حضرات اس طرف بھی گئے ہیں کہ پوری حیاتِ طیبہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو حلیہ رہاتھا، جوانی والا حلیہ میں دیکھا ہویا بڑھاپے والے حلیہ میں دیکھاہو،مطلب یہ ہے کہ پوری حیاتِ طیبہ کے کسی بھی دور میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کاجوحلیہ رہا ہے، اس میں سے کسی بھی حلیہ میں دیکھاہو:تب تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کو دیکھا ،ورنہ نہیں ۔

جب کہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ: ایسا نہیں ہے،بلکہ دوسرے حلیہ میں بھی اگر دیکھا ہو،اس صورت میں بھی کہاجائے گا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کو دیکھا۔

چناں چہ ہمارے اکابر میں اس سلسلہ میں یہ تین خیال ہیں :-

[ا] :-حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے : نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کاحلیہ جو کتابوں میں ہے، اس حلیہ میں دیکھاہوتو دیکھا ؛ورنہ نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

۲:- حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اپنے زمانہ کے اہلِ صلاح اور نیک لوگوں میں سے کسی کی شکل میں دیکھا ہو، تو حضور اکرم (ﷺ) کو دیکھا، دوسری کسی شکل میں دیکھا ہو؛ تو نہیں۔

۳:- لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : کسی بھی شکل میں دیکھا ہو، لیکن خواب دیکھتے وقت خواب دیکھنے والے کے دل کو یقین ہو کہ میں جس شخصیت کو دیکھ رہا ہوں، وہ حضور اکرم (ﷺ) ہیں، تو چاہے جس شکل میں بھی دیکھا ہو، اس نے حضور (ﷺ) ہی کو دیکھا ہے۔

دینداری جانچنے کا معیار :

اب جو شکل دیکھی ہے وہ اگر ایسی ہے جو نبی کریم (ﷺ) کے شایانِ شان نہیں ہے؛ تو کیا حکم ہے؟ تو اس سلسلہ میں کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دیکھنے والے کی دینداری میں کچھ کمزوری و کوتاہی ہے۔ گویا آپ (ﷺ) کی خواب میں زیارت آدمی کی دینداری کو جانچنے کا معیار ہے کہ وہ دینداری میں کس مقام پر ہے۔ چناں چہ نواب قطب الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مظاہرِ حق میں یہی بات لکھی ہے کہ اہلِ سلوک کے یہاں یہ ایک آلہ ہے، حضور (ﷺ) کو جس حلیہ میں دیکھا ہوگا اسی مناسبت سے اس کے متعلق اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے تدین میں کس مقام پر ہے۔

اور حضور اکرم (ﷺ) نے یہ بھی فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔ علماء فرماتے ہیں: یہ حکم حضور اکرم (ﷺ) کے زمانہ کا ہے، یعنی نبیٔ کریم (ﷺ) جب تک لوگوں کے درمیان موجود رہے آپ نے پردہ نہیں فرمایا تھا، وہاں تک اگر کوئی آدمی کسی اور جگہ آپ کو خواب میں دیکھتا تو اس کے لئے گویا حضور (ﷺ) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو بیداری میں بھی میری زیارت کروائے گا۔ لیکن آپ (ﷺ) کی وفات کے بعد کسی نے دیکھا تو اس کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔

روضۂ اقدس کی زیارت نصیب ہوگی:

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ: حضور اکرم (ﷺ) کے زمانہ میں جو آدمی آپ (ﷺ) کو خواب میں دیکھتا تو یہ گویا اس کے لئے بشارت تھی کہ اس کو بیداری میں بھی دیکھنا نصیب ہوگا۔ اور اِس زمانہ میں جس نے خواب میں دیکھا تو گویا یہ اس کے لئے اس بات کی بشارت ہے کہ اس کو روضۂ اقدس کی زیارت نصیب ہوگی۔ بہرحال! حضراتِ علماء کے اس سلسلہ میں یہ سارے نظریات ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شیطان کا حضور (ﷺ) کی شکل نہ بنا سکنے کی وجہ:

"لَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِی" "شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات پر قدرت نہیں دی ہے کہ حضور اکرم (ﷺ) کی شکل اختیار کرے۔ اس کی وجہ علماء نے لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام "ہادی" یعنی "ہدایت دینے والا" ہے۔ اور اللہ کا ایک نام "مضل" یعنی "گمراہ کرنے والا" بھی ہے۔ گمراہی بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے آتی ہے، اور ہدایت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ ہدایت اور ضلالت؛ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ حضور اکرم (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے اسم ہادی کا مظہر ہیں، اور شیطان اللہ تعالیٰ کے اسم مضل کا مظہر ہے۔ تو جو ذات اسم ہادی کا مظہر ہو اس کی شکل اختیار کرنے کی قدرت اسم مضل کے مظہر کو نہیں دی گئی۔

اچھا یا برا خواب دیکھے؛ تو کیا کرے؟:

حدیث ۱۸۴۱:-

وعن أَبِي سعيدٍ الخدريِّ رضی اللہ عنہ أَنَّه سَمِعَ النبيَّ (ﷺ) يقول: إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللهِ تَعَالَى، فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا، وَلْيُحَدِّثْ بِهَا- وفي رواية: فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا إِلَّا مَنْ يُحِبُّ- وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا، وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ؛ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کوئی آدمی جب ایسا خواب دیکھے جو اسے پسند ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، لہٰذا بیدار ہونے کے بعد اس پر اللہ کی حمد بیان کرے(الحمد للہ کہے) پھر جو آدمی ایسا ہو جو اس سے محبت رکھتا ہے اس کے سامنے اس کا تذکرہ کرے۔اور اگر کوئی ایسا خواب دیکھے جو پسند نہیں ہے (برا خواب دیکھے)تو وہ شیطان کا اثر ہے،لہٰذا جب بیدار ہو تو شیطان کے شر سے پناہ مانگے(یعنی"أَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" پڑھے) اور پھر اس کا کسی کے سامنے تذکرہ نہ کرے ؛تو(ان شاء اللہ) اس کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

افادات:–اچھا خواب دیکھے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور جو آدمی محبت رکھتا ہو اور جو خیر خواہ ہو؛ ایسے دوست کے سامنے تذکرہ کرے۔کسی ایسے آدمی کے سامنے تذکرہ نہ کرے جو خیر خواہی نہیں کرتا،اس لئے کہ اچھا خواب ہمارے لئے اچھی علامت ہے،اور جو خیر خواہ اور بھلائی چاہنے والے کے سامنے اگر بیان کروگے تو وہ خوش بھی ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ اس کی اچھی تعبیر بھی سوچے گا، اور جو برائی چاہنے والا ہوگا وہ اس کو سن کر مزید ضیق اور تنگی میں مبتلا ہوگا،اور اس کا کوئی اچھا مطلب بھی نہیں لے گا؛ تو اس سے کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے۔

برا خواب شیطان کا اثر ہوتا ہے،اس کے نقصان سے بچنے کی ترکیب یہی ہے کہ جب سو کر اٹھے تو"أَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" پڑھے۔دوسری روایتوں میں ہے کہ بائیں طرف تین

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مرتبہ تھتھکار دے،اور پھر اس کا کسی کے سامنے تذکرہ نہ کرے؛ تو ان شاء اللہ اس کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

بعض لوگ کوئی براخواب دیکھتے ہیں تو ڈرتے رہتے ہیں ، حضور اکرم (ﷺ) نے اس خواب کے شر سے بچنے کا بہترین طریقہ بتلا دیا کہ کسی کے سامنے اس کو بیان مت کرو،اور آنکھ کھلتے ہی" أَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ " پڑھ کر بائیں طرف تین مرتبہ تھو تھو کرلو۔

براخوب ؟پرواہ نہیں :

حدیث ۸۴۲:-

وعن أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النبيُّ (ﷺ) :الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ-(وفی رواية) الرُّؤْيَا الحَسَنَةُ-مِنَ اللهِ، وَالحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ. فَمَنْ رَأَى شَيْئاً يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهِ ثَلاَثاً. وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ ؛ فَإِنَّهَا لا تَضُرُّهُ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

((النَّفْثُ)): نَفْخٌ لَطِيفٌ لا رِيقَ مَعَهُ

ترجمہ :- حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا : اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے،اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔پس جو آدمی ایسا خواب دیکھے جسے ناپسند سمجھتا ہے، تو تین مرتبہ بائیں طرف تھو تھو کرلے، اور" أَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ " پڑھ لے؛تو ان شاء اللہ اس کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–چناں چہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں ان کا جملہ بخاری شریف میں نقل کیا گیا ہے کہ حضور اکرم (ﷺ) کا یہ ارشاد سننے سے پہلے مَیں جب کوئی برا خواب دیکھتا تھا تو بہت ڈرتا اور پریشان رہتا تھا، کہ اب کیا ہوگا؟ لیکن حضور اکرم (ﷺ) کا یہ ارشاد سننے کے بعد خطرناک خواب دیکھتا ہوں تب بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں رہتی۔بس! بیدار ہونے کے بعد فوراً "أَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" پڑھنے کے بعد تین مرتبہ تھتکار لیا کرتا ہوں۔اب مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔حضور اکرم (ﷺ) نے کیسی بہترین ترکیب بتلادی۔

برا خواب دیکھتے ہی آنکھ کھل جائے؛تو کیا کرے؟:

حدیث ۸۴۳:-

وعن جابر رضی اللہ عنہ **عن رسول الله (ﷺ) قَالَ: إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ.** (رواہ مسلم)

ترجمہ:–حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند نہیں کرتا، تو اسے چاہیے کہ بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور تین مرتبہ "أَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" پڑھے، اور کروٹ بدل لے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- ایک تو یہ ہے کہ برا خواب دیکھا اور صبح اُٹھا، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فوراً آنکھ کھل جاتی ہے پھر دوبارہ سونا ہے، اس کے لئے ترکیب بتلائی کہ براخواب دیکھا اور آنکھ کھل گئی تو پہلے تین مرتبہ بائیں طرف تھتکار کر، تین مرتبہ "أَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" پڑھ لے، اور پہلے جس کروٹ پر سویا ہوا تھا اس کروٹ کو بدل لے۔ دوران نیند اگر آنکھ کھل جائے، تو یہ حکمتِ عملی بتائی۔

سب سے بڑا بہتان:

حدیث ۸۴۴:-

وعن أَبي الأسقع واثِلَةَ بن الأسقعِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ الله (ﷺ): إنَّ مِنْ أعْظَمِ الفِرَى أنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إلَى غَيرِ أبِيهِ، أَوْيُرِي عَيْنَهُ مَالَمْ تَرَ. أَوْيَقُولَ عَلَى رسول الله (ﷺ) مَالَمْ يَقُلْ. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ آدمی اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف کرے (اپنے باپ کے نام کی جگہ پر دوسرے آدمی کا نام لکھنا بہت بڑا بہتان ہے) اور اپنی آنکھ کو وہ چیز دکھلائے جو اس نے نہیں دیکھی۔ اور حضور اکرم (ﷺ) کی طرف نسبت کر کے ایسی بات کہے جو آپ (ﷺ) نے نہیں فرمائی۔

افادات:- بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کسی سے کوئی منفعت اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ آپ کے متعلق تو مَیں نے ایسا عمدہ خواب دیکھا کہ آپ تو جنت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں سیر کررہے تھے۔ یہ سن کر وہ خوش ہو گیا، پھر اس سے اپنا مقصد نکلوالیا، حالاں کہ ایسا کوئی خواب اس نے نہیں دیکھا تھا۔ یا کبھی کسی پر رعب جمانے اور ڈرانے کے لئے جھوٹا خواب بیان کر دیتے ہیں ؛ تو یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

اسی لئے علماء لکھتے ہیں کہ جھوٹ بولنا تو بیداری کے اندر بھی برا ہے، لیکن خواب کی طرف جھوٹی نسبت کرنا بہت زیادہ برا ہے۔ اس لئے کہ شروع میں آیا تھا کہ خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ بتلایا گیا ہے، اس لئے اس میں جھوٹ بولے گا تو گویا وہ یوں کہنا چاہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ چیز بتلائی گئی ہے، اس صورت میں جھوٹ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو رہی ہے، اس لئے اس پر بڑی سخت وعید فرمائی گئی ہے۔

چناں چہ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جو آدمی ایسا کرے گا، قیامت کے دن اس کو جَو یا گیہوں کے دو دانے دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ ان دونوں میں گرہ لگاؤ، اور وہ ہرگز گرہ نہیں لگا سکے گا اور اس کو عذاب ہوتا رہے گا (بخاری شریف: بَابُ مَنْ كَذَبَ فِي حُلُمِهِ) اب دیکھنے میں تو یہ ایک معمولی چیز نظر آتی ہے، لیکن اس پر اتنا سخت عذاب ہے۔

حضور اکرم (ﷺ) کی طرف غلط بات کی نسبت کرے کہ حضور اکرم (ﷺ) نے یوں فرمایا، حالاں کہ حدیث میں ایسا نہیں آیا ہے؛ تو یہ بھی بہت بڑا بہتان ہے اور اس پر بڑی سخت وعید ہے، حدیث پاک میں آتا ہے حضور اکرم (ﷺ) فرماتے ہیں : مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (بخاری ومسلم) جو آدمی جان بوجھ کر میری طرف غلط بات کی نسبت کرے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔لہٰذا خواب کے متعلق بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

اس روایت میں تین باتیں آئیں ، ایک خواب سے متعلق بھی ہے اس لئے یہ روایت اس باب میں پیش فرمائی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کتاب السَّلاَم

سلام کے احکام و آداب

باب فضل السلام و الامر بافشائه

سلام کی فضیلت

اور

سلام کو عام کرنے کا حکم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نیاعنوان قائم کیاہے:"کتاب السلام"سلام سے متعلق احکام وآداب اور اس سے تعلق رکھنے والی چیزیں۔اس عنوان کے ماتحت بہت سارے ذیلی عنوانات ہیں۔پہلا عنوان ہے:سلام کی فضیلت اور شریعت کی طرف سے سلام کوعام کرنے کا حکم۔یعنی نہ صرف سلام کرو،بلکہ سلام کو پھیلاؤ۔

اجازت لیے بغیر داخل نہ ہو:

حدیثِ پاک میں ہر مسلمان کو-چاہےاس کوآپ پہچانتے ہو ں یا نہ پہچا نتے ہوں -سلام کرنے کاحکم دیاگیاہے۔اس سلسلے میں کچھ آیتیں پیش کی ہیں۔سب سے پہلے سورہ ٔنور کی ایک آیت ہے جس میں استیذان کا حکم دیا گیاہے کہ کسی کے گھر میں جب آدمی داخل ہونا چا ہے، توپہلے اجازت لے لے۔زمانہ ٔجاہلیت میں اگرکوئی آدمی کسی کےگھرمیں داخل ہوناچاہتاتو اجازت لیناضروری نہیں سمجھاجاتاتھا،بس!سیدھےاندرداخل ہوجاتاتھا، خاص کر ملنے جلنے والوں اوررشتہ داروں کے لئے تو اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی تھی۔جب پردہ کاحکم نازل کیاگیا تو اس کےبعدکسی کے گھر میں داخل ہونے کے واسطے اجازت لینے کو ضروری قرار دیاگیا۔یہ اتنا مہتم بالشان اوراہم حکم ہے کہ اس کوبیان کرنےکےلئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کئی آیتیں نازل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرمائیں، لیکن ہمارے معاشرہ میں اس کی طرف سے بڑی غفلت برتی جارہی ہے ،بہت سے دیندار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس معاملہ میں غفلت برتتے ہیں۔

استیذان کب؟اور کب نہیں؟:

باری تعالیٰ فرماتے ہیں :﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَتَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا (النور:٢٧)﴾اے ایمان والو !نہ داخل ہوؤان گھروں میں جو تمہارے گھروں کے علاوہ ہیں، یہاں تک کہ پہلے اجازت لے لواور گھروالوں کو سلام کرلو۔ایک تو وہ گھر جو آدمی کا اپنا مخصوص ہے، جس میں وہ تنہا رہتا ہے،اس کے علاوہ کوئی اور اس کے اندر رہائش پذیر نہیں ہے، یہاں تک کہ ماں باپ ، بھائی بہن اور دوسرا کوئی بھی نہیں رہتا۔یا اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے، بچے وغیرہ بھی نہیں رہتے کہ اگر جائے تو تالا لگاکر جائے،اورآئے تو تالا کھول کر بسم اللہ کہہ کر داخل ہوجائے؛تو اس میں داخل ہونے کے لئے کسی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اوراگر گھر کی ملکیت باپ کی ہے، اسی میں وہ رہتاہے اور اس گھر میں تنہا نہیں ہے بلکہ اس کے ماں باپ ، بھائی بہن، اور دوسرے اعزہ بھی رہائش پذیر ہیں ۔یا کسی پرائے آدمی کا گھر ہے؛تو ان تمام صورتوں میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے آدمی کو اجازت لینی یا اطلاع کرنی چاہیے۔ حضور اکرم (ﷺ) نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات خاص طور پر سکھائی تھی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ...؟:

ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں گھر میں میری ماں کے ساتھ رہتا ہوں، کیا میں گھر میں اجازت لے کر جاؤں؟ حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا: جی ہاں۔ اس نے پھر کہا: میرے گھر میں صرف میری ماں ہی رہتی ہے؛ پھر بھی؟ حضور (ﷺ) فرمایا: ہاں! پھر بھی۔ اس نے پھر کہا: مَیں تو ان کی خدمت کرتا ہوں؟ حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ماں کو ننگی حالت میں دیکھو؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو حضور (ﷺ) نے فرمایا: پھر اجازت لے کر داخل ہوئے۔ (مؤطا: باب الاستیذان)

اس لئے کہ آدمی گھر میں جب تنہا ہوتا ہے، تو بہت سی مرتبہ اس کو اپنی کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ستر کھولنے کی نوبت آتی ہے، جیسے: کسی کو ران میں کوئی تکلیف ہے، جب لوگوں کے درمیان ہوتا ہے تو ستر نہیں کھول پاتا، اس لئے جب دیکھتا ہے کہ گھر میں کوئی نہیں ہے، تو اس موقعہ کو غنیمت سمجھتا ہے کہ لاؤ! ذرا دیکھ لوں کیا تکلیف ہے اور دوا بھی لگا لوں۔

یا کبھی کپڑے بدلنے کی غرض سے آدمی یہ سمجھ کر کپڑے نکالتا ہے کہ گھر کا دروازہ بند ہے، اور گھر میں کوئی نہیں ہے۔ اب وہ ستر کھول کر بیٹھا ہے اور کوئی آدمی گھر میں گھس آیا؛ تو کیا منظر ہوگا؟

اسی چیز کی طرف نبی کریم (ﷺ) نے متوجہ کیا کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی اماں اکیلی رہتی ہیں، اور اس موقعہ پر انہوں نے کسی ضرورت سے یہ سمجھ کر اپنا ستر کھول رکھا ہے کہ گھر میں مَیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تنہا ہوں ، کوئی اور نہیں ہے، اور آپ بغیر اجازت کے اندر گھس گئے، تو اس صورت میں آپ کے لئے ایسی نوبت آئے گی کہ آپ کی نظر ان کے ستر پر پڑے گی۔ اس لئے آدمی کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ چاہے ماں باپ، بھائی بہن، یا دوسرے رشتہ دار رہتے ہوں؛ تب بھی اجازت لے کر گھر میں جائے۔

تب اجازت لینا ضروری نہیں:

البتہ گھر میں اکیلی بیوی ہو، اس کے علاوہ اور کوئی نہ ہو، تو چوں کہ شوہر کے لئے اپنی بیوی کے ستر کو دیکھنا جائز ہے، اس لئے وہاں اجازت لینا ضروری نہیں ہے، لیکن اس کے باوجو بہتر اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ وہاں پر بھی کچھ کھٹکا کر کے جائے، باہر سے ذرا آواز کر دے، جس سے وہ سمجھ جائے کہ شوہر گھر میں آرہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود جب بھی مکان میں تشریف لاتے تھے تو کھٹکا کر دیا کرتے تھے، حالاں کہ گھر میں مَیں تنہا ہوا کرتی تھی۔(مسند احمد:۳۶۱۵)

اگر اپنا ذاتی گھر ہے اور اس میں دوسرے لوگ بھی رہتے ہیں ، تو وہاں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف اطلاع دیدے کہ مَیں آرہا ہوں۔ اور اگر پرایا گھر ہے تو وہاں اجازت لینے کے بعد صاحبِ مکان کی طرف سے اجازت ملنے کا انتظار کیا جائے گا۔ اس اجازت طلب کرنے کو قرآن کریم نے عجیب انداز سے پیش کیا ہے: ﴿حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا﴾ اگرچہ عام طور پر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضراتِ مفسرین نے لفظ﴿تَسۡتَأۡنِسُوا﴾کا ترجمہ ”اجازت لو“کیاہے۔لیکن ”إِسۡتِیۡنَاس“جو عربی زبان کا لفظ ہے،اس کاترجمہ ہوتاہے کسی کو مانوس بنانا،انسیت حاصل کرنا،کسی کی طبیعت میں ہماری طرف میلان اور ہمدردی پیدا کرنا۔گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا:یہ گھر والے کے دل میں آپ کے لئے ایک طرح کی انسیت پیدا کرتاہے۔جب آپ اپنی کوئی ضرورت یا کام لے کرکسی کے یہاں جا رہے ہیں ،تو ظاہرہے کہ آپ کو اس کے ساتھ اس انداز سے پیش آناچاہیے کہ اس کی طبیعت پر بوجھ نہ ہو۔

آپ اپنی ضرورت لے کر کسی کے پاس گئےاوربغیر اجازت لئے ہی اس کے گھر کے اندر گھس گئے ،توصاحبِ مکان فوراً اَپ سیٹ(Upset) ہوجائے گا،اس کی طبیعت آپ کی طرف سے متنفر ہوجائے گی، اس کے بعدجب آپ اپنی بات پیش کریں گےتووہ دھیان نہیں دے گا،آپ اپنی ضرورت اس کےسامنے رکھیں گے تو اس کے پورا کرنے کی طرف بھی وہ توجہ نہیں دے گا۔اس کے برخلاف اگر آپ نے داخل ہونےسےپہلے مناسب طریقہ سے ادب و شرافت کےساتھ اجازت طلب کی ہوتی کہ مَیں آپ کے مکان پرحاضر ہوسکتا ہوں، مجھے اندرآنے کی اجازت ہے،تووہ بھی سوچتاکہ کوئی شریف آدمی آیا ہے،جی ہاں!تشریف لایئے، اب”السلام علیکم“کہئے اور داخل ہوجایئے۔تواجازت لیناگویا صاحبِ خانہ کی انسیت حاصل کرنا ہے،اس میں ہمارا فائدہ ہی فائدہ ہے،کوئی نقصان نہیں ہے۔ تو اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گھروں میں داخل ہوئے تو پہلے اجازت لو﴿تَسۡتَأۡنِسُوا﴾اُنس حاصل کرو،اوراس کا طریقہ یہ ہے ﴿وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰٓ أَهۡلِهَا﴾ گھروالوں کوسلام کرو۔

اجازت کیسے لے؟:

اب اجازت کس طرح لی جائے؟تو عام طورپر علماءیہ فرماتے ہیں اور احادیث سے بھی ثابت ہے کہ اجازت لینے کے لئے پہلے سلام کیاجائے: **"السلام علیکم ورحمۃ اللہ، میں احمد ہوں، آناچاہتاہوں ، مجھےاجازت ہے ؟**"جب اجازت مل جائے تودوبارہ سلام کرکے داخل ہوجائے (پہلے جوسلام کیاگیا وہ اجازت حاصل کرنے کے واسطے تھا) ساتھ ہی اپنانام بھی بولے۔

ابوداودشریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ قبیلۂ بنوعامر کےایک آدمی نے آکر حضور اکرم (ﷺ) سےیوں کہا:"أَأَلِجُ"میں داخل ہوسکتاہوں ؟"وُلُوج"عربی زبان میں کسی تنگ جگہ میں داخل ہونے کوکہتے ہیں،جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں گھس سکتا ہوں ۔توحضور اکرم (ﷺ) نےاپنے خادم سے کہاکہ: باہر جاکر اس آدمی کو اجازت لینے کا طریقہ بتلاؤ،اس سے کہو کہ یوں کہے:"السلام علیکم،"أَأَدْخُلُ"۔"أَأَلِجُ"نہ کہے۔ خادم جاکر اس سےکہے ،اُس سے پہلے ہی اس آدمی نے باہر سے آپ (ﷺ) کی یہ باتیں سن لیں ، تو اس نے اسی طرح کہا:السلام علیکم ورحمۃ اللہ "أَأَدْخُلُ"۔ حضوراکرم (ﷺ) نے کہا:"أُدْخُلْ" آجاؤ۔(ابوداودشریف:۵۱۷۷/باب کیف الاستئذان)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو پہلا سلام استیذان یعنی اجازت حاصل کرنے کے لئے ہے، سلام کے ساتھ اپنا نام بھی کہنا چاہیے، تاکہ اس کو پوچھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے کہ کون ہو؟ اور اگر کبھی کسی وجہ سے نام نہ بول پائے اور پوچھا کہ کون ہو؟ تو جواب میں صرف یہ نہ کہے کہ: مَیں ؛ بلکہ اپنا نام لینا چاہیے کہ فلاں ہوں۔

سب ہی "مَیں" ہیں :

ایک آدمی ایک مرتبہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اجازت طلب کی۔ پوچھا : کون ہو ؟ اس نے نام نہیں بتایا اور کہا: مَیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے دوستوں اور ملنے والوں میں " مَیں" نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ پھر انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہاں گئے، دروازہ کھٹکھٹایا، حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: کون ہو ؟ کہا: "أَنَا" مَیں ۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ناگواری کے ساتھ فرمایا: "أَنَا، أَنَا"؟ یعنی "مَیں" کہنے سے کیا پتہ چلے گا کہ کون ہے؟ سبھی "مَیں" ہیں۔

جواب ملنے کا انتظار کیجیے:

اور اجازت طلب کرنے کے لئے سلام کیا گیا تو اس کے بعد آپ جواب کا انتظار کیجیے، یعنی اتنا موقع دیجیے کہ وہ جواب دے سکے۔ اتنا انتظار کرنے کے بعد بھی اگر جواب نہ ملے، تو پھر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوبارہ اجازت طلب کرنے کی غرض سے سلام کیجیے، پھر موقع دیجیے۔اس کے بعد بھی جواب نہ ملے،توپھر تیسری مرتبہ سلام کر کے اجازت طلب کیجیے، اس پر بھی جواب نہ ملے، یاصاحبِ خانہ کی طرف سے کہاجائے کہ مَیں اس وقت ملنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں ،یا آپ سے نہیں مل سکتا؛تو بغیر کسی ناگواری کے، کچھ بھی برا مانے بغیرچپ چاپ وہاں سے خوشی کے ساتھ واپس تشریف لے جایئے،اس لئے کہ قرآن پاک میں ہے:﴿فَاِنۡ قِيۡلَ لَـكُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا‌ هُوَ اَزۡكٰى لَـكُمۡ‌﴾جب گھر والوں کی طرف سے یہ کہا جائے کہ واپس جایئے ، میں ابھی نہیں مل سکتا؛تواللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ واپس ہوجاؤ، اسی میں تمہارے لئے پاکیزگی اور بھلائی ہے۔دیکھو! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس بات کا حکم دیا ہے۔

آج کل تو ہم کسی کے یہاں گئے ہوں اور خاص کر وہ ملنے والا کوئی چھوٹا ہو، اور اجازت طلب کرنے پر اس کی طرف یوں کہا جائے کہ ابھی واپس تشریف لے جائیں ؛تو ہے کوئی اس کو ہضم کرنے والا! معلوم نہیں کیا کیا کر ڈالے گا۔لیکن اللہ کے بعض بندے ایسے بھی تھے جو اس حکم پر عمل کے شوقین تھے۔

ایسے بھی تھے:

کتب تفسیر میں لکھاہے:ایک بزرگ کہتے ہیں : پوری زندگی میں اس کوشش میں رہاکہ اس حکم پر عمل کرنے کاموقعہ ملے۔مَیں لوگوں کے گھر پر جاتاتھااور اجازت طلب کرتا تھا کہ کوئی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ کا بندہ یوں کہہ دے کہ: واپس جاؤ، تاکہ اس کے اس کہنے پر میں واپس ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کے اس ''إِرْجِعُوْا'' والے حکم پر عمل ہو جائے، لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ ایسے بھی شوقین تھے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کی خاطر انہوں نے یہ طرز اختیار کیا۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ تین مرتبہ کے بعد اگر جواب نہ ملے ؛تو واپس ہو جانا چاہیے اس لئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ آدمی کسی مشغولی میں ہوتا ہے ، مثلاً: غسل کر رہا ہے ،یا بیت الخلاء میں ہے، یا نماز پڑھ رہا ہے؛ تو وہ آپ کو اجازت دینے کی حالت میں نہیں ہوتا۔ ہمیں خود بہت سی مرتبہ ایسی نوبت آتی ہے کہ گھر میں اکیلے ہیں ،اور بیت الخلاء میں داخل ہوئے، ابھی حاجت کے لئے بیٹھے کہ اِدھر کسی نے گھنٹی بجانا شروع کی، اب ہماری طبیعت بے چین ہو جاتی ہے، ایسے وقت مَیں دعا کرتا ہوں کہ: اللہ کرے کہ اس کی بے چینی دور ہو جائے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ گھنٹی بجانے کا سلسلہ شروع کرتے ہیں تو ختم کرنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اور دروازہ بھی ایسی زور سے مسلسل کھٹکھٹاتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ جج صاحب کی طرف سے گرفتاری کا وارنٹ لے کر آئے ہیں۔ ایسا کوئی طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اجازت کا مقصد ہی استیناس یعنی اُنس پیدا کرنا ہے۔ اس لئے اجازت طلب کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جائے وہ بھی اُنسیت والا ہی ہونا چاہیے، وحشت اور نفرت پیدا کرنے والا نہیں ہونا چاہیے، اور اگر انکار کیا جائے تو واپس لوٹ جانا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گھنٹی(Door Bell)بجانے کا طریقہ:

جس زمانہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اُس زمانہ میں گھر بھی بڑے نہیں ہوا کرتے تھے، دروازہ ذرا سا کھٹکھٹاتے تھے تو آواز اندر پہنچ جاتی تھی، لیکن آج کل تو گھر بڑے بڑے ہیں، اگر دروازے پر ”السلام علیکم“ بولیں، تو گھر کے اندر پتہ بھی نہیں چل سکتا، اس لئے کوئی مناسب صورت اختیار کی جائے، جیسا کہ آج کل گھنٹی (Door Bell) رکھی جاتی ہے اس کو بجایا جاسکتا ہے۔ لیکن حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ گھنٹی(Door Bell) بجانے میں بھی وہی اصول مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جو وحشت اور نفرت پیدا کرنے والا ہو۔ بعض لوگ گھنٹی پر ایسا انگوٹھا دبادیتے ہیں کہ چھوٹے بچے جو سوئے ہوئے ہوتے ہیں وہ بھی چونک کر بیدار ہوجاتے ہیں اور چلّا کر رونا شروع کردیتے ہیں، پھر گھر والوں کو ان کو منانا مشکل ہوجاتا ہے۔ یہ ایک نئی مصیبت ہوگئی ہے۔ اس لئے گھنٹی بھی آہستہ سے بجائی جائے کہ اندر آواز پہنچ جائے، اور آدمی کو پتہ چل جائے کہ کوئی آیا ہے۔ پھر گھنٹی بجانے کے بعد اتنا انتظار کیجئے کہ وہ آدمی کسی کام میں مشغول ہو، جیسے: کتاب کا مطالعہ کررہا ہو، تو کم از کم بند کرکے کتاب رکھے، اور اُٹھ کر باہر آئے۔ یا وہ کھانا کھارہا ہو تو اپنا لقمہ پورا کرکے ہاتھ صاف کرکے آئے۔ یا کسی اور کام میں مشغول ہے، تو اس کو مہلت دیجئے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ بجائی، پھر بجائی، اور بجاتے ہی چلے جارہے ہیں۔ بلکہ تھوڑی دیر موقعہ دیجئے، پھر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دیکھا کہ کوئی جواب نہیں مل رہا ہے تو اب دوسری مرتبہ بجائیے، پھر تھوڑی دیر موقعہ دیجئے، پھر کوئی جواب نہیں ملے، تو اب تیسری مرتبہ بجائیے، اور تیسری مرتبہ کے بعد بھی جواب نہ ملے؛ تو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ واپس ہو جائیے، وہاں دھرنا دے کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دعا لینے کی حرص:

حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ -جو انصار کے سرداروں میں سے تھے، ان- کے یہاں تشریف لے گئے، اور اجازت طلب کرنے کی غرض سے آپ نے السلام علیکم کہا، انہوں نے اندر سے آواز سنی، لیکن جواب زور سے نہیں دیا، بلکہ اس امید پر آہستہ سے دیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا جواب نہیں سنیں گے تو دوسری مرتبہ سلام کریں گے، اور اس بہانے سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا مل جائے گی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا لینے کی حرص میں ان کا دوسرے پہلو کی طرف دھیان ہی نہیں گیا۔ اس موقعہ پر علماء نے لکھا ہے کہ دعا لینے کی حرص میں حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انتظار کرنا پڑا، اور یہ چیز ادب کے خلاف ہو گئی، اس طرف ان کا دھیان ہی نہیں گیا۔ ورنہ عام طور پر آدمی یوں سوچتا ہے کہ بڑی شخصیت میرے یہاں تشریف لائی ہے، اس لئے مجھے تو آگے چل کر جلدی سے ان کے قدموں میں گرنا چاہیے۔ ان کو چاہیے تھا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جلدی سے پہنچ جاتے، لیکن اس تصور سے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا ملے، انہوں نے آہستہ سے جواب دیا۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوسری مرتبہ سلام کیا، اس کا بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

انہوں نے آہستہ سے جواب دیاتو حضوراکرم (ﷺ) نے تیسری مرتبہ سلام کیا،اس وقت بھی انہوں نے آہستہ ہی جواب دیا تو حضور (ﷺ) واپس لوٹنے لگے۔ان کو پتہ نہیں تھا کہ تین مرتبہ اجازت لینے کا حکم ہے۔انہوں نے جب دیکھا کہ اب حضور (ﷺ) کی آواز نہیں آرہی ہے،تو باہر نکلے،اوردیکھا کہ حضور اکرم (ﷺ) واپس لوٹ رہے ہیں توآپ سے لپٹ گئے اور عرض کیا:اے اللہ کے رسول ! میں آپ کی آواز سن رہاتھا اور جواب بھی دے رہاتھا لیکن زور سے اس لئے نہیں دیا کہ آپ دوبارہ سلام کریں ،اورمجھے آپ کی دعاملے۔

(ابوداود شریف:۵۱۸۷/باب کَمْ مَرَّةٍ يُسَلِّمُ الرَّجُلُ فِي الِاسْتِئْذَانِ)

خیر !تو استیذان یعنی اجازت لینے کا اور استیناس کا حکم دیا گیاہے۔

ایک عمل،تین دعائیں :

﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً (النور:٦١)﴾ پھر جب گھروں میں داخل ہوؤ،تواپنے گھروالوں پر سلام کرو،یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت والا اورپاکیزہ تحفہ ہے۔"عَلَى أَنْفُسِكُمْ" اپنے اوپر یعنی گھر کے اندر جو رہتے ہیں وہ اپنے ہی لوگ ہیں ،ان کوسلام کرو۔ اللہ تعالیٰ نے سلام کا جو طریقہ بتلایا ہے وہ بڑا پاکیزہ اور برکت والا ہے۔یہ بھی نبی ٔکریم (ﷺ) کی تعلیمات اورشریعت ِ اسلامیہ کی برکات میں سے ہے کہ اس نے مسلمانوں کو آپسی ملاقات کے وقت جو طریقہ سکھایاہے وہ عجیب و غریب ہے۔دنیا کی دوسری قوموں میں کوئی ملتا ہے تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہتاہے:گڈمارننگ (Good Morning)کوئی کہتاہے: گڈایوننگ(Good Evening) کوئی کہتا ہے: نمستے۔کوئی کہتا ہے: نمسکار۔کوئی آداب کہتاہے۔ہمیں ایسا نہیں کہنا چاہیے۔آداب کہنے سے اس کویاآپ کو کیافائدہ پہنچا؟ظاہرہے کہ کچھ بھی نہیں۔اسلام نے آپسی ملاقات کے وقت جوطریقہ سکھایاوہ ایک دعاہے،اوردعامیں بھی سلاؔم سکھایا۔اورسلاؔم اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔"السلام علیکم" تم پرسلامتی ہو۔"ورحمۃ اللہ" اور اللہ کی رحمت ہو۔" وبرکاتہٗ "اور اللہ کی برکتیں ہوں۔ایک ہی عمل میں تین دعائیں ہیں۔

ایک مرتبہ ایک آدمی حضور (ﷺ) کے پاس آیااور کہا: السلام علیکم۔حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا:دس۔دوسرا آیا، اس نے کہا : السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔تو حضور (ﷺ) نے فرمایا: بیس۔ تیسراآیااور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔تو حضور (ﷺ) نے فرمایا: تیس۔ (ابوداودشریف:۵۱۹۷/باب کَیْفَ السَّلَامُ) یعنی پہلے کو دس نیکیاں ملیں ،دوسرے کو بیس ،اور تیسرے کو تیس نیکیاں ملیں ، اس لئے کہ اس نے تین الفاظ کہے۔

سلام ہی جامع ہے:

زمانۂ جاہلیت میں ایساماحول تھا کہ کسی کی جان ، مال، عزت او رآبرو دوسرے سے محفوظ نہیں تھی،جب کوئی آدمی کسی کو سامنے سے آتا ہوا دیکھتا،یادونوں کا آمنا سامناہوتا تو ہر ایک دوسرے کی طرف سے خطرہ محسوس کرتاتھا کہ وہ کچھ کر ڈالے گا ،میری جان پر حملہ کردے گا،یا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میرا مال چھین لے گا۔یہ اُس سے ڈرتا تھا اور وہ اِس سے ڈرتا تھا۔اسلام نے سکھایا کہ جب آپس میں ملو تو ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہو، گویا اس کو سلامتی کی دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے،تم پر سلامتی ہو۔اب جو آدمی تمہاری سلامتی کے لئے دعائیں کررہا ہے، تو ظاہر ہے کہ وہ تمہاری جان ومال،عزت و آبرو پر کیسے حملہ کرے گا؟ گویا دعا کے ساتھ ساتھ اس نے اطمینان دلایا کہ آپ میری طرف سے پوری طرح مطمئن رہیے، میری طرف سے نہ آپ کی جان پر کوئی دست درازی اور زیادتی ہوسکتی ہے، نہ مَیں آپ کا مال چھینوں گا، اور نہ آپ کی عزت و آبرو پر ہاتھ ڈالوں گا۔

بہرحال! سلام کا یہ طریقہ بڑا بابرکت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیاہے۔اس لئے غیروں کے طریقوں کو اختیار مت کرو۔اگراس ”گڈ مارننگ“ کو دعا پر محمول بھی کیا جائے،تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ آپ کی صبح اچھی ہو۔تو کیا شام بری ہوجائے؟ اور ہمارے یہاں تو سلا م کے اندر کسی ایک وقت کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے عام سلامتی کی دعا کرائی جارہی ہے۔اس لئے ہمیں آپس میں اسی کو رائج کرنا اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

سلام کا جواب اچھے طریقہ سے دو:

﴿وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا(النساء:۸۶)﴾ جب تمہیں کسی کی طرف سے سلام کیاجائے تو تم اس سے اچھے طریقہ سے سلام کاجواب دو ،یا اسی طرح جواب دو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کسی نے ہمیں ’’السلام علیکم ‘‘کہاتو قرآن پاک کی یہ آیت ہمیں تعلیم دیتی ہے کہ تم اس کا جواب اس سے عمدہ اوراچھادو،یعنی اس نے’’السلام علیکم‘‘ کہا توآپ’’وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ‘‘ کہیئے،اس نے صرف سلامتی کی دعا دی،تو آپ نے سلامتی کے ساتھ ساتھ رحمت کی دعا بھی دیدی۔اور اگر کوئی کہے: ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ ‘‘،تو آپ جواب میں کہیے:’’ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘‘ سلامتی ، رحمت اوربرکت:تینوں کی دعا دیدو۔ ویسے سلام کے آداب میں سے یہی ہے کہ سلام کرنے والایہی دوالفاظ کہے: ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ ‘‘۔لیکن اگر سلام کرنےوالےنےتینوں ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ‘‘کہہ دیا:تو اب اس سے آگے تو ہے نہیں،اس لئے اسی طرح جواب دے دو : ’’وعلیکم السلام ور-حمۃ اللہ وبرکاتہ‘‘ ۔

ایک آدمی نے آکر حضوراکرم (ﷺ) کو سلام کیا:’’ السلام علیکم ‘‘۔حضو ر (ﷺ) نے جواب میں فرمایا:’’ وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ‘‘۔اس کے بعد ایک اورآدمی نے آکر کہا: ’’السلام علیکم و رحمۃ اللہ ‘‘ توحضور اکرم (ﷺ) نے جواب میں فرمایا:’’ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘‘۔اس کے بعد تیسرے آدمی نے آکر کہا:’’ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘‘ تو حضور (ﷺ) نے جواب میں فرمایا:’’ وعلیکم‘‘ تم پر بھی یہ ساری دعائیں ہوں۔اس نے شکایت کی:اے اللہ کے رسول! پہلے والےنےسلام کیا تو آپ نے ایک بڑھا کر کہا، دوسرے والے نے کہا تو اس پر بھی آپ نے ایک بڑھا کر کہا ،اور جب میں نے تینوں چیزیں کہیں ، تو آپ نے صرف ’’ وعلیکم‘‘ فرمایا؟ توحضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا : تم نے کچھ چھوڑاہی نہیں ؛تواب کیاکروں ،اس لئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صرف ”وعلیکم“ کہا(المعجم الکبیر،حدیث نمبر:۵۹۹۱) جو سلام تو نے کیا وہی دعا میں نے تجھے دیدی کہ یہی تینوں چیزیں؛سلامتی، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تجھ پر بھی نازل ہوں۔معلوم ہوا کہ اگر ممکن ہو تو ویسا ہی جواب دو،یا اس سے اچھا جواب دو۔

سلام کا طریقہ نیا نہیں ہے:

باری تعالیٰ فرماتے ہیں :﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ.(الذاریات:۲۴،۲۵)﴾ کیا تمہارے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عزت والے مہمانوں کا قصہ آیا کہ جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: تم پر سلام ہو،اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا: تم پر بھی سلام ہو۔

یہ آیت لا کر بتلانا چاہتے ہیں کہ سلام کا یہ طریقہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اگلے انبیاء علیہم السلام کے درمیان بھی جاری فرمایا تھا۔اس سلسلے میں آگے حضرت آدم علیہ السلام والی روایت بھی لا رہے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سلام حقِ اسلام :

حدیث ۸۴۵:-

وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما أنَّ رجلاً سأل رسول الله (ﷺ) : أيُّ الإسْلَامِ خَيْرٌ ؛ قَالَ : تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم (ﷺ) سے پوچھا: کہ کون سااسلام بہتر ہے؟(یعنی اسلام کا کون سا عمل اچھااور بہتر ہے؟)تو حضوراکرم(ﷺ) نے جواب میں فرمایا: کھانا کھلاؤ، اور سلام کرو اس کو بھی جس کو پہچانتے ہو، اور اس کو بھی جس کو نہیں پہچانتے۔

افادات:- یہاں پر یہ روایت اسی لئے لائے ہیں کہ سلام پہچان پر موقوف نہیں ہے، بلکہ یہ اسلام کا ایک حق اور اخوتِ اسلامی کا تقاضا ہے، بس آپ کو معلوم ہے کہ یہ مسلمان بھائی ہے تو آپ سلام کیجئے، آپ پہچانتے ہوں ، یا نہ پہچانتے ہوں۔ ہاں ! اگر اس کے اندر کوئی ایسی پہچان ہی نظر نہیں آتی جس کی وجہ سے یہ کہہ سکیں کہ یہ مسلمان ہے؛ تو الگ بات ہے۔ جیسا کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی سامنے سے آتا ہوا نظر آیا، یا کچھ لوگ بیٹھے ہوئے نظر آئے، اب جی چاہتا بھی ہے کہ ان کو سلام کیا جائے، لیکن ان کے اوپر کوئی ایسی علامت ہی نظر نہیں آتی جو ان کے مسلمان ہونے کی نشاندہی کرتی ہو، اس لیے مجبوری میں نہیں کیا جاتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غیر مسلم ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سلام کی ابتداء:

حدیث ۸۴۶:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: لَمَّا خَلَقَ اللهُ آدَمَ (صلی اللہ علیہ وسلم)، قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولئِكَ - نَفَرٍ مِنَ المَلاَئِكَةِ جُلُوس - فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ؛ فَإنَّهَا تَحِيَّتُكَ وتَحِيَّةُ ذُرِّيتِكَ. فَقَالَ: السَّلامُ عَلَيْكُمْ، فقالوا: السَّلامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَزَادُوهُ: وَرَحْمَةُ اللهِ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا: دیکھو! وہاں فرشتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے، جاکر ان کو سلام کرو، اور غور سے سنو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؛ پس تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام وہی ہے۔ چناں چہ حضرت آدم علیہ السلام نے جاکر کہا: ”السلام علیکم“ تو فرشتوں نے جواب میں کہا: ”السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ گویا فرشتوں نے ” ورحمۃ اللہ“ کا اس میں اضافہ کیا۔ (اس لئے ہمارا بھی طریقہ یہی ہونا چاہیے)

افادات:- اس روایت کو لاکر بتلانا چاہتے ہیں کہ سلام کی ابتداء کیسے ہوئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سات چیزوں کا حکم:

حدیث ۸۴۷:-

وعن أَبِي عُمَارَةَ البراءِ بن عازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: أمرنا رسول الله (ﷺ) بِسَبْعٍ: بِعِيَادَةِ المَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الجَنَائِزِ، وَتَشْمِيتِ العَاطِسِ، وَنَصْرِ الضَّعيفِ، وَعَوْنِ المَظْلُومِ، وَإِفْشَاءِ السَّلاَمِ، وَإِبْرَارِ المُقسِمِ. (متفقٌ عَلَيهِ، هَذَا لفظ إحدى روايات البخاري)

ترجمہ:- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: نبی کریم (ﷺ) نے ہم کو سات چیزوں کا حکم دیا: ① بیمار کی خبر گیری کا۔ ② اور جنازوں کے پیچھے پیچھے جانے کا۔ ③ کسی کو چھینک آئے اور وہ ”الحمد للہ“ کہے تو اس کے جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہنے کا۔ ④ کمزور آدمی کی مدد کرنے کا۔ ⑤ مظلوموں کی مدد کرنے کا۔ ⑥ سلام کو پھیلانے کا۔ ⑦ کوئی آدمی قسم دے تو اس کو قسم میں بری کرنے کا۔

افادات:- کوئی آدمی بیمار ہو تو اس کی خبر لینے کے لئے جانا چاہیے، اس میں بھی پہچان وغیرہ ضروری نہیں ہے۔ جیسے: کوئی پڑوسی بیمار ہے اور آپ کے علم میں ہے، تو اس کی خبر گیری کریں؛ یہ مسلمان کا ایک حق ہے۔

”کمزور کی مدد“ میں تو یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانا چاہتا ہے، اور نہیں اٹھا پا تا، آپ نے اس کی مدد کی۔ اور ”مظلوم کی مدد“ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی طرف سے کسی پر زیادتی کی جارہی ہے، اور آپ اس زیادتی کو دور کرنے میں اس کی مدد کریں۔ دونوں میں یہ فرق ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

”سلام کو پھیلانے کا حکم دیا“ مطلب یہ ہے کہ [۱] سلام کرو، [۲] زور سے کرو، [۳] اور ہر ایک کو کرو؛ تب ہی افشاء السلام یعنی سلام کو پھیلانے والے حکم پر عمل ہوگا۔

”کسی کو قسم میں بری کرنا“ مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی نے اپنے متعلق قسم کھائی اور اس کا اس قسم سے بری ہونا آپ کے تعاون پر موقوف ہے، مثلاً: کسی نے آپ کو دعوت دی اور قسم کھالی کہ خدا کی قسم! مَیں آپ کو اپنے گھر لے جاکر ہی رہوں گا، اب آپ کہیں کہ جاؤ! میں نہیں آتا؛ تو اس صورت میں وہ اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا۔ اس کو اس قسم کے ٹوٹنے سے بچانا آپ کے ہاتھ میں ہے، اگر آپ اس کے یہاں چلے جائیں گے تو اس کی قسم پوری ہوجائے گی اور وہ کفارہ سے بچ جائے گا۔

یا کسی نے قسم کھاکر کہا کہ میری یہ ضرورت پوری کردیجیے، جب تک میری ضرورت پوری نہیں کریں گے، میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ اب آپ کہتے ہیں کہ جا! نہیں کروں گا۔ تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا، اگر آپ بغیر کسی زحمت کے اس کو اس کی قسم میں بری کرسکتے ہیں اور اس کو حانث ہونے سے بچا سکتے ہیں ؛ تو اس کی ضرورت پوری کیجیے اور اس کو قسم سے بری کیجیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سلام کا قدرتی اثر:

حدیث ۸۴۸:-

وعن أَبِي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): لاَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلاَ تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلاَمَ بَيْنَكُمْ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تم جنت میں داخل نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ ایمان والے بن جاؤ، اورایمان والے نہیں بن سکتے یہاں تک کہ آپس میں محبت کرنے لگو۔اور کیا مَیں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اس کو کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

افادات:- ظاہر ہے کہ آپ جب کسی کو سلام کریں گے تو آپ کی محبت اس کے دل میں خود بخود پیدا ہو جائے گی، یہ قدرتی چیز ہے۔ آپ لوگوں کو جتنا زیادہ سلام کریں گے، ان شاء اللہ ان کے دلوں میں آپ کے واسطے، اور وہ سلام کریں گے تو آپ کے دل میں ان کے واسطے محبت پیدا ہوگی۔اس لئے سلام کو عام کیجئے۔

حدیث ۸۴۹:-

وعن أَبِي يوسف عبد الله بن سلام رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) يقول: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلاَمَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلاَمٍ. (رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور رشتہ داروں کے حقوق کو ادا کرو، اور رات کو لوگ سوئے ہوئے ہوں اس وقت نماز پڑھو؛ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اہلِ معرفت کی دور بینی:

حدیث ۸۵۰:-

وعن الطُّفَيل بن أُبَيِّ بن كعبٍ: أنَّه كَانَ يأتي عبد الله بن عمر فيغدو مَعَهُ إِلَى السُّوقِ، قَالَ: فإِذَا غَدَوْنَا إِلَى السُّوقِ، لَمْ يَمُرَّ عَبدُ الله عَلَى سَقَّاطٍ، وَلاَ صَاحِبِ بَيْعَةٍ، وَلاَ مِسْكِينٍ، وَلاَ أحدٍ؛ إِلاَّ سَلَّمَ عَلَيهِ. قَالَ الطُّفَيلُ: فَجِئْتُ عبدَ الله بنَ عُمَرَ يَوماً، فَاستَتْبَعَنِي إِلَى السُّوقِ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا تَصْنَعُ بالسُّوقِ، وَأنْتَ لا تَقِفُ عَلَى البَيْعِ وَلاَ تَسْأَلُ عَنِ السِّلَعِ، وَلاَ تَسُومُ بِهَا، وَلاَ تَجْلِسُ في مَجَالِسِ السُّوقِ؟ وَأقُولُ: اجْلِسْ بِنَا هاهُنَا نَتَحَدَّث، فَقَالَ: يَا أَبَا بَطْنٍ -وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَا بَطْنٍ- إِنَّمَا نَغْدُو مِنْ أجْلِ السَّلاَمِ، فَنُسَلِّمُ عَلَى مَنْ لَقِيْنَاهُ. (رواه مالك في الموطأ بإسنادٍ صحيح)

ترجمہ:–حضرت طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آتا تو وہ میرے ساتھ بازار جاتے تھے، جب ہم بازار پہنچتے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی سامان بیچنے والے کے پاس سے، یا کسی تاجر کے پاس سے، یا کسی غریب کے پاس سے، یا کسی اور آدمی کے پاس سے جب بھی گزرتے تو اس کو سلام کرتے۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن مَیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بازار چلنے کے لئے کہا۔ مَیں نے عرض کیا: آپ بازار کیوں جاتے ہیں؟ آپ وہاں کوئی چیز خریدتے تو ہیں نہیں، اور نہ کسی سے بھاؤ تال کرتے ہیں، کسی سے خرید و فروخت کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بات چیت بھی نہیں کرتے ، بازار میں جو مجلسیں لگتیں ہیں ان میں بھی نہیں بیٹھتے۔اس لئے یہیں تشریف رکھئے،ہم کچھ بات چیت کرتے ہیں۔توحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے کہا: اے پیٹو!(حضرت طفیل کا پیٹ بڑا تھا)ہم تو بازار اس لئے جاتے ہیں ؛تاکہ جو بھی ہمیں ملے اس کو سلام کریں۔

افادات:-دیکھو!آپ کسی کو سلام کریں گے تو وہ جواب دے گا،اور جواب میں دعا بھی ہے،اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی گزرے ہیں جو دعائیں لینے کے لئے سلام کرتے تھے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں،حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا پیر ہیں ، آج بھی ان کا مزار بغداد میں موجود ہے ، اب تو بڑا شاندار بنایا جارہاہے، ان کے مزار کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ وہاں جاکر ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے ، ایک مرتبہ نائی ان کی حجامت بنانے کے لئے آیا،جب مونچھ کاٹنے کا وقت آیاتو ان کے ہونٹ اللہ کا ذکر کرنے کی وجہ سے حرکت کررہے تھے،نائی نے کہا:حضرت! ہونٹ کی حرکت ذرادیر کے لئے بند کردیں ،تاکہ مَیں مونچھ کاٹ سکوں،توحضرت نے فرمایا:واہ بھئی واہ! توتو اپنا کام کرتارہے،اور میں اپنا کام نہ کروں !

ایک مرتبہ وہ جارہے تھے، ایک سقّہ (پانی پلانے والا) آواز لگا رہاتھا : اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو مجھ سے پانی لے کرپیے،انہوں نے فوراً پیسے دیئے،اور پانی لے کرپی لیا۔جب آگے بڑھے توخادم نے کہا: حضرت! آپ کاتوروزہ تھااورآپ نے پانی پی لیا ؟حضرت نے کہا : دیکھو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بھائی!وہ ایک دعادے رہاتھا کہ جو مجھ سے پانی لے کر پیئے ،اس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے۔روزے کی تو مَیں بعد میں قضاء کرلوں گا ،لیکن یہ دعاپھر مجھے کہاں ملتی؟تو حقیقت یہ ہے کہ بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کی دعائیں حاصل کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

طفیل بن ابی بن کعب اتنے بڑے صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ روزانہ بازار فقط اس لئے جاتے تھے کہ جو ملے اس کوسلام کریں، اوروہ اس کا جواب دے۔اورسلام کرنا یہ بھی ثواب کاکام ہے، اور جب سامنے والاجواب دے گاتو اس میں دعا ئیں ملیں گی۔اس لئے سلام بڑی فضیلت کی چیز ہے،اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطافرمائے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کیفیة السلام

سلام کا طریقہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلام کے آداب کا بیان چل رہا ہے ، اسی سلسلہ میں انہوں نے عنوان قائم کیا ہے کہ سلام کرنے کا طریقہ کیا ہو ؟

سلام کے الفاظ کی وضاحت:

جو آدمی سلام کی ابتداء کرے وہ ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو سلام کیا جارہا ہے، چاہے وہ ایک ہو، یا زیادہ ؛ ”علیکم“ جمع کا صیغہ استعمال کیا جائے۔ حالاں کہ ”علیکم“ عربی زبان کے اندر جمع کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس کے باوجود اگر سامنے ایک آدمی ہے تب بھی ”علیکم“ ہی کہیں گے ، ”علیک“ نہیں کہیں گے، اس کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک ہونے کی صورت میں بھی جمع کا صیغہ تعظیم و تکریم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جیسے: ہماری بول چال میں ایک آدمی ہو تب بھی ”تم“ بولتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جس کو سلام کیا جارہا ہے اس کے ساتھ فرشتے بھی موجود ہیں جو اس کے اعمال لکھتے ہیں، جن کے متعلق روایتوں میں صراحتاً موجود ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کے اعمال لکھنے کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں، ایک نیکیاں لکھتا ہے، دوسرا گناہ لکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے فرشتے ہر انسان کے ساتھ ہوتے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جو اس کی حفاظت کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں۔اس لئے آدمی جب بھی سلام کرے گا تو"السلام علیکم" کہے گا کہ تم پر سلام ہو،اس صورت میں صرف اس انسان ہی کی نیت نہ کرے،بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان فرشتوں کی بھی نیت کرلے جو اس کے ساتھ نامہ ٔاعمال لکھنے ، اور اس کی حفاظت کے لئے لگے ہوئے ہیں۔اور ظاہر ہے کہ جیسے وہ جواب دیتا ہے ،ایسے ہی فرشتے بھی جواب دیں گے اور فرشتوں کی دعا مل جائے گی اوران کی دعائیں تو مقبول ہوتی ہیں۔اس لئے سلام میں ان کی بھی نیت کا خیال رکھے۔

جیسے:آدمی جب نماز سے فارغ ہوتا ہے، تو پہلے دائیں طرف "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کر سلام پھیرتا ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ اس وقت اس کو یہ نیت ضرور کرنی چاہیے کہ میری داہنی طرف جتنے بھی لوگ صفوں میں ہیں ،اگر امام بھی دائیں طرف ہو تو اس کی مستقل نیت کرے،اورساتھ ہی ساتھ جتنے بھی فرشتے دائیں طرف ہیں ان سب کو سلام کرتا ہوں ،اس صورت میں جتنے بھی آدمیوں اور فرشتوں کی اس نے نیت کی ہوگی، ان تمام کو سلام کرنے کا اجروثواب ملے گا۔اسی طرح جب بائیں طرف سلام پھیرے، تو جتنے لوگ بائیں طرف اگلی اور پچھلی صفوں میں ہیں،اوراگر امام بائیں طرف ہے تو امام کے لئے مستقل نیت کرے، اور ساتھ ہی ساتھ جتنے بھی فرشتے اس طرف ہیں ان تمام کے لئے بھی سلام کی نیت کرے۔تو جمع کا جو صیغہ لایا گیا ہے اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کے ساتھ ساتھ فرشتوں کی بھی نیت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرلی جائے۔اس لئے جس کو سلام کیاجارہاہے وہ اکیلا ہو تب بھی جمع کا صیغہ کا استعمال کریں گے،اور’’السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ‘‘ کہیں گے۔

اورجواب دینے والا جواب میں’’وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘‘ کہے،یعنی’’واؤ‘‘ بڑھائے، اور’’علیکم‘‘کو لفظ’’السلام‘‘ کے اوپر مقدم کرے۔شریعت نے سلام کرنے اورجواب دینے کے لئےیہی طریقہ سکھایا ہے، اورجواب دینے والا بھی وہی نیت کرے کہ میں اس کو سلام کررہا ہوں،اور جو فرشتے اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ان کو بھی سلام کررہاہوں۔

دس ،بیس ، تیس:

حدیث ۸۵۱:-

عن عِمْرَان بن الحصين رضی اللہ عنہما قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ (ﷺ)، فَقَالَ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النبيُّ (ﷺ): عَشْرٌ. ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: عِشْرُونَ. ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: ثَلاثُونَ.

(رواه أبُو داود والترمذی، وقال: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضرہوا اور کہا:’’ السلا م علیکم‘‘ آپ (ﷺ) نے اس کاجواب دیا ،پھروہ آدمی بیٹھ گیا تو حضور (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:’’عَشْرٌ‘‘ دس۔ پھر دوسرا آدمی آیا اس نے کہا:’’ السلام علیکم و رحمۃ اللہ‘‘ حضور (ﷺ) نے اس کا

بھی جواب دیا، جب وہ بیٹھ گیا تو حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا: " عِشْرُونَ " بیس۔ پھر تیسرا آیا اس نے کہا: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" نبی کریم (ﷺ) نے اس کا بھی جواب دیا، جب وہ بیٹھ گیا تو حضور (ﷺ) فرمایا: " ثَلَاثُونَ " تیس۔

افادات:- پہلے نے فقط " السلام علیکم " کہا تھا تو اس کے متعلق فرمایا: دس نیکیاں ملیں۔ دوسرے نے " ورحمۃ اللہ " کا اضافہ کیا تو اس کے لئے نیکیوں میں بھی اضافہ ہوا کہ بیس نیکیاں ملیں۔ اور تیسرے نے "وبرکاتہ" کا بھی اضافہ کیا تو اس کے متعلق فرمایا: تیس نیکیاں ملیں۔

جیسا کہ پچھلی مجلس میں بتلایا تھا کہ جن الفاظ میں سلام کیا گیا ہے انہیں الفاظ میں یا ان سے بہتر الفاظ میں جواب دیا جائے۔ اس لئے کسی نے کہا: " السلام علیکم " تو آپ جواب میں کہیں: " وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ " ۔ اگر کسی نے کہا: " السلام علیکم و رحمۃ اللہ " تو آپ جواب میں " وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ " کہئے۔ اور اگر اس نے سلام میں پورا ہی کہہ دیا ہے، تو آپ جواب میں اتنا ہی کہیں گے۔

جب کوئی سلام کہلائے:

حدیث ۸۵۲:-

وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قَالَ لِی رسول اللہ (ﷺ): هَذَا جِبرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ. قالت: قُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ. (متفق علیہ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وهكذا وقع في بعض رواياتِ الصحيحين: ((وَبَرَكَاتُهُ)) وفي بعضها بحذفِها. وزِيادةُ الثقةِ مقبولة.

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے مجھ سے فرمایا: یہ جبرئیل (یہاں تشریف فرما ہیں اور) تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ تو مَیں نے جواب میں کہا: "وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

افادات:- اس روایت کو لاکر ایک مسئلہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کوئی آدمی اگر کسی پر سلام کہلوائے تو اس کو چاہیے کہ جس نے سلام کہلوایا ہے اس کو بھی جواب دے، اور سلام لے کر آنے والے کو بھی شریک کرے۔ جیسے کسی نے آپ کو کہا کہ: فلاں آدمی نے آپ کو سلام کہا ہے، تو آپ یوں کہئے: "و علیکم وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

اب پہلے کس کو ذکر کرے؟ تو دونوں طرح کی باتیں آئی ہیں ، بعض حضرات نے کہا کہ یہ سامنے موجود ہے اس لئے پہلے اس کو "و علیکم" کہو، اس کے بعد "وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہو۔ لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سلام بھجوانے والا اصل ہے ،یہ تو صرف قاصد ہے، اس لئے پہلے "علیہ "کہو، پھر "و علیکم" کہو۔

بہر حال! کسی نے سلام کہلوایا ہو تو اس کے جواب دینے کا طریقہ یہی ہے کہ جس نے سلام کہلوایا ہے اس کو بھی جواب دے، اور جو سلام لے کر آیا ہے اس کو بھی ساتھ میں شریک کرے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کوئی کہتا ہے کہ فلاں نے سلام کہلوایا ہے، تو صرف "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ "کہتے ہیں۔ جب" وعلیکم السلام" بولیں گے تو جو لانے والا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے، صرف اسی کو جواب ملا، بھیجنے والے کو جواب کہاں ملا؟اس لئے کہ ”علیکم“ عربی زبان کا لفظ ہے جو سامنے والے (مخاطب) کے لئے بولا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اوراس کی برکتیں ہوں۔اب جس نے کہلوایا ہے اس کا تو جواب ہوا ہی نہیں ۔اس لئے ”علیہ“ بھی بولنا چاہیے، جس کا مطلب ہو گا کہ ان پر اور تم پر سلامتی ہو اوراللہ کی رحمتیں اوراس کی برکتیں ہوں ۔اگر”علیہ“ نہیں کہا تو جس نے سلام کہلوایا ہے اس کا جواب نہیں ہو گا،اس لئے یہ طریقہ سیکھ لینا چاہیے۔

بہت سے ہمارے بھائی اس سلسلہ میں جانتے نہیں اورجواب میں صرف ”وعلیکم السلام“ بولنے پر اکتفاء کرتے ہیں،توان پر سلام کے جواب کی ذمہ داری باقی رہ جاتی ہے،اس لئے کہ سلام کرنا سنت ہے، لیکن اس کاجواب دیناواجب ہے۔لہٰذا جو جاننے والے ہیں ان کو بھی چاہیے کہ جب کبھی ایسی نوبت آئے اور پتہ چلے کہ سلام پہنچانے والے کوجواب دینے کاطریقہ ان کو معلوم نہیں ہے،تومحبت سے ان کوطریقہ سکھادیں کہ اس کاجواب اس طرح دیاجاتا ہے۔

جب بڑے مجمع کوسلام کرے:

حدیث ۸۵۳:-

وعن أنسٍ رضی اللہ عنہ أنَّ النَّبِیَّ (ﷺ) كَانَ إِذَا تكلم بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثاً حَتَّى تُفهمَ عَنْهُ، وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سلم عَلَيْهِمْ ثَلَاثاً. (رواہ البخاری)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وهذا مَحْمُولٌ عَلَى مَا إِذَا كَانَ الْجَمْعُ كَثِيراً.

ترجمہ:- حضرت أنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم (ﷺ) جب کوئی کلمہ ارشاد فرماتے تو تین مرتبہ دُوہراتے ؛ تاکہ لوگ سمجھ جائیں ۔اورجب کسی قوم اور مجمع کے پاس تشریف لاتے اوران کو سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام کرتے۔

افادات:- یعنی اگر مجمع بڑاہوتوایک مرتبہ بولنے سے ہوسکتا ہے کہ تمام لوگوں تک آوازنہ پہنچے،اس لئے بعض حضرات تو فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دائیں طرف کہے، ایک مرتبہ بائیں طر ف کہے اورایک مرتبہ سامنے کہے۔اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایسے ہی مطلقاً تین مرتبہ کہے۔لیکن یہ طریقہ ہر کلمہ میں نہیں تھابلکہ جو اہم بات ہوتی تھی کہ وہ لوگوں کو یاد رہ جائے اور اچھی طرح سمجھ لیں ،ایسے ہی جملہ کو دو تین مرتبہ دوہراتے تھے،اس لیے کہ ہوسکتا ہے پہلی مرتبہ برابر سننے کو نہ ملا ہو، تو دوسری اور تیسری مرتبہ میں سن لیں ۔یہ آپ (ﷺ) کی عادت شریفہ تھی۔

جب نائمین کو سلام کرے:

حدیث ۸۵۴:-

وعن الْمِقْدَادِ رضی اللہ عنہ في حديثه الطويل، قَالَ: كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ (ﷺ) نَصِيبَهُ مِنَ اللَّبَنِ، فَيَجِيءُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيُسَلِّمُ تَسْلِيماً لَا يُوقِظُ نَائِماً، وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ. فَجَاءَ النَّبِيُّ (ﷺ) فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ. (رواه مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت ہے(جس میں پورا قصہ بیان کرتے ہیں جب وہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے یہاں مہمان ہوئے تھے،اسی میں یہ بھی فرمایا) کہ ہم نبیٔ کریم (ﷺ) کے لئے آپ کے حصہ کادودھ رہنے دیتے تھے (یعنی دودھ آتا تو سب اپنا اپنا حصہ پی لیتے، اور نبیٔ کریم (ﷺ) کے حصے کادودھ بچاکرر کھ دیتے تھے،جب آپ رات کو تشریف لاتے تواپنے حصے کا دودھ نوش فرمالیا کرتے تھے)جب آپ (ﷺ) رات کو تشریف لاتے(اورہم لوگ سو گئے ہوتے) تو آپ (ﷺ) ایسی آواز سے سلام فرماتے کہ اگر کوئی سویا ہوا ہوتا تو اس کی نیند میں خلل نہ آتا، اور جو بیدار ہوتا وہ سن لیتا۔

افادات:- اس روایت میں معاشرت کاایک ادب سکھایاہے کہ آدمی جب کہیں باہر سے رات کے وقت اپنے گھرمیں آئےاور گھرکے لوگ سوئے ہوئے ہوں ،یاکمرے میں اور بھی ساتھی سوتے ہیں اوروہ سوچکے ہیں ؛ تواس کو چاہیے کہ گھر کا دروازہ اس انداز سے کھول کر گھرمیں داخل ہو،سلام کرے ،اپنا بستر ٹھیک کرے، اور دوسری اپنی ضرورتیں پوری کرے کہ کسی کی نیند خراب نہ ہو۔

کسی کی نیند خراب کرناحرام ہے:

بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ شور مچاتے ہوئے آتے ہیں ، اورصرف اپنے گھر اور کمرے والوں ہی کی نہیں ،بلکہ پڑوسیوں تک کی نیند خراب کرڈالتے ہیں ؛یہ بالکل غلط طریقہ ہےجو جائزنہیں۔یہ تولوگوں کوتکلیف پہنچانا ہوا اور لوگوں کوتکلیف پہنچانا حرام ہے، شریعت اس کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اجازت نہیں دیتی۔ نبی کریم (ﷺ) نے تو ہمیں یہ طریقہ بتلایا کہ آپ جب ایسے وقت آئیں تو آپ کو ایسا انداز اختیار کرنا چاہیے کہ جو بیدار ہوں ان کو سلام کی آواز پہنچ جائے تاکہ ان کا حق ادا ہو جائے ،اور جو سو رہے ہوں ان کی نیند میں کوئی خلل نہ ہو،اس طرح ان کی بھی رعایت ہو جائے گی۔یہ آدابِ معاشرت میں سے ہے اور اس کی رعایت کرنا ضروری ہے۔اس سے اندازہ لگاؤ کہ سلام؛جس کی شریعت میں بہت زیادہ تاکید ہے اور جو سامنے والے کے لئے دعا کا لفظ ہے،اس کے اندر بھی اتنا اہتمام کیا گیا،تو دیگر چیزوں میں تو کتنا زیادہ لحاظ کیا جانا چاہیے۔

بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ رات کے وقت زورزور سے ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ بجاتے ہیں، اگر چھٹی کا دن ہوا،تو رات بھر کھیلتے ہیں اور ایسا شور مچاتے ہیں کہ پورے محلے والوں کی نیند خراب کر ڈالتے ہیں۔حالاں کہ سونے کے اوقات میں ایسا کوئی طریقہ اختیار کرنے کی شریعت کسی حال میں بھی اجازت نہیں دیتی جس سے کسی کی نیند خراب ہو،اس لیے کہ کسی کی نیند خراب کرنا حرام ہے۔

ہاتھ سے سلام :

حدیث ۸۵۵:-

وعن أسماء بنتِ يزيد رضی اللہ عنہا أَنَّ رسول الله (ﷺ) مَرَّ فی المَسْجِدِ يَوْماً، وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ، فَأَلْوَى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيمِ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وهذا محمول عَلَى أنَّه (ﷺ) جَمَعَ بَيْنَ اللَّفظِ وَالإشَارَةِ، وَيُؤَيِّدُهُ أنَّ فى رِوَايةِ أَبِى داود: فَسَلَّمَ عَلَيْنَا.

ترجمہ:۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) ایک مرتبہ مسجد میں سے گزرے اور عورتوں کی ایک جماعت وہاں بیٹھی ہوئی تھی، تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرکے زبان سے سلام کیا۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا یہی مطلب بیان فرمایاہے کہ آپ (ﷺ) نے زبان سے سلام اور ہاتھ سے اشارہ کیا تھا۔ چناں چہ ابوداؤد شریف کی روایت میں صراحتاً موجود ہے کہ آپ (ﷺ) نے سلام کیا اور ہاتھ سے اشارہ بھی کیا۔

افادات:۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس کو سلام کیا جارہا ہے وہ کچھ دوری پر ہے، اور اندازہ یہ ہے کہ ہماری آواز وہاں تک نہیں پہنچے گی، اس صورت میں اگر ہاتھ سے بھی اشارہ کردیا جائے جس سے اس کو یہ اندازہ ہو جائے کہ مجھ کو سلام کیا گیا، تو اس کی اجازت ہے۔ باقی کوئی آدمی اگر زبان سے ''السلام علیکم'' نہیں بولتا، صرف ہاتھ سے اشارہ کردیتا ہے، تو اس سے سلام والی سنت ادا نہیں ہوگی۔ سلام والی سنت ادا کرنے کے لئے زبان سے بولنا ضروری ہے۔

علیک السلام کہنا:

حدیث ۸۵۶:-

وعن أَبِى جُرَيٍّ الهُجَيْمِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: أتيت رسول الله (ﷺ) فقلتُ: عَلَيْكَ السَّلامُ يارسول الله. قَالَ: ((لاَ تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلامُ، فإنَّ عَلَيْكَ السَّلامُ تَحِيَّةُ المَوْتَى)) (رواه أبو داود والترمذی، وقال: ((حديث حسن صحيح))، وَقَدْ سبق بِطُولِهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابوجُرَی ہُجَیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نبیِؐ کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ”علیک السلام یارسول اللہ“ (اُس زمانہ میں مُردوں کے لئے سلام کا یہی طریقہ استعمال کیاجاتا تھا) اس لئے حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ”علیک السلام “مت کہو، اس طرح تو مُردوں کو سلام کیاجاتا ہے(بلکہ یوں کہنا چاہیے” السلام علیکم “۔اسی طرح سلام کرنا چاہیے، لفظ ”السلام“ پہلے ہو،اور”علیک “بعد میں ہو۔جواب میں ”وعلیکم السلام “ کہیں گے۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب آدب السلام

سلام کے آداب کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلام کے کچھ اور آداب :

حدیث ۸۵۷:-

عن أَبِي هريرة رضی اللہ عنہ **أَنَّ رسول الله** (ﷺ) **قَالَ : ((يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى المَاشِي، وَالمَاشِي عَلَى القَاعِدِ، وَالقَلِيلُ عَلَى الكَثِيرِ))** متفقٌ عَلَيهِ.

وفی روایة للبخاری: ((والصغيرُ عَلَى الكَبيرِ)).

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: سوار آدمی پیدل چلنے والے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے ، چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

افادات:- جب راستہ میں دو آدمی ملاقات کر رہے ہیں اور ان کا آمنا سامنا ہو رہا ہے، ان میں ایک پیدل ہے اور دوسرا گھوڑے ، یا اسکوٹر یا اور کسی سواری پر سوار ہے؛ تو ادب یہ ہے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سوار آدمی پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔چوں کہ سواری کی وجہ سے اس کی حالت پیدل چلنے والے کے مقابلہ میں ذرا اونچی ہے ،تو اس خیال سے کہ شاید سواری پر بیٹھنے کی وجہ سے اس کا دماغ آسمان پر نہ پہنچ گیا ہو،اس کو نیچے اتارنے کے لئے کہا جارہا ہے کہ تم اس کو سلام کرو۔ یوں نہ سمجھو کہ میں قیمتی موٹر میں سوار ہوں ، وہ فٹ پاتھ پر چل رہا ہے،وہ مجھے سلام کرے؛مَیں کیوں سلام کروں ؟ شریعت اس کو تواضع سکھارہی ہے ، اس لئے اس کو مکلف کیا گیا۔لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اگر وہ سلام نہ کرے تو پیدل چلنے والا یوں کہے کہ اس نے سلام نہیں کیا،تو میں بھی سلام نہیں کرتا۔نہیں بھائی!اگر اس نے نہیں کیا ؛تو آپ اس کو سلام کر لیجئے۔جو سلام میں پہل کرے گا اس کو فضیلت حاصل ہو گی۔

اور ایک ادب یہ بتایا کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا وہاں سے گزر رہا ہے ،تو چوں کہ گزرنے والا آنے والے کے حکم میں ہے ،جیسے:کوئی آدمی مکان میں داخل ہو تو داخل ہونے والے کو چاہیے کہ جو لوگ مکان میں پہلے سے موجود ہیں ان کو سلام کرے، اسی طرح چلنے والا بھی بیٹھنے والے کے حق میں ایسا ہی ہے کہ وہ آرہا ہے اور یہ پہلے سے موجود ہے؛اس لئے اس کو چاہیے کہ وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔

اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔مطلب یہ ہے کہ اِدھر سے آنے والوں کی تعداد زیادہ ہے،اور اُدھر سے آنے والے دو تین آدمی ہیں ،تو دو تین آدمیوں کو چاہیے کہ بڑی جماعت کو سلام کرے، اس لئے کہ بڑی جماعت کا زیادہ حق ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور جو عمر یا مقام و مرتبہ کے اعتبار سے چھوٹا ہو، تو ظاہر ہے کہ اس کا فرض ہے کہ بڑے کی تعظیم اور ادب بجا لائے، اور تعظیم و ادب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کو سلام کرے، لیکن اگر چھوٹے نے سلام نہیں کیا تو بڑے کو چاہیے کہ اس کو سلام کرے۔

اب ایک شکل یہ ہے کہ ادھر سے بھی ایک پیدل آرہا ہے، اور اُدھر سے بھی ایک پیدل آرہا ہے، اب حالت کے اعتبار سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں دی جاسکتی؛ تو اس صورت میں کیا ہونا چاہیے؟ اسی کو اگلی روایت میں بتلانا چاہتے ہیں۔

سلام میں کون پہل کرے؟:

حدیث ۸۵۸:-

وعن أَبي أُمَامَة صُدَيِّ بن عجلان الباهِلِي رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ الله (ﷺ): إنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلامِ.

ورواه الترمذی عن أَبي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قِيلَ: يَا رسول الله! الرَّجُلانِ يَلْتَقِيَانِ أَيُّهُمَا يَبْدَأُ بِالسَّلاَمِ؟ قَالَ: أَوْلاَهُمَا بِاللهِ تَعَالَى (قَالَ الترمذی: هٰذَا حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کا سب سے زیادہ مقرب بندہ ہو گا؛ وہ سلام میں ابتداء کرے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک اور روایت میں ہے: نبیٔ کریم (ﷺ) سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! دو آدمی ملاقات کریں تو کون سلام میں ابتداء کرے؟ تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ان دونوں میں جو اللہ کا مقرب ہوگا؛ وہ سلام میں ابتداء کرے گا۔

افادات:- گویا سلام میں ابتداء کرنے کو اللہ تعالیٰ کے قرب کی علامت بتلایا گیا ہے؛ تاکہ لوگ اس میں سبقت کرنے سے کام لیں گے۔ معلوم ہوا کہ یہ بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

سلام اور شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ :

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس تھے، اپنے اساتذہ سے ان کے متعلق سنا کہ کوئی بھی ان سے سلام میں سبقت نہیں کرسکتا تھا، چھوٹے سے چھوٹا طالب علم ہو، یا بڑے سے بڑا کوئی بھی ہو، ہمیشہ وہی سلام کرتے تھے۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ ایک مرتبہ مَیں چھپ گیا اور جب مولانا آئے تو اچانک نکل کر مولانا کو پہلے سلام کردیا۔ گویا اپنے اس عمل کو فخر کے طور پر بیان کرتے تھے کہ مَیں نے سلام میں ان سے سبقت کی۔

تو بعض ایسے حضرات بھی ہیں جو اس کا اہتمام کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب استحباب اعادة السلام علی من تکرر لقاءہٗ علی قرب بأن دخل ثم خرج، ثم دخل فی الحال، أو حال بینهما شجرة ونحوها

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بار بار سلام کرے:

یہاں ایک اور ادب بتلاتے ہیں کہ جس سے بار بار ملاقات کی نوبت آئے تو بار بار سلام کرنا چاہیے۔ مثلاً: ایک آدمی کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلا اور پانچ منٹ کے بعد واپس آگیا تو اس کو چاہیے کہ گھر والوں کو سلام کرے، یوں نہ سوچے کہ ابھی تو میں یہاں سے گیا تھا، اب دوبارہ آیا ہوں؛ تو اب کیا ضرورت ہے کہ میں سلام کروں ۔ نہیں! بلکہ یہ بھی مستحب ہے کہ بار بار سلام کرے۔

یا مثلاً دو آدمی جا رہے تھے اور ان کے درمیان میں درخت یا کوئی دیوار حائل ہو گئی، پھر وہ دونوں ملے ؛ تو دوبارہ سلام کریں۔ روایت پہلے بھی آچکی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۸۵۹:-

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ في حديثِ المسيءِ صلاته : أنّه جاءَ فصَلّى، ثُمَّ جاءَ إلَى النَّبِيِّ (ﷺ) فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلامَ، فقَالَ: ارْجِعْ فَصَلِّ فإنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فرَجعَ فصَلّى، ثُمَّ جاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ (ﷺ)، حَتَّى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم (ﷺ) مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک آدمی آکر نماز میں مشغول ہوا، نماز سے فارغ ہوکر لوٹ رہا تھا تو حضور (ﷺ) کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا (اور چوں کہ اس نے جلد بازی میں نماز پڑھی تھی اس لئے) حضور اکرم (ﷺ) نے اس کو تاکید فرمائی کہ: جاؤ! دوبارہ نماز پڑھو، اس لئے کہ تم نے (برابر) نماز نہیں پڑھی۔ وہ دوبارہ گیا، نماز پڑھ کر پھر لوٹا (حضور اکرم (ﷺ) وہیں تشریف فرما تھے) اس نے سلام کیا، حضور اکرم (ﷺ) نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے بھیجا، پھر تیسری مرتبہ اسی طرح ہوا۔

افادات:- جب بھی وہ آدمی حضور اکرم (ﷺ) کے سامنے آیا، اس آدمی نے سلام کیا اور حضور نے جواب دیا۔ اس نے یہ نہیں سوچا کہ پہلی مرتبہ تو میں سلام کر چکا ہوں؛ اب دوسری مرتبہ سلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے مستحب یہی ہے۔

حدیث ۸۶۰:-

وعنه عن رسول الله (ﷺ) قَالَ: إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ، أَوْ جِدَارٌ، أَوْ حَجَرٌ، ثُمَّ لَقِيَهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ. (رواه أبو داود)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی جب اپنے بھائی کی ملاقات کرے تو سلام کرے، اگر درمیان میں درخت، کوئی دیوار، یا کوئی پتھر آڑے آجائے، پھر دوبارہ ملاقات ہو ؛ تو پھر سلام کرلے۔

افادات:–دو آدمی ساتھ چل رہے تھے، اور درمیان میں کوئی ایسا راستہ آیا کہ اس کو اِدھر سے جانا پڑا اوراس کو اُدھر سے نکلنا پڑا، تو پھر جب دوبارہ ملیں ؛ تو سلام کرلیں ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استحباب السلام اذا دخل بیته

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کا اہتمام مستحب ہے:

جب کوئی آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کا اہتمام کرے؛ یہ بھی مستحب ہے۔ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اپنی بیوی کو کیا سلام کرنا؟ گویا اس کو اس لائق بھی نہیں سمجھا کہ اسے سلام کیا جائے؟ ایک آدمی سے کہا کہ بھائی! تم جب گھر میں جاتے ہو تو سلام کرتے ہو؟ تو وہ کہنے لگا (એને હું સલામ કરવાનું.?) اس کو کیا سلام کرنا؟ تو یہ بہت بری بات ہے۔ نبی کریم (ﷺ) کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب بھی گھر میں تشریف لے جاتے تھے تو گھر والوں کو سلام فرماتے تھے۔

قرآنِ پاک کی یہ آیت شروع باب میں بھی آچکی ہے: ﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً﴾ جب تم اپنے گھروں میں جاؤ تو سلام کرو۔ "فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ" ان کو سلام کر رہے ہو گویا خود اپنی ہی ذات کو سلام کر رہے ہو۔ بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ کوئی آدمی کسی ایسے گھر میں داخل ہو، جہاں کوئی بھی موجود نہ ہو، یعنی گھر خالی ہے، اور خود ہی تالا کھول کر اندر داخل ہوا ہے، تب بھی اس کو "**السلامُ علَيْنا وعلى عِبادِ اللهِ الصّالِحِين**" کہنا چاہیے تاکہ وہاں اللہ کے جو نیک بندے؛ جن اور فرشتے وغیرہ ہیں ان پر سلام ہو جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آسان قیمتی ہدیہ:

حدیث ۸۶۱:-

وعن أنسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لی رسول الله (ﷺ): يَابُنَيَّ! إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ، فَسَلِّمْ، يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ، وعلى أَهْلِ بَيْتِكَ. (رواه الترمذی، وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ:- حضرت أنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم (ﷺ) نے مجھے تاکید فرمائی کہ: اے میرے پیارے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو ان کو سلام کرو، یہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت کا ذریعہ ہوگا۔

افادات:- معلوم ہوا کہ سلام کی وجہ سے گھروں میں برکت ہوتی ہے۔ اگر گھر والوں کو "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہہ کر تین تین دعائیں دیدیں؛ توان کے لئے اس سے بڑا ہدیہ اور کیا ہو سکتا ہے!

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علی الصبیان

بچوں کو سلام کرنا:

حدیث ۸۶۲:-

عن أنس رضی اللہ عنہ أَنَّهُ مَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ. وقال: كَانَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) يَفْعَلُهُ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ :- حضرت أنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو بچوں کو سلام کیا ، پھر یہ بات نقل کی کہ: نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح کرتے تھے۔

افادات:- معلوم ہوا کہ چھوٹے بچے کو بھی سلام کرنا چاہیے۔اس سے ایک تو آدمی میں تواضع آتی ہے، دوسرا یہ کہ ان بچوں کی تربیت ہوتی ہے،وہ سیکھتے ہیں کہ سلام کس طرح کیا جانا چاہیے۔نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بڑے مقام، عظیم مرتبہ اور عظمت کے باوجود اس بات کا اہتما م کرتے تھے؛توہمیں تو اور زیادہ اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔اور اگر ہم ایک مرتبہ اہتمام کریں گے تودوسری مرتبہ بچے خودسبقت کریں گے،اس طرح ان کو تعلیم بھی ہوجاتی ہے۔ اگرچہ اچھاطریقہ تو وہی ہے کہ چھوٹا بڑوں کو سلام کرے، لیکن ان کو سکھانا بھی تو ایک اہم ضرورت ہے،اس لئے ہم اسی نیت سے سلام کرتے رہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب سلام الرجل علی زوجته والمرأة من محارمه وعلی أجنبیة وأجنبیات لا یخاف الفتنة بهن وسلامهن بهذا الشرط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہاں ایک اور ادب بتلاتے ہیں: آدمی کا اپنی بیوی کو سلام کرنا۔ یا محرم عورت- جیسے ماں، بہن، خالہ، پھوپھی اور نانی، دادی-کو سلام کرنا۔ یا اسی طرح ایک یا کئی اجنبیہ عورتوں کو سلام کرنا، لیکن اجنبی عورتوں کے سلام کے سلسلہ میں یہ قید لگائی کہ جب کسی قسم کے فتنہ کا ڈر اور اندیشہ نہ ہو۔ یا ایسی بوڑھی عورت ہو کہ اس کی طرف دل میں شہوت پیدا ہونے کا سوال ہی نہ ہو؛ تو اس کو بھی سلام کرسکتے ہیں، ایسی عورت کے لیے کتبِ فقہ کے اندر ”عَجُوْزًا شَوْهَاء“ کے الفاظ آتے ہیں۔ اور اگر وہ اجنبیہ عورت نوجوان ہے، جس کو سلام کرنے سے دل میں شہوت، یا فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے؛ تو اس صورت میں سلام نہ کرے۔ اور اگر سلام اس عورت نے کیا ہو تو دل میں جواب دے، زبان سے جواب نہ دے۔ ہاں ! اگر اس کے محارم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہاں موجود ہوں اوراس نے سلام کیاہو،تو اس صورت میں اس کاجواب دینے میں کوئی فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے؛ تب گنجائش ہے۔

خاندان کی بوڑھی عورتوں کوسلام کرنا:

حدیث ۸۶۳:-

عن سهل بن سعدٍ رضی اللہ عنہ قال: كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ-وفی رواية: كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ-تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُهُ فِي القِدْرِ، وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ، فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ، وَانْصَرَفْنَا، نُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَدِّمُهُ إِلَيْنَا. (رواه البخاری)

قوله: ((تُكَرْكِرُ)) أي: تَطْحَنُ.

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں ایک عورت تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ بہت بوڑھی تھی، وہ ایک ہنڈیا کے اندر کچھ چقندر اور جَو کے دانے پیس کر پکا کررکھ لیا کرتی تھی۔جب ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعداس کے پاس سلام کے لئے جاتے تھے، تو وہ ہمارے سامنے پیش کردیا کرتی تھی۔

افادات:- بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ ہم جمعہ کے دن کا انتظار کرتے تھے، اور ہمیں اس دعوت کاانتظار رہتاتھا۔جب ہم سلام کرنے کے لئے جاتے تھے تو وہ ہمارے سامنے وہی کھاناپیش کرتی تھی، اس لئے ہم جمعہ کا دن آنے پر بڑے خوش ہوتے تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس روایت کولا کر یہ بتلاتے ہیں کہ وہ عورت ایسی بوڑھی تھی کہ کسی قسم کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ نہیں تھا، تو ان کو سلام کرنے کے لئے جاتے تھے۔ اس طرح اگر وہ محرم ہے، جیسے: دادی، نانی، خالہ، بہن وغیرہ؛ تب بھی کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، ان کو سلام کرسکتے ہیں۔

فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو کسی بھی نامحرم کو سلام کا جواب دینا:

حدیث ۸۶۴:-

وعن أُمِّ هَانِىءٍ فاخِتَةَ بنتِ أَبي طالب رضی اللہ عنہا **قالت: أتيت النبيَّ** (صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) **يَوْمَ الفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ... وَذَكَرَتِ الحديث. (رواه مسلم)**

ترجمہ:- حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا جن کا نام فاختہ ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں) فرماتی ہیں کہ فتحِ مکہ کے موقعہ پر جب نبیٔ کریم (صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مکہ مکرمہ تشریف لائے، تو مسجد حرام جانے سے پہلے آپ نے غسل فرمایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کپڑے سے پردہ کئے ہوئے تھیں۔ جس وقت حضور اکرم (صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) غسل فرما رہے تھے، اس وقت مَیں آئی اور سلام کیا۔ پھر حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے باقی حدیث بیان کی۔

افادات:- حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اپنے خاندان کے ایک آدمی کو پناہ دے رکھی ہے (انہوں نے اپنے دیور کو پناہ دے رکھی تھی) اور میرے بھائی علی (رضی اللہ عنہ) اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تو نبیٔ کریم (صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جس کو پناہ دی، اس کو ہم نے بھی پناہ دیدی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہاں تو یہ روایت اس لئے لائے کہ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چچا زاد بہن ہیں، انہوں نے سلام کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا جواب دیا۔

حدیث ۸۶۵:-

وعن أسماءَ بنتِ يزيدَ رضی اللہ عنہا **قالت: مَرَّ عَلَيْنَا النَّبيُّ** (صلی اللہ علیہ وسلم) **فِي نِسوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا.** (رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن. وهذا لفظ أبي داود)

ولفظ الترمذي: أنَّ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) **مَرَّ في المَسْجِدِ يَوْماً، وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ، فَألْوَى بِيَدِهِ بالتَّسْلِيمِ.**

ترجمہ:- حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم عورتوں کے پاس سے گزرے، تو آپ نے ہمیں سلام فرمایا۔

دوسری روایت میں ہے: نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مرتبہ مسجد میں سے گزرے، عورتوں کی ایک جماعت وہاں بیٹھی ہوئی تھی، تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرکے زبان سے سلام کیا۔

افادات:- یہ روایت اوپر بھی گزر چکی ہے۔ بس! یہاں قید وہی ہے کہ اگر عورتوں کو سلام کرنے میں کوئی فتنہ نہ ہو تو ان کو سلام کرنے کی اجازت ہے، ورنہ نامحرم عورتوں کو سلام نہیں کرسکتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم ابتدائنا الکافر بالسلام و کیفیۃ الرد علیھم واستحباب السلام علَی أھل مجلسٍ فیھم مسلمون و کفار

غیر مسلموں کو سلام میں پہل نہ کی جائے اور مخلوط مجمعوں میں سلام کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا غیر مسلموں کو سلام کر سکتے ہیں؟

سلام کا ایک اور ادب بتلاتے ہیں کہ کافروں کو سلام کرنے میں ہماری طرف سے پیش قدمی اور ابتداء نہیں ہونی چاہیے۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ کسی دوسرے طریقہ سے غیر مسلم کی خیریت تو پوچھ سکتے ہیں، لیکن ان کو ابتداءً سلام کے الفاظ نہ کہیں۔ اور اگر وہ ''السلام علیکم'' کہیں، تو ان کو جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہنا چاہیے، یعنی تم پر۔ اور جس مجلس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں ہیں؛ تو مسلمانوں کی نیت سے سلام کر سکتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۸۶۶:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ أنّ رسول الله (ﷺ) قَالَ: لاَتَبْدَأُوا اليَهُودَ وَلاَ النَّصَارَى بِالسَّلامِ، فَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فی طَرِيقٍ فَاضْطَرُّوهُ إِلَى أَضْيَقِهِ.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل مت کرو، اور جب راستہ میں ان سے ملو تو ان کے لئے راستہ مت چھوڑو۔

حدیث ۸۶۷:-

وعن أنسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (ﷺ): إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الكِتَابِ فَقُولُوا: وَعَلَيْكُمْ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اگر اہلِ کتاب تم کو سلام کریں تو جواب میں تم "وعلیکم" کہو۔

حدیث ۸۶۸:-

وعن أُسَامَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ (ﷺ) مَرَّ عَلَى مَجْلِسٍ فِيهِ أَخْلاَطٌ مِنَ المُسْلِمِينَ وَالمُشْرِكِينَ - عَبَدَةِ الأَوْثَانِ - وَاليَهُودِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمِ النبيُّ (ﷺ). (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) ایک ایسے مجمع کے پاس گزرے جس میں مسلمان، مشرکین، بت پرست اور یہود؛ سب مخلوط تھے، تو نبی کریم (ﷺ) نے اس مجمع کو سلام کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-پہلی روایت میں یہ بتلایا کہ یہود و نصاریٰ اور غیر مسلموں کو سلام کرنے میں ہماری طرف سے ابتداء نہیں ہونی چاہیے۔اور جب راستہ میں ان سے ملاقات ہو، تو ان کے لئے راستہ نہ چھوڑو،بلکہ آپ اپنا راستہ چلتے رہو، خاص کر جب کہ وہ ذِمّی-یعنی اسلامی حکومت کے شہری- ہوں ؛تواس صورت کے اندر اسلام کی سربلندی برقرار رکھنے کے لئے اس طرح کا انداز اختیار کرناچاہیے جس سے ان کی تعظیم لازم نہ آتی ہو،بلکہ ایسی کوئی شکل اختیار کرنا جائز نہیں ہے جس میں ان کی تعظیم ہو،ایسا کرنا گناہ ہے، اس سے بچا جائے۔

دوسری روایت میں یہ بتلایا کہ اگر وہ سلام کریں ؛مثلاً کسی یہودی نے " السلام علیکم" کہا ،تو آپ جواب میں صرف " وعلیکم" کہیے۔حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح کہا کرتے تھے۔

یہودی نبی ٔکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بہت شرارت کرتے تھے۔روایتوں میں آتاہے کہ ایک مرتبہ کچھ یہودی آئےاورانہوں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کوشرارت کے طورپر کہا: "اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ"۔"سام" عربی زبان میں موت کو کہتے ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں ان کامطلب سمجھ گئی،تومیں نے جواب میں ان کو کہا :"وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ"۔ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاسے فرمایا:اری!چھوڑو بھی۔اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند کرتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عائشہ کوتاکید فرمائی:"عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ"،ذرانرمی سے کام لو۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نے سنا نہیں! انہوں نے کیا کہا؟ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: مَیں نے کیا جواب دیا وہ تم نے نہیں سنا؟ مَیں نے جواب دیا: "وَعَلَيْكُمْ" تم پر بھی۔ (بخاری شریف: ۶۳۹۵/باب الدُّعَاءِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ/باب لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا) گویا جو چیز تم ہمیں کہہ رہے ہو، ہم اسی کو آپ کی طرف لوٹا رہے ہیں۔ اس لئے کہ اگر کسی کی طرف سے ہمارے ساتھ زیادتی ہو تو قرآنِ پاک کا حکم ہے: "وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ" اگر بدلہ لینا ہی ہو تو اتنا ہی لے سکتے ہو جتنی اس نے زیادتی کی ہے، اگر کچھ اور آگے بڑھیں گے؛ تو یہ ہماری طرف سے تعدی ہو جائے گی۔ اس لئے ہمارا عمل یہی ہونا چاہیے۔

تیسری روایت میں بتلایا: اگر کسی مجمع میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے لوگ ہوں تو اس صورت میں "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا جائے لیکن نیت صرف مسلمانوں کو سلام کرنے کی کی جائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب استحباب السلام اذا قام من المجلس وفارق جلساءہٗ أو جلیسہ

جب مجلس سے اُٹھے، یاساتھیوں کو الوداع کہے یا کسی ساتھی سے رخصت ہو؛ تو سلام کرنا چاہیے

بعض لوگ رخصتی کے موقع پر سلام کو درست نہیں سمجھتے، یہاں اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رخصتی کا سلام کرنا چاہیے۔

حدیث ۸۶۹:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (ﷺ): إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلَيْسَتِ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ. (رواه أبو داود والترمذی، وقال: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی کسی ایسی مجلس میں پہنچے جہاں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں؛ تو اس کو چاہیے کہ سلام کرے۔ اور جب وہاں سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

واپس لوٹنے کا ارادہ کرے؛تب بھی سلام کرے، اس لئے کہ پہلے والا سلام، آخری والے سلام سے زیادہ اہم نہیں ہے۔

افادات:-مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے والا سلام کرنا چاہیے، اسی طرح اخیر میں رخصتی پر بھی سلام کرکے وہاں سے اُٹھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب الاستیذان وآدابہ

کسی کے یہاں جانے پر اجازت لینے کے احکام و آداب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلام کے سلسلہ میں ایک عنوان قائم کیاہے:جب کوئی آدمی کسی کے گھر جائے تو اجازت لے کر داخل ہوناچاہیے۔اور اجازت لینے کا طریقہ کیاہے ؟اس کے احکام بیان کرنا چاہتے ہیں۔

سلام کا بیان جہاں شروع ہوا تھا وہاں بتلادیا تھا کہ اسلام میں ”استیذان“ یعنی کسی کے گھر میں اجازت لے کر داخل ہونےاور بغیر اجازت کے داخل نہ ہونے کا بڑا اہتمام اور تاکید ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب میں رواج تھا کہ کوئی آدمی کسی کے گھر جاتا تو یونہی بغیر اجازت کے داخل ہوجاتا تھا، لیکن قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سلسلہ میں مستقل پورے دو رکوع(سورۃ:۲۴،النور/رکوع:۱۰ و ۱۴)نازل فرمائے ہیں ،جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایاجاسکتا ہے،اوراس کی باقاعدہ پوری تفصیل بتلائی کہ کون کون لوگ اجازت لیں ، کون سے گھروں میں اجازت لینی چاہیے، کون سے اوقات میں اجازت کااہتمام کرنا چاہیے،خود گھر کے رہنے والوں کوکس طرح اہتمام کرنا چاہیے؛یہ ساری تفاصیل اس میں بتلائی گئی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں پردہ کا چوں کہ وہ اہتمام نہیں ہوتا جو شریعت میں مطلوب ہے، اس لئے استیذان والے سلسلہ میں بھی ہمارے یہاں بڑی کوتاہیاں برتی جاتی ہیں ۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی طرف توجہ اور اہتمام کیاجائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس باب میں جو آیت پیش کی ہے وہ پہلے بھی پیش کر چکے ہیں:﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا(سورۃ:۲۴،النور/ آیۃ:۲۷)﴾اے ایمان والو! تم اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسرے کے گھر میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ لے لو، اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔معلوم ہوا کہ پہلے اجازت لینی چاہیے اور اجازت لینے کے لئے سلام کرنا چاہیے۔ایک سلام اجازت طلب کرنے کے لئے ہوتا ہے، اور ایک سلام اجازت مل چکنے کے بعد داخل ہونے کے لئے ہوتا ہے۔

جب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت اشعری رضی اللہ عنہ سے گواہ طلب کیے:

حدیث ۸۷۰:-

عن أَبي موسى الأشعري رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (ﷺ) : الاسْتِئْذَانُ ثَلاثٌ، فَإنْ أُذِنَ لَكَ وَإلاَّ فَارْجِعْ (متفقٌ عَلَيْهِ.)

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:اجازت طلب کرنا تین مرتبہ ہے،اگر ان تین مرتبہ میں تمہیں اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے؛ورنہ آپ واپس لوٹ جایئے۔

افادات:- یہاں ایک قصہ بھی ہے جو انہوں نے چھوڑدیا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے خلافت کے کاموں میں مصروف تھے،اسی دوران حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور اجازت طلب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی۔چوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے کام میں مصروف تھے اس لئے انہوں نے اس وقت اجازت نہیں دی، خاموش رہے۔ایک مرتبہ اجازت طلب کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ نہیں کہا، پھر تھوڑی دیر کے بعد دوسری مرتبہ انہوں نے اجازت طلب کی، پھر بھی جواب نہیں ملا، تیسری مرتبہ اجازت طلب کی، پھر بھی جواب نہیں ملا تو وہ واپس تشریف لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے کاموں سے جب فارغ ہوئے تو فرمایا: ابھی مَیں نے ابو موسیٰ کی آواز سنی تھی کہ وہ اجازت طلب کر رہے تھے، ان کو بلاؤ۔جب آدمی باہر گیا تو دیکھا کہ حضرت ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ موجود نہیں ہیں، اس نے آکر کہا کہ وہ تو چلے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو بلالاؤ۔ آدمی گیا اور بلالایا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم واپس کیوں چلے گئے؟ انہوں نے کہا: مَیں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ اجازت تین مرتبہ طلب کرنی چاہیے، اگر مل جائے تو ٹھیک ہے، لیکن اگر اجازت نہ دی جائے، یا صاف انکار کر دیا جائے کہ آپ واپس تشریف لے جایئے ؛ دونوں صورتوں میں واپس لوٹ جانا چاہیے۔اور حدیث بھی یہی ادب بتلاتی ہے۔ قرآنِ پاک میں بھی ہے: ﴿وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا (سورۃ:۲۴،النور/ آیۃ:۲۸)﴾ اس آیت میں صاف حکم ہے کہ اگر گھر والے کی طرف سے یہ کہہ دیا جائے کہ آپ اس وقت واپس تشریف لے جایئے، مَیں ملاقات کی پوزیشن میں نہیں ہوں، یا اس وقت میرے پاس ملاقات کے لئے گنجائش اور موقع نہیں ہے، تو آپ برا نہ مانئے، بلکہ واپس تشریف لے جایئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت ابوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی ٔکریم (ﷺ) کا یہ ارشاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوسناکر عرض کیاکہ مَیں نے تین مرتبہ اجازت طلب کی تھی اور آپ کی طرف سے اجازت نہیں ملی،اس لئے مَیں واپس چلا گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم حضور اکرم (ﷺ) کا جو ارشاد نقل کر رہے ہو؛اس پر تمہارے پاس کوئی گواہ موجود ہے؟اگر ہے تو گواہ پیش کرو؛ورنہ مَیں سزادوں گا۔یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ سوچ میں پڑگئے اور گھبرائے ہوئے واپس لوٹے کہ مَیں نے تو نبی ٔکریم (ﷺ) کا یہ ارشاد سنا ہے، دوسرے کن کن لوگوں نے سنا ہے،یہ مجھے معلوم نہیں ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضورِاکرم (ﷺ) کا یہ ارشاد سنا نہیں تھا۔

چناں چہ اس موقعہ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاحکام میں ایک باب لائے ہیں کہ یہ ہوسکتاہے کہ حضوراکرم (ﷺ) کے بڑے بڑے صحابہ کے علم میں حضور اکرم (ﷺ) کی کوئی بات نہ آئی ہو ، اوراس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی قصہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور (ﷺ) کا یہ ارشاد معلوم نہیں تھا۔

بہرحال!حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہ کا مطالبہ کیاتو وہ گواہ تلاش کرنے کے لئے نکلے،بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ جو سید الانصارہیں ، ان کی مجلس لگی ہوئی تھی جہاں سب انصارہی بیٹھے ہوئے تھے ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے وہاں پہنچے اورکہا: تم میں سے کسی نے نبی ٔکریم (ﷺ) کا یہ ارشاد سنا ہے؟ کہ تین مرتبہ اجازت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طلب کرو، اگر مل جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ واپس چلے جاؤ۔ اس لئے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اس بات پر گواہ طلب کئے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جو اس مجلس کے صدر نشین تھے انہوں نے کہا: یہاں جتنے لوگ موجود ہیں سب نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد سنا ہے، اور آپ کی گواہی کے لئے اس مجلس میں جو سب سے چھوٹی عمر کا آدمی ہے اس کو ہم بھیجیں گے۔ چناں چہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ: اس مجلس میں سب سے چھوٹی عمر کا میں ہی تھا، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے ساتھ جاؤ، اور گواہی دو۔ چناں چہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور گواہی دی، تب کہیں ان کی جان چھوٹی۔

گواہ طلب کرنے کی تکوینی وجہ :

ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر ایک چیز ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ: یہاں حضرت ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو معاملہ پیش آیا اس کی ایک تکوینی وجہ بھی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیاتِ طیبہ میں ایک موقعہ پر قبیلہ اَشعر کے لوگوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سواری طلب کرنے کے لئے بھیجا کہ آپ ہمارے لئے سواری طلب کیجئے۔ تو حضرت ابو موسیٰ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَشعری رضی اللہ عنہ حضورِاکرم (ﷺ) کے پاس ایسے موقعہ پر پہنچے کہ حضور اکرم (ﷺ) کسی پر کسی وجہ سے ناراض تھے۔انہوں نے سواری طلب کی اور حضور اکرم (ﷺ) کے پاس اس وقت سواری نہیں تھی، اس لئے نبیِّ کریم (ﷺ) نے جواب میں ارشاد فرمایا: میرے پاس سواری نہیں ہے۔پھر حضور (ﷺ) نے قسم کھالی کہ مَیں تمہیں سواری نہیں دوں گا۔حضرت ابوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ تو واپس چلے آئے،اس کے بعد حضورِاکرم (ﷺ) کے پاس کہیں سے سواری کے جانور آگئے تو حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ ابھی ابوموسیٰ سواری طلب کرنے کے لئے آئے تھے،ان کو بلاؤ۔بلوایا گیا پھر فرمایا:سواری کے یہ جانور لے جاؤ ،حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سواری کے جانور لے کر چلے گئے۔

جس وقت حضرت ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ سواری طلب کرنے کے لئے آئے تھے اس وقت ان کے ساتھ ان کے قبیلے کے دو آدمی اور بھی ساتھ تھے۔جب حضور (ﷺ) نے سواری کے جانور عنایت فرمائے اوروہ ان کو لے کر اپنے قبیلے کے لوگوں کے پاس گئےاور ان سے کہا کہ:دیکھو!حضور (ﷺ) نے سواری کے جانور تو عنایت فرمادئے لیکن پہلی مرتبہ جب میں گیا تھا اور سواری طلب کی تھی تو حضور اکرم (ﷺ) نے انکار فرمایا تھا اور قسم کھالی تھی کہ میں سواری نہیں دوں گا۔کہیں ایسا تو نہیں کہ حضور اکرم (ﷺ) اپنی قسم بھول گئے۔اگر ایسی حالت میں یہ سواری کے جانور حضور (ﷺ) نے ہمیں عطا فرمائے ہوں ،اور ہم حضو ر (ﷺ) کو لا علمی میں رکھ کر جانور لے لیں ، تو ہمارے لئے اس میں برکت نہیں ہوگی، اس لئے حضور (ﷺ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کو خبر کرنی چاہیے۔اور ان دو آدمیوں سے- جو پہلی مرتبہ ان کے ساتھ تھے-کہا: تم میرے ساتھ گواہی دینے کے لئے چلو، تاکہ تم گواہی دے سکو۔چناں چہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان دو آدمیوں کو لے کر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور عرض کیا :اے اللہ کے رسول! آپ نے سواری نہ دینے کا ارادہ فرمایا تھا اور اس پر قسم کھائی تھی کہ نہیں دوں گا ،اور دونوں گواہ بھی پیش کئے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ :مجھے اپنی قسم یاد تھی، لیکن یہ سواری کے جانور میں نے نہیں دیئے، اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔اس کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اگر میں کسی بات پر قسم کھالوں اور پھر مجھے یہ پتہ چلے کہ اس کے خلاف میں خیر اور بھلائی ہے ؛تو مَیں اپنی قسم توڑ دیتا ہوں اور کفارہ دیدیتا ہوں۔

شرّاح فرماتے ہیں کہ کچھ چیزیں تکوینیات کے قبیل سے ہوتی ہیں ۔اس موقعہ پر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی گواہ طلب نہیں کئے تھے ،لیکن حضرت ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ نے گواہی کے لئے دو آدمی لے جانے کا اہتمام اپنی طور پر کیا،تواس کی تکوینی سزا یہ بھگتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

استیذان کے وقت تاک جھانک نہ کرے:

حدیث ۸۷۱:-

وعن سھلِ بنِ سعدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول اللہ (ﷺ) : إِنَّمَا جُعِلَ الاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ. (متفقٌ علَیْہِ)

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اجازت لینے کا حکم نگاہ کو کسی کے گھر میں بلا اجازت ڈالنے سے بچنے کے لئے دیا گیا ہے۔

افادات:- کسی کے گھر میں اس وقت تک داخل نہیں ہونا چاہیے جب تک داخل ہونے کی اجازت نہ مل جائے۔ یہ حکم شریعت نے اس لئے دیا ہے کہ اگر آپ بغیر اجازت کے داخل ہوجائیں گے، تو ہوسکتا ہے کہ وہ آدمی کسی ایسی ہیئت میں بیٹھا ہو جس حالت میں کوئی اس کو دیکھے، یہ اس کو ناپسند ہو، یا کوئی ایسی چیز اس کے گھر میں موجود ہو جس پر کسی اجنبی کی نگاہ پڑنے کو وہ گوارہ نہ کرتا ہو؛ اس لئے اگر پہلے سے اجازت لے لیں گے تو وہ جن چیزوں کو آنے والے سے چھپاکر رکھنا چاہتا ہے؛ ان کو یہ چھپادے گا پھر داخل ہونے کی اجازت دے گا۔ اب اگر آپ باہر کھڑے کھڑے اجازت تو طلب کررہے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کے گھر میں جھانک بھی رہے ہیں جیساکہ بعضوں کی عادت ہوتی ہے، تو اس اجازت کا کیافائدہ ہوا؟ اس لئے اس روایت میں اجازت طلب کرنے کا طریقہ بتلایا جارہاہے کہ اس طرح اجازت نہ لو کہ آپ اندر جھانک رہے ہو، بلکہ دروازہ کے سامنے سے ہٹ کر ایک کنارے پر ایسے کھڑے ہوکر اجازت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طلب کرو کہ تمہاری نگاہ بھول سے بھی اندر نہ پڑنے پائے،پھر جب اجازت مل جائے تب ہی گھر میں داخل ہو ناچاہیے۔

گھس سکتاہوں،یاآسکتاہوں :

حدیث ۸۷۲:-

وعن رِبْعِيِّ بن حِرَاشٍ قَالَ : حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرٍ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ (ﷺ) وَهُوَ فى بيتٍ، فَقَالَ : أَأَلِجُ ؟ فَقَالَ رسول الله (ﷺ) لِخَادِمِهِ:أُخْرُجْ إِلَى هَذَا ، فَعَلِّمْهُ الاسْتِئذَانَ. فَقُلْ لَهُ : قُلِ :السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ ، أَأَدْخُل ؟ فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ،فَقَالَ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُل ؟ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ (ﷺ) فدخَلَ. (رواه أبو داود بإسناد صحيح)

ترجمہ:-حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنوعامر کے ایک آدمی نے مجھے یہ قصہ بیان کیاکہ اس نے نبیؐ کریم (ﷺ) سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی،آپ (ﷺ) گھر ہی میں تشریف فرما تھے،اس نے کہا:أَأَلِجُ؟(جس کا لفظی ترجمہ یوں ہوتاہے کہ کیامَیں اندر گھسوں؟) توحضوراکرم (ﷺ) نے اپنے خادم سے فرمایا: باہر جاؤاور اس آدمی کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ، اس سے کہوکہ یوں کہے:السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ ، أَأَدْخُلُ؟"السلام علیکم" کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟اس آدمی نے باہر ہی سے یہ بات سن لی اور فوراً کہا:السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ ، أَأَدْخُلُ؟"السلام علیکم" کیا مَیں داخل ہوسکتاہوں؟حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا: جی ہاں ! آجاؤ؛تو پھر وہ داخل ہوا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- کسی چیز کو تعبیر کرنے کے لئے اچھا لفظ استعمال کرنا چاہیے۔ اگر کوئی آدمی یوں کہے: ”کیا میں آپ کے گھر میں گھس سکتا ہوں“ اس کے بجائے کہے: ”کیا میں آپ کے گھر میں داخل ہوسکتا ہوں“ تو آپ ہی غور کیجئے کہ مفہوم تو دونوں کا ایک ہی ہے، لیکن دوسرے جملہ میں جو ادب ہے وہ پہلے میں نہیں ہے۔ ادب اور تعبیر کے اعتبار سے دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہاں پر اس آدمی نے اجازت طلب کرنے کے لئے ایک تو سلام نہیں کیا، اور پھر ان الفاظ میں اجازت مانگی؛ تو حضورِ اکرم (ﷺ) نے اپنے خادم کے ذریعہ اس کو اجازت لینے کا طریقہ سکھانے کو فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی آدمی اجازت طلب کرنے کے لئے خلافِ ادب الفاظ و کلمات استعمال کرے تو اس کو اجازت دینے سے روک سکتے ہیں اور اس کو ادب سکھایا جاسکتا ہے۔

یادگار تنبیہ

حدیث ۸۷۳:-

عن كِلْدَةَ بن الحَنْبل رضی اللہ عنہ **قَالَ: أَتَيْتُ النبيَّ (ﷺ) فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ أُسَلِّمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ (ﷺ): ارْجِعْ فَقُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ (رواه أبو داود والترمذی، وقال: حديث حسن)**

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت کلدۃ بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نبی ٔکریم (ﷺ) کے پاس حاضر ہوا،اوربغیرسلام کے آپ کے گھرمیں داخل ہوگیا،تو حضوراکرم (ﷺ) نے مجھ سے فرمایا:واپس جاؤ اور کہو: السلام علیکم ، کیا مَیں آسکتاہوں ؟

افادات:-معلوم ہواکہ کسی آدمی کی تعلیم و تربیت کی غرض سے اگر اس طرح کامعاملہ کیاجائےتواس کی اجازت ہے۔چوں کہ کسی بڑے کی طرف سے بطور تنبیہ کے اگرایساکیاجاتا ہے،تو یہ تنبیہ ایسی ہوتی ہے کہ پھر زندگی بھریاد رہ جاتی ہے،اورا س سے اس غلطی کی ہمیشہ کے لئے اصلاح ہوجاتی ہے،اس لئے ایسا بھی کیا جاسکتاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب بیان أن السنة اذا قیل للمستأذن: من انت؟أن یقول فلان، فیسّمی نفسه بما یعرف به من اسم أو کنیة

و کراهیة قوله أنا و نحوها

اجازت طلب کرنے والے سے جب پوچھا جائے: کون ہو ؟تو جواب میں وہ اپنا نام بتائے،یا وہ لقب ، کنیت یا صفت جس سے وہ مشہور ہو۔

”میں ہوں“ نہ کہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گھر والے کے پوچھنے پر جواب دینے کا مسنون طریقہ:

جب کوئی آدمی کسی کے گھر میں جانے کی اجازت طلب کرے، اور گھر والے کی طرف سے پوچھا جائے کہ کون ہو؟تو جواب میں وہ اپنانام ،یاوہ لقب ، کنیت اور صفت جس سے وہ مشہور ہوبتائے۔مطلب یہ ہے کہ گھر والے کو پتہ چل جائے کہ فلاں آدمی اجازت طلب کررہا ہے۔ جواب میں یوں نہ کہے کہ:مَیں ہوں۔یا ایسا لفظ استعمال نہ کرے جس سے گھر والوں کو پتہ نہ چل سکے کہ کون ہے۔اس لئے کہ گھر والے کے پوچھنے کامقصد ہی یہ ہوتاہے کہ معلوم ہو جائے کہ اجازت طلب کرنے والی شخصیت کون ہے،تاکہ وہ فیصلہ کرسکے کہ اس کو اندر آنے کی اجازت دوں یا نہ دوں۔جب آپ اپنا نام لیں گے تب ہی تو اس کو پتہ چلے گا کہ آپ کون ہیں؟ ’’مَیں ‘‘یاکوئی ایسالفظ جس سے تعارف نہ ہوتاہو ؛ تو مقصدحاصل نہیں ہوگا۔

حدیث ۸۷۴:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ فی حدیثه المشهور فی الإسراءِ،قَالَ قَالَ رسول الله (ﷺ) : ثُمَّ صَعدَ بِي جِبْرِيلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فقِيلَ: مَنْ هذَا ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. ثُمَّ صَعدَ إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فاسْتَفْتَحَ، قِيلَ: مَنْ هَذَا ؟ قَالَ: جِبْرِيل. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. وَالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ وَسَائِرِهِنَّ وَيُقَالُ فِي بَابِ كُلِّ سَمَاءٍ: مَنْ هَذَا ؟ فَيَقُولُ: جِبْرِيلُ. (متفقٌ عَلَيْه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت أنس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے (حدیث کی کتابوں میں) معراج کا مشہور واقعہ نقل کیا گیا ہے جس میں نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر آسمانوں کے اوپر پہنچے، اور پہلے آسمان کا دروازہ کھلوایا، تو اندر سے پوچھا گیا : کون ہو؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں ؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: محمد ((ﷺ)) ہیں۔ پھر دوسرے آسمان کا دروازہ کھلوایا، تو اندر سے یہی پوچھا گیا: کون ہو؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب میں کہا: میں جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں ؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: محمد ((ﷺ)) ہیں ۔ پھر تیسرے چوتھے اور تمام آسمانوں پر یہی صورت پیش آئی کہ (جب دروازہ کھلوانے کے لئے درخواست کی جاتی تو) اندر سے سوال کیا جاتا کہ کون ہو؟ اس کے جواب میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کہتے: میں جبرئیل ہوں۔

افادات:- حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنا نام لیتے تھے کہ میں جبرئیل ہوں، یہ نہیں کہتے تھے کہ میں ہوں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر گھر والے کی طرف سے ساتھ میں آنے والوں کے متعلق پوچھا جائے تو اس کا بھی نام بتلانا چاہیے کہ میرے ساتھ فلاں ہے۔

حدیث ۸۷۵:-

وعن أَبِي ذرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي، فَإِذَا رسول الله (ﷺ) يَمْشِي وَحْدَهُ، فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ القَمَرِ، فَالْتَفَتَ فَرَآنِي، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فقلتُ: أَبُو ذَرٍّ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات گھر سے باہر نکلا (چاندنی رات تھی) مَیں نے دیکھا کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اکیلے تشریف لے جارہے ہیں ، تو مَیں بھی ذرا دور ہٹ کر چاند کی روشنی میں چلنے لگا۔ حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیچھے مڑ کر مجھے دیکھا اور پوچھا: کون ہو ؟ مَیں نے کہا: ابوذر ہوں۔

افادات:- دیکھو! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب پوچھا: کون ہو ؟ تو انہوں نے جواب میں اپنا نام بتلایا۔ بعض لوگ "مَیں" بولتے ہیں ، یا چپ چاپ رہتے ہیں ، کچھ بولتے ہی نہیں ؛ یہ بھی غلط ہے۔ جب پوچھا جائے کہ کون ہو ؟ تو اپنے متعلق بتلادے۔

یہ قصہ پہلے بھی کسی موقعہ پر تفصیل سے آچکا ہے کہ اس کے بعد حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اچھا! میرے ساتھ چلو، تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ چلے ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بستی سے باہر تشریف لے گئے، ایک جگہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا اور فرمایا کہ جب تک مَیں نہ آؤں، یہاں سے نہ ہٹنا، اس کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حضرت جبرئیل سے ملاقات اور گفتگو ہوئی۔

حدیث ۸۷۶:-

وعن أُمِّ هانِيءٍ رضی اللہ عنہا قالت: أتيتُ النَّبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ، فَقَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ فقلتُ: أنا أُمُّ هَانِيءٍ. (متفقٌ عَلَيْهِ.)

ترجمہ:- حضرت اُم ہانی علیہم السلام فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئی تو آپ غسل فرمارہے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کئے ہوئے تھیں۔ حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: کون ہے؟ مَیں نے کہا: مَیں اُم ہانی ہوں ۔ (یہ روایت پچھلی مجلس میں گزرچکی)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

”مَیں“ کہنا؛ صحیح جواب نہیں :

حدیث ۸۷۷:-

وعن جابر رضی اللہ عنہ قَالَ: أتَيْتُ النبيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَدَقَقْتُ البَابَ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقُلتُ: أنَا، فَقَالَ: أنَا، أنَا! كَأنَّهُ كَرِهَهَا. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: کون ہو؟ مَیں نے کہا: ”مَیں“۔ تو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”مَیں، مَیں“ (کیا کرتے ہو؟) گویا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔

افادات:- اس لئے کہ ”مَیں“ کہنے سے تعارف تو ہوتا نہیں، اس لیے اس جواب پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ: یہ ”مَیں“ کوئی جواب تھوڑا ہی ہے

ان سب روایتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ جب پوچھا جائے کہ کون ہو؟ تو جواب میں اپنا نام بتلائے؛ تاکہ پوچھنے والا پہچان لے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

إستحباب تشميت العاطس اذا حمد الله تعالىٰ وكراهة تشميته اذا لم يحمد الله تعالىٰ وبيان آداب التشميت والعطاس والتثاؤب

چھینک کھانے والے کو جواب دینے کا مستحب ہونا؛

اگر وہ الحمدللہ کہے

اگر وہ الحمدللہ نہ کہے تو اس کو جواب نہ دیا جائے

اور چھینک کھانے اور جمائی لینے کے آداب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسبابِ چستی پسندیدہ، اسبابِ سستی ناپسندیدہ:

حدیث ۸۷۸:-

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ أنَّ النبيَّ (ﷺ) قَالَ: إنَّ الله يُحِبُّ العُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ الله تَعَالَى كَانَ حَقّاً عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أنْ يَقُولَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإذَا تَثَاءبَ أحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإنَّ أحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ.

(رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ چھینک کو پسند کرتے ہیں، اور جمائی لینے کو ناپسند کرتے ہیں، جب کوئی آدمی چھینک کھاکر الحمدللہ کہے تو جو مسلمان بھی اس کو سنے اس پر ضروری ہے کہ جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ اور جمائی لینا شیطان کے اثر سے ہوا کرتا ہے، اس لئے اگر کسی کو جمائی آنے لگے تو جتنا ہوسکے اس کو روکنے کی کوشش کرے، اس لئے کہ تم میں سے جب کسی کو جمائی آتی ہے (اور وہ اپنا منھ چوڑا کرتا ہے) تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔

افادات:- چھینک اور جمائی دونوں غیر اختیاری چیزیں ہیں تو پھر اس میں پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا کیا مطلب؟ جو چیز آدمی کو غیر اختیاری طور پر پیش آئے اس کے بارے میں حضور اکرم (ﷺ) کیا بتلانا چاہتے ہیں؟ تو علماء نے لکھا ہے کہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جمائی آنے کے کچھ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسباب ہوا کرتے ہیں، جیسے آدمی زیادہ کھائے تو اس کی وجہ سے سستی رہتی ہے اور اسی کے نتیجہ میں جمائی آتی ہے۔ گویا یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ آدمی کا ایسے اسباب اختیار کرنا جس کے نتیجہ میں جمائیاں آنے لگیں؛ اس کو پسند نہیں کیا گیا ہے، اس لئے آدمی زیادہ نہ کھائے اور اپنی طبیعت پر سستی نہ طاری کرے۔

اور چھینک کو جو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے وہ اس لئے کہ اطباء لکھتے ہیں کہ چھینک کا آنا صحت کی علامت ہے، اور چھینک کی وجہ سے آدمی کے دماغ کے خلیوں میں جو کچھ رکاوٹیں ہوتی ہیں وہ دور ہو جاتی ہیں، اور آدمی ایک طرح کا نشاط محسوس کرتا ہے۔ چھینک سے پہلے آدمی کی طبیعت میں سستی تھی، چھینک آجانے کے بعد اس کی طبیعت میں نشاط اور چستی آجاتی ہے، اس لئے اس کو پسندیدہ قرار دیا گیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چستی کے اسباب کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور سستی کے اسباب کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس لئے مؤمن کو بھی اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ہمیشہ ایک دم ایکٹیو (Active) اور چست رہے، اس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب بھی بیٹھیں گے تو ٹانگیں اونچی کر کے اس پر سر رکھ دیں گے کہ نیند اور سستی نہ آتی ہو؛ تب بھی آنے لگے۔ گویا ایسا انداز اختیار کرتے ہیں کہ "آجا نیند؛ مجھے پکڑ لے" "آ سستی؛ میرے اوپر سوار ہو جا" اس کو شریعت پسندیدہ قرار نہیں دیتی۔ آدمی کو چاہیے کہ سستی کے اسباب کو اپنے سے دور بھگائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور کوئی آدمی چھینک کھاکر الحمدللہ کہے تو شریعت نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہاجائے یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے۔ یہ چھینک کھانے والے کا جواب ہے۔رہا جمائی کامعاملہ ،جس کو ہم گجراتی میں ”બગાસું“کہتے ہیں ؛ تو وہ شیطان کا اثر ہوا کرتا ہے۔ اس لئے اگر کسی کو جمائی آنے لگے تو جتنا ہوسکے اس کو روکنے کی کوشش کرے،یعنی ایسی تدبیر کرے کہ جمائی نہ آنے پائے۔

ایک لطیفہ

یہاں گجراتی والا جمائی (داماد)مراد نہیں ہے۔کسی بڑھیا نے کہیں بیان میں سن لیا تھاکہ جمائی آئے تواس کو روکنے کی کوشش کرو۔تو جب بھی وہ اپنے داماد کو آتا ہوا دیکھتی تھی تو فوراً دروازہ بند کرلیاکرتی تھی۔

خیر !اگرکسی کو جمائی آنے لگے تو جتنا ہوسکے اس کو روکنے کی کوشش کرے،اس لئے کہ تم میں سے جب کسی کو جمائی آتی ہے اور وہ اپنا منھ چوڑا کرتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔ دراصل مؤمن کے ساتھ جب کوئی بھی ایسا معاملہ ہوتاہے جس میں مؤمن کی شان کے خلاف کوئی بات ہو،یا مؤمن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہو؛تو اس پر شیطان کو خوشی ہوتی ہے۔اور جمائی کے اندرجب آدمی کا منھ کھلتا ہے اور منھ کی ہیئت اور شکل ذرا بگڑ جاتی ہے ؛تو اس پر بھی شیطان خوشی مناتا اورہنستا ہے۔اسی لئے آدمی کو جمائی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔فقہاء نے لکھا ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہ آدمی کو جب جمائی آنے لگے تو یہ تصور کرے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور انبیاء کرام علیہم السلام کو جمائی نہیں آتی تھی؛ تو وہ رک جائے گی اور نہیں آئے گی۔ (شامی) اس لئے جمائی کو روکنے کی کوشش کرے، اس کے باوجود اگر آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے۔

چھینکنے اور جمائی لینے کے آداب

حدیث ۸۷۹:-

وعنه عن النبيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: الحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ الله. فَإِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ الله، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ. (رواه البخاری)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کسی کو چھینک آئے تو اس کو چاہیے کہ "الحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے، اور اس کا بھائی یا ساتھی (جو وہاں موجود ہو، جب وہ "الحَمْدُ لِلّٰهِ" سنے تو) جواب میں "يَرْحَمُكَ الله" کہے۔ اور جب یہ "يَرْحَمُكَ الله" کہے تو اب چھینک کھانے والا جواب میں اس کو یہ دعا دے: "يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت کو درست رکھے۔

افادات:- چھینک کھانے پر "الحَمْدُ لِلّٰهِ" کہنا تو مستحب ہے، لیکن اسکے جواب میں "يَرْحَمُكَ الله" کہنا واجب ہے، اگر نہیں کہو گے تو گنہ گار ہوگے، اور "يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" کہنا واجب نہیں ہے، بلکہ مستحبات میں سے ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۸۸۰:-

وعن أبي موسیٰ رضی اللہ عنہ **قَالَ: سَمِعْتُ رسول الله** (صلی اللہ علیہ وسلم) **يقولُ: إِذَا عَطَسَ أحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتُوهُ، فَإِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللهَ فَلَا تُشَمِّتُوهُ.** (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب کسی کو چھینک آئے اور وہ "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ" کہے، تو تم اس کے جواب میں "یَرْحَمُكَ الله" کہو، لیکن اگر وہ "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ" نہ کہے، تو تم جواب میں "یَرْحَمُكَ الله" بھی مت کہو

افادات:- معلوم ہوا کہ اگر چھینکنے والا "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ" کہے تب ہی ہم کو جواب میں "یَرْحَمُكَ الله" کہنا ہے۔ اور اگر ہم نے اس کا "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ" کہنا نہ سنا ہو تو یوں کہہ سکتے ہیں: "یَرْحَمُكَ الله، إِنْ حَمِدتَّ الله" یعنی اگر تو نے "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ" کہا ہے تو میں بھی "یَرْحَمُكَ الله" کہتا ہوں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی دور ہوتا ہے، اس کی چھینک کی آواز تو ہمیں آئی، لیکن اس نے "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ" کہا یا نہیں، یہ ہمیں پتہ نہیں چلا، تو ایسے وقت ہم یوں بول سکتے ہیں۔

حدیث ۸۸۱:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ **قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النبيِّ** (صلی اللہ علیہ وسلم) **فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الآخَرَ، فَقَالَ الَّذِي لَمْ يُشَمِّتْهُ: عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّهُ، وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِي؟ فَقَالَ: هَذَا حَمِدَ اللهَ، وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللهَ.** (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، ان میں سے ایک کو تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں "یرحمک اللہ" کہا، اور دوسرے کو نہیں کہا۔ تو جس کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"یرحمک اللہ" نہیں کہا تھا، اس نے شکایت کی کہ: اے اللہ کے رسول! آپ نے فلاں کو "یرحمک اللہ" کہا، اور مجھے نہیں کہا؟ تو حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اس نے "الحمدللہ" کہا تھا (اس لئے میں نے "یرحمک اللہ" کہا) اور تو نے "الحمدللہ" نہیں کہا۔

حدیث ۸۸۲:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ **قال: كان رسول الله** (ﷺ) **إذا عطس وضع يده أو ثوبه على فيه، وخفض -أو غض- بها صوته. شك الراوي. (رواه أبو داود والترمذی، وقال: حديث حسن صحيح)**

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) کو جب چھینک آتی تھی، تو اپنا ہاتھ یا کپڑا اپنے منہ پر رکھ لیتے تھے، اور اپنی آواز کو پست کرتے تھے۔

افادات:- معلوم ہوا کہ جب چھینک آئے تو ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لینا چاہیے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چھینک کے اندر بلغم یا تھوک کا کچھ حصہ باہر آتا ہے، اور قریب والے آدمی کے چہرے یا اس کے کپڑوں پر جا گرتا ہے، اور یہ چیز اس کے لئے ناگواری کا باعث ہوتی ہے، اس لئے حضور اکرم (ﷺ) کا یہی معمول تھا اور تعلیم بھی یہی ہے۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ چھینک کی سخت آواز بھی کپڑا رکھنے کی وجہ سے دب جائے گی، اس لئے کہ بعض مرتبہ اس آواز کی وجہ سے چھوٹا بچہ ڈر جاتا ہے اور رونے لگتا ہے، اس لئے آواز کو پست کرنے کی تعلیم ہے۔

حدیث ۸۸۳:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن أبي موسى رضی اللہ عنہ **قَالَ : كَانَ الْيَهُودُ يَتَعَاطَسُونَ عِنْدَ رسول اللهِ** (ﷺ)، **يَرْجُونَ أَنْ يَقُولَ لَهُمْ : يَرْحَمُكُم الله، فَيَقُولُ : يَهْدِيكُم اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.**

(رواه أبو داود والترمذی، وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ أشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودی رسول اللہ (ﷺ) کی مجلس میں آکراس امید پر چھینکیں کھایا کرتے تھے کہ حضوراکرم (ﷺ) جواب میں ان کو ”یرحمک اللہ“ کہیں ، لیکن حضوراکرم (ﷺ) ان کو ” یرحمک اللہ “نہیں کہتے تھے، بلکہ ”يَهْدِيكُم اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ “کہا کرتے تھے کہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال ٹھیک کرے۔(یہودیوں کی شرارتیں چلتی رہتی تھیں۔)

حدیث ۸۸۴:-

وعن أبي سعيد الخدری رضی اللہ عنہ **قَالَ قَالَ رسول الله** (ﷺ) **: إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلَى فِيهِ؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ.** (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کسی کو جمائی آئے، تواپنا ہاتھ منھ پر رکھ لے، اس لئے کہ جس وقت منھ کھولتا ہے تو شیطان اندر گھستا ہے۔

افادات:- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمائی آئے اس وقت بھی ہاتھ رکھ لینا چاہیے، اورادب یہ ہے کہ بایاں ہاتھ رکھے، تا کہ اگر کوئی ملوث کرنے والی چیز ہوتو بایاں ہاتھ ملوث ہو، دایاں ہاتھ ملوث ہونے کی نوبت نہ آئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

استحباب المصافحة عند اللقاء وبشاشة الوجه وتقبيل يد الرجل الصالح، وتقبيل ولده شفقة ومعانقة القادم من سفر وكراهية الانحناء

ملاقات کے وقت مصافحہ کا مستحب ہونا چہرے کو مسکراتا ہوا رکھنا، نیک آدمی کے ہاتھ چومنا، اور اپنی اولاد کو محبت سے بوسہ دینا اور اگر کوئی آدمی سفر سے واپس آئے تو اس سے معانقہ کرنا اور جھکنے کا ناپسندیدہ ہونا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

۲۵/رجب المرجب ۱۴۲۲ھ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۳/اکتوبر ۲۰۰۱ء

سلام کا بیان چل رہا ہے اور چوں کہ مصافحہ بھی سلام کی تکمیل ہی ہے، اس لئے جب کسی آدمی سے ملاقات ہو تو سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرنا مستحب ہے۔ اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ سلام کرنا چاہیے، ایسا نہیں کہ سلام تو کر رہے ہیں لیکن منھ بگڑا ہوا ہے، اس سے تو سلام کا سارا مزا ہی کر کرا ہو جاتا ہے۔ اور سلام کے وقت نیک آدمی کا ہاتھ اس کی تعظیم اور ادب کے طور پر چومنا بھی اچھا ہے۔ اور اگر چھوٹا بچہ ہے تو اس کو شفقت اور محبت کی وجہ سے چومنا بھی پسندیدہ ہے۔ اور کوئی آدمی اگر سفر سے آیا ہے تو اس سے معانقہ کرنا۔ اور آدمی سلام اس طرح نہ کرے کہ پورا جھک جائے جس کو فرشی سلام کہتے ہیں۔ اگر جھکنے کی شکل پیدا ہو جائے تو اس کی اجازت نہیں ہے۔

مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا ہی سنت ہے:

حدیث ۸۸۵:-

عن أَبِي الخطاب قتادة رضی اللہ عنہ **قَالَ: قُلْتُ لأَنَسٍ: أَكَانَتِ المُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ رسولِ الله** (ﷺ)؛ **قَالَ: نَعَمْ.** (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی کریم (ﷺ) کے صحابہ کے درمیان مصافحہ کا رواج اور دستور تھا؟ کہا: جی ہاں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- جب دو آدمی آپس میں ملیں اس وقت ان کو دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہیے۔ "مصافحہ" یعنی ایک آدمی کی ہتھیلی والا حصہ دوسرے آدمی کی ہتھیلی والے حصہ سے ملایا جائے۔ ہتھیلی "صَفۡحَةُ الۡيَدِ" کہلاتی ہے۔اور مصافحہ کی کامل سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے کیا جائے اور دونوں ہاتھ سے کیا جائے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چوں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا غیروں کا شعار اور ان کا طریقہ ہے؛ اس لئے اس سے بچا جائے۔

بعض لوگ دو ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں ؛ان کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔وہ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں ۔ حالاں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو مصافحہ کا مستقل باب قائم کیا ہے جس میں مصافحہ کا سنت ہونا بتلایا ہے، اور پھر دوسرا باب قائم کیا : "بابُ الۡأَخۡذِ بِالۡيَدَيۡنِ" یعنی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا، اور اس میں انہوں نے یہ اثر ذکر فرمایا: حضرت حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے محدّث گزرے ہیں، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔اور پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی لائے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ کو ایسی حالت میں تشہد سکھلائی کہ میرا ہاتھ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔یہ روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔(بخاری،حدیث نمبر:۶۲۶۵)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"میرا ہاتھ حضور اکرم (ﷺ) کے دونوں ہاتھوں میں تھا" سے استدلال کرتے ہوئے غیر مقلدین یوں کہتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہیے۔ ارے بھائی! جب صراحت موجود ہے کہ میرا ہاتھ حضور اکرم (ﷺ) کے "**دونوں ہاتھوں**" میں تھا؛ تو اب کچھ بھی کہنے کی گنجائش کہاں باقی رہتی ہے؟ اور رہا ان کا یہ کہنا کہ "کَفِّیْ" "میرا ہاتھ" ! تو اس میں اس بات کی تصریح کہاں ہے کہ انہوں نے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ان کا ایک ہی ہاتھ ہوگا، خاص کر جبکہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم (ﷺ) کے ساتھ ادب و تعظیم کا جو معاملہ کرتے تھے اس کے پیشِ نظر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم (ﷺ) تو اپنے دونوں ہاتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے بڑھائیں اور وہ اپنا صرف ایک ہی ہاتھ دیں !

یہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کہا، اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ وہ اپنے لئے فخر کی ایک چیز بیان کر رہے ہیں۔ ویسے تو حضور اکرم (ﷺ) کے بھی دونوں ہاتھ تھے، اور انہوں نے بھی دونوں ہاتھ ہی بڑھائے تھے؛ تو اب یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ حضور اکرم (ﷺ) کا ایک ہاتھ میرے دونوں ہاتھوں میں تھا۔ اس لئے کہ جب بھی دو آدمی مصافحہ کریں گے، تو ہر ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں میں ہوگا۔ اب یہاں تعبیر کی ایک شکل یہ تھی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یوں کہتے کہ حضور اکرم (ﷺ) کا دستِ مبارک میرے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دونوں ہاتھوں میں تھا۔لیکن چوں کہ اپنی سعادت اور فخر کے طور پر ایک چیز بیان کرتے ہیں، اوراس تعبیر میں سعادت زیادہ ہے کہ میرا ہاتھ حضور اکرم (ﷺ) کے دوہاتھوں میں تھا، اس لئے انہوں نے یہ تعبیر اختیار کی، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مصافحہ کے وقت ان کا ایک ہی ہاتھ تھا۔اور اگرمان لو کہ ایک ہی ہاتھ تھا تب بھی حضور اکرم (ﷺ) کے تو دونوں ہاتھ اسی روایت سے ثابت ہورہے ہیں۔

ہمارے شیخ الشیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بھوپال تشریف لے گئے وہاں کچھ غیر مقلدین ملاقات کے لئے آئے اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہا،تو حضرت ؒ نے دونوں ہاتھ بڑھاکر فرمایا:مصافحہ اس طرح ہوتا ہے۔اس پر ان میں سے ایک آدمی فوراً بول پڑا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ ہیں :"كَانَ كَفِّي بَيْنَ كَفَّيْ الخ"،میرا ہاتھ حضوراکرم (ﷺ) کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔توحضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:حضور اکرم (ﷺ) کے تودوہی ہاتھ تھے نا!اب غورکرلو کہ سنت پر ہم عمل کررہے ہیں، یا آپ؟نبیٔ کریم (ﷺ) کا عمل تو دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ہی ثابت ہوتاہے۔بہرحال ! دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو سنت قرار دیا گیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مصافحہ کے موجد:

حدیث ۸۸۶:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ، قَالَ رسولُ الله (ﷺ): قَدْ جَاءَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ. وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ. (رواه أبو داود بإسناد صحيح)

ترجمہ:- حضرت أنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن کے لوگ حضور (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے ، حضور (ﷺ) نے فرمایا: تمہارے پاس یمن والے آئے، اور یہی وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے مصافحہ کا طریقہ لائے۔

حدیث ۸۸۷:-

وعن البراءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ الله (ﷺ): مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلاَّ غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا. (رواه أبو داود)

ترجمہ:- حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: دو مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں ، تو جدا ہونے سے پہلے دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

افادات:- دیکھو! مصافحہ کی کتنی بڑی فضیلت ہے! لیکن ساتھ میں سلام بھی کرنا چاہیے، اس لئے کہ مصافحہ تو سلام کی تکمیل ہے، صرف مصافحہ کرے اور سلام نہ کرے؛ ایسا نہیں ہونا چاہیے ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مصافحہ، معانقہ، بوسہ؛ کیا کرے، کیا نہیں ؟

حدیث ۸۸۸:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رسولَ اللهِ! الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ، أينحَنِي لَهُ؟ قَالَ: لاَ. قَالَ: أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ؟ قَالَ: لاَ. قَالَ: فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. (رواه الترمذی، وقال: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت أنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی یا کسی دوست سے ملاقات کرتا ہے، تو کیا اس وقت جھک سکتا ہے؟ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا: اس سے معانقہ کرکے اس کو بوسہ دے سکتا ہے؟ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ اس آدمی نے پوچھا: اچھا! اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کر سکتا ہے؟ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! یہ کر سکتا ہے۔

دست بوسی وقدم بوسی

حدیث ۸۸۹:-

وعن صَفْوَانَ بن عَسَّالٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهِ: اذْهَبْ بِنَا إلَى هَذَا النَّبِيِّ، فَأَتَيَا رسولَ الله (صلی اللہ علیہ وسلم)، فَسَأَلاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ... فَذَكَرَ الْحَدِيثَ إلَى قَوْلِهِ: فقَبَّلا يَدَهُ وَرِجْلَهُ، وقالا: نَشْهَدُ أنَّكَ نَبِيٌّ.

(رواه الترمذی وغيره بأسانيد صحيحةٍ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا: ہمیں اس نبیؐ(یعنی حضوراکرم (ﷺ)) کے پاس لے چلو۔دونوں حضور اکرم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے، اورانہوں نے ”تِسع آیاتٍ بَیِّنَاتٍ“یعنی نو آیات ِبینات کے متعلق سوال کیا(یہ ایک لمبی روایت ہے جس کو مختصر کرتے ہوئے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) حضور اکرم (ﷺ) نے ان کے سوالات کے جوابات دیئے،توان دونوں نے نبیؐ کریم (ﷺ) کے دست ِمبارک اورپاؤں کو بوسہ دیا، اور کہنے لگے: ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبیؐ ہیں۔

افادات:–بس!یہاں اس روایت کولاکر یہ بتلاناچاہتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم (ﷺ) کے دست ِمبارک کو بوسہ دیامعلوم ہوا کہ کوئی آدمی قابلِ تعظیم ہو،جیسے: استاذ، باپ، یا کوئی بڑا عالم؛تواس کےہاتھ کو بوسہ دے سکتے ہیں ،اسی طریقہ سے ماں باپ کے پاؤں کو بھی بوسہ دے سکتے ہیں،لیکن کوئی ایسی شکل جوعبادت کی ہو،وہ نہ پائی جانی چاہیے ، اس سے بچتے ہوئے اس کی اجازت ہے۔

حدیث ۸۹۰:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قِصَّةً.قَالَ فِيهَا : فَدَنَوْنَامِنَ النَّبِيِّ (ﷺ) فَقَبَّلْنَا يَدَهٗ

(رواہ أبو داود)

ترجمہ:–حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک قصہ نقل کیاجاتاہے(اس قصے کویہاں انہوں نے چھوڑدیاہے) اخیر میں یہ ہے کہ ہم نبیؐ کریم (ﷺ) کے قریب ہوئےاورآپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہاں یہ روایت اسی نسبت سے لائے ہیں کہ ہاتھ کو بوسہ دیا جاسکتا ہے۔

حدیث ۸۹۱:-

وعن عائشة رضی اللہ عنہا **قالت: قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرسولُ الله** (ﷺ) **فی بَيْتِي، فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ، فَقَامَ إِلَيْهِ النبيُّ** (ﷺ) **يَجُرُّ ثَوْبَهُ، فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ.**

(رواه الترمذی، وقال: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ آئے تو (آتے ہی) نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت حضور اکرم (ﷺ) میرے مکان میں تشریف فرماتھے ، انہوں نے آکر حضور کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا، تو حضور (ﷺ) اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے اٹھے اور حضرت زید کو گلے سے لگایا اور بوسہ دیا۔

افادات:- اس سے معانقہ یعنی گلے سے لگانا اور بوسہ دینے کو بتلانا چاہتے ہیں۔

حدیث ۸۹۲:-

وعن أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ **قَالَ قَالَ لی رسول الله** (ﷺ)**: لاتَحْقِرَنَّ من الْمَعرُوف شَيْئاً، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ.** (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے مجھ سے فرمایا: کسی بھی نیکی کے کام کو معمولی نہ سمجھو، چاہے اپنے بھائی سے ہنستے چہرے کے ساتھ ملاقات ہی کیوں نہ ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- بعض مرتبہ آدمی کسی کام کو یہ سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے کہ یہ چھوٹا سا تو کام ہے، اس کو کیا کریں ! پہلے بھی بتلایا جاچکا ہے کہ نیکی بہر حال نیکی ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کی مغفرت کا پروانہ حاصل ہونے کا ذریعہ بن جائے۔ اس لئے کہ کب کونسی نیکی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوتی ہے ، اس کے متعلق کوئی بات گارنٹی سے کہی نہیں جاسکتی۔ اس لئے نبیٔ کریم (ﷺ) نے تاکید فرمائی کہ کسی بھی نیکی کے کام کو چھوٹا سمجھ کر چھوڑ مت دو، بلکہ اس کو انجام دیدیا کرو

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی سے ملاقات کے وقت اپنا چہرہ ہنستا ہوا رکھنا چاہیے، کیوں کہ ملاقات کرنا ایک مستقل نیکی ہے، اور ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ ملنا الگ نیکی ہے ، اس پر بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملتا ہے، اور اس سے مسلمان بھائی کا جی بھی خوش ہوتا ہے۔

یہ جذبۂ شفقت کا ہی تقاضہ ہے

حدیث ۸۹۳:-

وعن أَبي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ: قَبَّلَ النبيُّ (ﷺ) الحَسَنَ بنَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما فَقَالَ الأَقْرَعُ بن حَابِسٍ : إنَّ لِي عَشْرَةً مِنَ الوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أحَداً. فَقَالَ رسول الله (ﷺ) : مَنْ لاَ يَرْحَمْ لاَ يُرْحَمْ ! (متفقٌ عَلَيهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے(اپنے نواسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے)حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کوبوسہ دیا(دیہات کے رہنے والے ایک صحابی حضرت)اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے، انہوں نے کہا: میرے دس بچے ہیں ،لیکن میں نے توآج تک کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا! تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:جو آدمی رحم،شفقت اورمہربانی کا معاملہ نہیں کرتا،اس کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم اور شفقت کا معاملہ نہیں کیاجاتا۔

افادات:-بعض روایتوں میں یہ بھی ہے:" أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ. (بخاری شریف : باب رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَتَقْبِيلِهِ وَمُعَانَقَتِهِ.)" تمہارے دل سے اللہ تعالیٰ نے شفقت نکال دی؛تو اس کا میرے پاس کیا علاج ہے ؟ مطلب یہ ہے کہ یہ تو شفقت اور مہربانی کا تقاضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نےبندوں کے دلوں میں یہ جذبہ پیدا کیاہے،اوراس جذبہ کا تقاضایہ ہے کہ جب اس کے سامنے کوئی چھوٹا بچہ آتا ہے تو اس کا جی چاہتاہے کہ محبت سے اس کو بوسہ دے۔

چوں کہ انہوں نےباب کا جوعنوان قائم کیاتھااس میں بچوں کو محبت سے بوسہ دینا بھی تھا،اسی نسبت سے یہ روایت لائے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

كتابُ عيادةِ الْمَرِيْض، وتشييع الميت، والصلاة عليه، وحضور دفنه،

بیمار کی خبر گیری اور تیمار داری۔ کوئی انتقال کر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا۔ جنازہ کی نماز پڑھنا۔ تدفین کے وقت حاضر رہنا، دفن کے بعد اس کی قبر کے پاس تھوڑی دیر ٹھہر جانا "دعائے تَثَبُّت" یعنی نکیرین کے سوال کے وقت اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرنا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب عیادۃ المریض

عیادت؛ حقِ مسلم سمجھ کر کریں، رواجِ سماج سمجھ کر نہیں :

بیمار کی عیادت بھی ایک مستقل نیکی کا کام ہے اور جو حقوق ایک مؤمن کے دوسرے پر لازم کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا ذریعہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے؛ یہ سمجھ کر آدمی کو بیمار کی عیادت کے لئے جانا چاہیے۔

ایک بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ بعض نیکی کے کام وہ ہیں جن کو ہم انجام تو دیتے ہیں، لیکن اپنے معاشرہ کے رواج اور چلن کی وجہ سے جس وقت ان کاموں کو انجام دے رہے ہوتے ہیں تب ہمارے دل میں یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ ہم نیکی کر رہے ہیں، بلکہ عام طور پر ہم ایک رسم و رواج کے طور پر اور بدلہ کی کارروائی کے طور پر کرتے ہیں۔ جیسے: ایک آدمی بیمار ہوا تو ہم سب اس کی خبر گیری کے لئے جاتے ہیں، ہمارے معاشرہ میں یہ سلسلہ ہے، لیکن عام طور پر آدمی سوچتا ہے کہ جب میں بیمار ہوا تھا تو یہ آدمی میری خبر پوچھنے کے لئے میرے گھر آیا تھا۔ میرا بیٹا بیمار ہوا تھا تب بھی آیا تھا، چلو! اب مَیں بھی اس کے پاس ہو آؤں۔ حالاں کہ یہ ایک مؤمن کا حق ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والی نسبت سے اہلِ ایمان کے درمیان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک عالمی رشتہ قائم کیا ہے، اور ایمان والوں کی مستقل برادری او رپریوار (પરીવાર) بنایا ہے ،اسی نسبت سے آپسی حقوق قائم کئے ہیں۔تو ایک مؤمن کا دوسرے مؤمن پر یہ حق ہے کہ چاہے کوئی اور پہچان نہ ہو،تب بھی جب معلوم ہو کہ فلاں مسلم بھائی بیمار ہے تو اس کی عیادت اور خبر گیری کے لئے جائے،اور اسی حیثیت سے جانا چاہیے،اسی طرح جنازہ میں شرکت بھی اسی حیثیت سے ہونی چاہیے۔

نیت ٹٹول لیں:

بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا ہماری سوسائٹی اور سماج میں چلن ہے،ہم ان چیزوں کو انجام دیتے ہیں،جیسے:رشتہ داروں کے ساتھ موقعہ آنے پر بھلائی کا سلوک کرلیتے ہیں ،کسی کا انتقال ہوا تو جنازہ میں حاضری دیدیتے ہیں ،کوئی بیمار ہوا تو اس کی خبر گیری کے لئے جاتے ہیں ، لیکن عام طور پر ایسا مزاج بنتا جارہاہے کہ یہ کام ہم اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر نہیں،بلکہ ایک رسم و رواج اوربدلہ کی کارروائی کے طور پر کرتے ہیں۔اگر ایسے جذبہ سے کریں گے تو پھر وہ عبادت نہیں کہلائے گی اوراس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے، وہ ہماری ہر چیز میں اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ ہمیں نقصان پہنچے۔اب دیکھئے!یہ سب نیکی کے کام ہیں اور ہمیں اس کی تاکید کی گئی ہے نبیٔ کریم (ﷺ)نے بڑے اہتمام سے اس کا حکم دیاہے جیساکہ روایتوں میں موجودہے، اور ہم ان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کاموں کو انجام بھی دیتے ہیں ، لیکن جس وقت ہم ان کاموں کو انجام دے رہے ہوتے ہیں اس وقت ہمارے دل میں دو ر دور بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہم یہ اس لئے کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، نبی کریم (ﷺ) کی سنت ہے ،اور شریعت نے مؤمن ہونے کی حیثیت سے ہم پر یہ حق لازم کیا ہے؛ بلکہ دوسرے جذبات اور خیالات کارفرما ہوتے ہیں ،تو پھر وہ اجرو ثواب اور بڑے بڑے وعدے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان اعمال پر کئے گئے ہیں حاصل نہیں ہوں گے۔اس لئے بڑی بڑی نیکیاں جن کا آگے ذکر آرہاہے ان پر اجرو ثواب اسی صورت میں حاصل ہوگا جب ہم ان کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر ، اور ایک مؤمن کا حق سمجھتے ہوئے اللہ ہی کے واسطے انجام دیں گے، اگر رسم و رواج یا بدلہ کی کاروائی کے طور پر کریں گے؛ تو یہ چیز حاصل نہیں ہوگی۔لہٰذا جب ہم وہ کام کرہی رہے ہیں تو اس بات کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ہمارے اکابر اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔

بنیاد وہی ہو:

حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنا کہ :ایک مرتبہ ایک جنازہ میں جانے سے پہلے سوچنے لگے کہ اس جنازہ میں کس لئے جارہاہوں ؟ فلاں کا باپ ہے، فلاں کا بھائی ہے، فلاں کا بیٹاہے؛اس لئے جارہاہوں؟یا ایک مؤمن کاجنازہ ہے اس لئے جارہاہوں۔عام طور پر جب ہم لوگ جنازوں میں جاتے ہیں ،تواس کے پسِ پردہ یہی چیز مؤثر ہوتی ہے کہ فلاں کے ابا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کا انتقال ہوا اس لئے چلو،یعنی اگر یہ اس کا باپ نہ ہوتا تو ہم نہ جاتے۔حالاں کہ شریعت نے ہمیں جو تعلیم دی ہے اس میں یہ نکتہ ملحوظ رکھنے کے لئے کہا ہے کہ ایک مؤمن ہونے کی حیثیت سے آپ جایئے،اس کے ساتھ ساتھ کسی اور حیثیت کو بھی ملحوظ رکھنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، لیکن اصل بنیاد وہی ہونی چاہیے۔

ہمیں حضور نے حکم دیا...:

حدیث ۸۹۴:-

عن البَرَاءِ بن عازِبٍ رضی اللہ عنہما **قَالَ:أَمَرَنَا رسولُ الله** (ﷺ) **بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الجَنَازَةِ، وَتَشْمِيتِ العَاطِسِ،وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ،وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ،وَإِجَابَةِ الدَّاعِي وَإِفْشَاءِ السَّلاَمِ.** (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ہمیں بیمار کی خبر گیری،جنازوں کے ساتھ چلنے،کوئی آدمی چھینک کھا کر الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنے ، قسم دینے والے کو اس کی قسم میں بری کرنے ، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے،اور سلام کو پھیلانے کا حکم دیا ہے۔

افادات:- چوں کہ بیماری کی حالت میں بیمار کے اندر ایک خاص شکستگی پیدا ہو جاتی ہے، آدمی اپنی طبیعت پر تنگی اور پریشانی محسوس کرتا ہے ، آپ جب اس کی عیادت اور خبر گیری کے لئے جائیں گے تو اس کی وجہ سے اس کو خوشی اور فرحت محسوس ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قسم دینے والے کو اس کی قسم میں بری کرنا۔ مثلاً: کسی آدمی نے آپ کو قسم دے کر کسی چیز کا مطالبہ کیا اور آپ اس کا مطالبہ پورا کرسکتے ہیں، اگر آپ اس کام کو انجام نہیں دیں گے تو اندیشہ یہ ہے کہ وہ اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا، اور اس پر کفارہ واجب ہو جائے گا؛ تو اس کو اس کی قسم میں حانث ہونے اور کفارہ واجب ہونے سے بچانے کے لئے آپ کو چاہیے کہ وہ کام کردیں۔

یہاں یہ روایت اس لئے پیش کی ہے کہ اس میں پہلے نمبر پر بیمار کی خبر گیری کے لئے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق:

حدیث ۸۹۵:-

وعن أَبي هريرة رضی اللہ عنہ **أَنَّ رسول الله** (ﷺ) **قَالَ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلاَمِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ العَاطِسِ.** (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے اوپر پانچ حقوق ہیں:- سلام کا جواب دینا (یہ واجب ہے) بیمار کی خبر گیری کرنا۔ جنازہ کے ساتھ جانا۔ دعوت کو قبول کرنا۔ چھینک کھانے والا "الحمدللہ" کہے تو "یرحمک اللہ" سے جواب دینا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-اگر کوئی خبر گیری کرنے والا نہیں ہے، اور خبر گیری نہ کرنے کی صورت میں اس کے ضائع ہوجانے کااندیشہ ہے ،تواس کی خبرگیری ضروری ہے، اگر کوئی نہیں کرے گا اورفوت ہوجائے گاتو سب گنہگار ہوں گے۔اور اگرکوئی ایساخبر گیری کرنے والا ہے کہ یہ ضائع ہونے سے بچ جائے گا تو دوسروں کے لئے سنت ہے۔

بندہ سے اللہ تعالیٰ کی شکایت:

حدیث ۸۹۶:-

وعنه،قَالَ: قَالَ رسولُ الله (ﷺ) : إنَّ الله-عزوجل-يَقُولُ يومَ القِيَامَةِ: يَاابْنَ آدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي! قَالَ: يَارَبِّ! كَيْفَ أعُودُكَ وَأنْتَ رَبُّ العَالَمِينَ ؟! قَالَ: أمَا عَلِمْتَ أنَّ عَبْدِي فُلاناً مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ! أمَا عَلِمْتَ أنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ! يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأنْتَ رَبُّ العَالَمِينَ ؟! قَالَ : أمَا عَلِمْتَ أنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ ! أمَا عَلِمْتَ أنَّكَ لَوْ أطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي ! يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي ! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ أسْقِيكَ وَأنْتَ رَبُّ العَالَمِينَ ؟! قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلاَنٌ فَلَمْ تَسْقِهِ! أمَا عَلِمْتَ أنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي ! (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضوراکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روزاللہ تعالیٰ انسان سے کہیں گے :اے ابن آدم ! میں بیمارہواتو میری خبر لینے کے لئے نہیں آیا؟انسان کہے گا: باری تعالیٰ!میں آپ کی خبر لینے کیسے آتا؟ آپ تو سارے جہانوں کے پالنے والے ہیں ، آپ کہاں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بیمار ہوسکتے ہیں ۔باری تعالیٰ فرمائیں گے:تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا، لیکن تو اس کی خبر لینے کے لئے نہیں گیا تھا۔تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کے لئے جاتا ، تو مجھے بھی اس کے پاس پاتا (یعنی میری رضامندی تجھے حاصل ہوتی)

پھر باری تعالیٰ فرمائیں گے:اے انسان !میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھ کو کھانا نہیں دیا؟انسان عرض کرے گا: باری تعالیٰ!میں بھلا آپ کو کیا کھانا دیتا؟آپ تو سارے جہانوں کے پالنے والے ہیں ۔باری تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اس کو کھانا نہیں دیا تھا۔کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کو کھانا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔(یعنی کھانا دینے کا ثواب تجھے یہاں حاصل ہوتا)

پھر باری تعالیٰ کہیں گے: اے انسان! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا؟ بندہ عرض کرے گا:باری تعالیٰ! میں کیسے آپ کو پانی پلاتا؟آپ تو سارے جہانوں کے پالنے والے ہیں؟باری تعالیٰ فرمائیں گے: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس کا ثواب یہاں پاتا۔

افادات:۔کیسی عجیب وغریب روایت ہے!اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ کیسا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک بیمار کی خبر گیری کے لئے جانے کو اس طرح تعبیر کرتے ہیں کہ گویا میری خبر لینے کے لئے آیا۔ایک بھوکے کے کھلانے کو تعبیر کرتے ہیں کہ مجھے کھلایا، ایک پیاسے کے پانی پلانے کو تعبیر کرتے ہیں کہ مجھے پلایا۔یہ چھوٹے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چھوٹے اعمال ہیں لیکن ان کاموں کا اللہ تعالیٰ کے یہاں کتنا اونچا مقام ہے! ان پر عمل کرنے سے بڑا مقام حاصل ہوتا ہے۔

بیمار کی عیادت کے فضائل:

حدیث ۸۹۷:-

وعن أَبِي موسیٰ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رسولُ اللہ (ﷺ): عُودُوا المَرِيضَ، وَأَطْعِمُوا الجَائِعَ، وَفُكُّوا العَانِي. (رواہ البخاری) ((العَانِي)): الأسِيرُ.

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: بیمار کی خبر لو، یعنی تیما داری کے لئے جاؤ۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ اور قیدی کو چھڑاؤ۔

افادات:- اگر کسی مسلمان بھائی کو دشمنوں نے قید کرلیا ہے تو اس کو چھڑاؤ۔ اس روایت میں بیمار کی خبر لینے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے یہاں لائے ہیں۔ بتلانا چاہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیمار کی خبر لینے کا مستقل حکم دیا ہے۔

حدیث ۸۹۸:-

وعن ثوبان رضی اللہ عنہ عن النبی (ﷺ) قَالَ: إنَّ المُسْلِمَ إِذَا عَادَ أخَاهُ المُسْلِمَ، لَمْ يَزَلْ فی خُرْفَةِ الجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ. قِيلَ: يَا رَسولَ اللہ! وَمَا خُرْفَةُ الجَنَّةِ؟ قَالَ: جَنَاهَا. (رواہ مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان جب اپنے بیمار بھائی کی خبر کے لئے جاتا ہے، تو وہ برابر جنت کے خرفہ میں رہتاہے یہاں تک کہ واپس لوٹے۔ پوچھا گیا کہ جنت کے خرفہ کیاہیں ؟توارشادفرمایا: جنت کے میوے اور پھل۔

افادات:– گویا اس کے اس عمل پر اس کو اللہ تعالیٰ کے یہاں جنت کے پھل ملیں گے۔

دومنٹ میں ستر ہزار فرشتوں کی بارہ گھنٹوں کے لئے ڈیوٹی:

حدیث ۸۹۹:-

وعن علیّ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ الله (ﷺ) يَقُولُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِماً غُدْوَةً إلاَّ صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِي، وَإنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إلاَّ صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ ألْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ في الْجَنَّةِ. (رواه الترمذی، وقال: حديث حسن)

((الخَرِيفُ)): الثَّمرُ الْمَخْرُوفُ، أيْ: الْمُجْتَنَى.

ترجمہ:–حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی عیادت یعنی تیارداری کے لئے صبح کے وقت جاتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر شام کو کسی مسلمان کی خبر گیری کے لئے گیاتو صبح تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اوراس کے لیے جنت میں پھل اورمیوے تیار ہوتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–دیکھئے !کتنا بڑ اثواب ہے کہ ایک چھوٹا سا عمل اوردو منٹ کاکام ہے لیکن ستّرہزار فرشتوں کو بارہ گھنٹے کے واسطے کام میں لگا دیا۔

غیر مسلم کی عیادت:

حدیث ۹۰۰:-

وعن أنسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ غُلامٌ يهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبيَّ (ﷺ)، فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبيُّ (ﷺ) يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: ((أَسْلِمْ)) فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ؟ فَقَالَ: أَطِعْ أَبَا القَاسِمِ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبيُّ (ﷺ)، وَهُوَ يَقُولُ: ((الحَمْدُ للهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ)) (رواہ البخاری)

ترجمہ:–حضرت أنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی ٔکریم (ﷺ) کی خدمت کرتا تھا، آپ کے کام کاج کردیا کرتا تھا ، وہ بیمار ہوگیا ،جب حضور اکرم (ﷺ) کو معلوم ہوا تو آپ اس کی خبر گیری کے لئے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھے اوراس سے کہا:اسلام لے آ۔(اس کا باپ وہیں موجود تھا)وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا(گویا باپ سے پوچھ رہا تھا کہ میں ان کی بات مانوں ؟) باپ نے کہا: ابو القاسم جو کہہ رہے ہیں ان کی بات کو مان لو(یعنی ایمان لے آؤ۔یہودی حضور (ﷺ) کو ابو القاسم ہی کہا کرتے تھے) چناں چہ وہ اسلام لے آیا (اس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا)نبی ٔکریم (ﷺ) وہاں سے یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ اس اللہ کی تعریف ہے جس نے اسے جہنم سے چھٹکارا دیدیا(یعنی موت سے پہلے ایمان کی توفیق دی اور جہنم سے بچ گیا۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی غیر مسلم پڑوسی ہو، یا کسی غیر مسلم کے ساتھ کاروباری لائن سے، یا کسی اور نسبت سے تعلق ہو ،اور وہ بیمار ہوجائے تو اس کی بھی خبر گیری اور تیمارداری کے لئے آدمی کو جانا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں یہی بات بتلانا چاہتے ہیں کہ بیمار کی خبر گیری کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔اور نبیؐ کریم (ﷺ) کی سنت ہے۔

اب بیمار کے پاس جب خبر گیری کے لئے جائے تو اس کے کیا احکام ہیں ،اور وہاں جاکر کیا کہنا چاہیے ،اور کس طرح خبر دریافت کرنی چاہیے،اس کو اگلے باب میں بتلارہے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب ما یدعیٰ للمریض

بیمار کے لئے کیا دعا کی جائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پھوڑے پھنسی اور زخم کا دم:

حدیث ۱۰۹۰:-

عن عائشة رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) كَانَ إِذَا اشْتَكَى الإِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ، أَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ أَوْ جُرْحٌ، قَالَ النَّبِيُّ (صلی اللہ علیہ وسلم) بِأُصْبُعِهِ هٰكَذَا -وَوَضَعَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الرَّاوِي سَبَّابَتَهُ بِالأَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا- وقال: بِسْمِ اللهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفَى بِهِ سَقِيمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا. (متفقٌ علَيهِ)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کوئی آدمی بیمار ہوتا یعنی اس کو کوئی زخم، یا پھوڑا پھنسی ہوتی تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی انگلی لعابِ مبارک سے تر کرکے زمین کے اوپر رکھتے (اس پر مٹی لگ جاتی) راوی حضرت سفیان بن عیینہ (جو بڑے محدث ہیں انہوں) نے انگلی زمین پر رکھی پھر اٹھاکر بتلایا (کہ اس طرح کرتے تھے۔ پھر حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی وہ انگلی اس پھوڑے، پھنسی، یا زخم پر رکھتے تھے)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور یہ دعا پڑھتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے: اللہ کے نام سے ،ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعاب کے ذریعہ سے،ہمارے بیمار کو شفا دی جائے گی،اللہ کے حکم سے۔(تواس سے وہ زخم ٹھیک ہوجاتا تھا)

افادات:– معلوم ہوا کہ کوئی پھنسی یا زخم ہوجائے تو اس موقعہ پر ایسا کیا جائے۔ بیمار خود بھی کرسکتا ہے،اور دوسرا بھی کر سکتاہے، بشرطیکہ کوئی شرعی رکاوٹ موجود نہ ہو، جیسے نامحرم عورت ہو،تو وہاں یہ عمل نہیں کریں گے۔

عیادت کی دعا:

حدیث ۹۰۲:-

وعنها أنَّ النَّبِيَّ (ﷺ) كَانَ يَعُودُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيدِهِ اليُمْنَى، ويقولُ: اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، أَذْهِبِ البَأْسَ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لاَ شِفَاءَ إِلاَّ شِفاؤكَ، شِفَاءً لاَ يُغَادِرُ سَقَماً. (متفقٌ عَلَيهِ)

ترجمہ:– حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) اپنے گھروالوں میں سے کسی کی عیادت کے لئے جب تشریف لے جاتے تو اپنا داہنا ہاتھ اس کی پیشانی یا جسم پر پھیرتے تھے اور یہ دعا پڑھتے، جس کا ترجمہ یہ ہے :اے اللہ !لوگوں کے پروردگار،بیماری دور کردے اور تندرستی دے،تو ہی تندرستی دینے والا ہے،تندرستی تیری ہی دی ہوئی ہے ، ایسی تندرستی دے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہ جائے۔

افادات:– یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے، ہم لوگ عیادت کے لئے تو جاتے ہیں ، لیکن عیادت کے موقعہ پر جو دعائیں پڑھنی چاہیے ان کا اہتمام نہیں کرتے،اس وقت ہمیں یاد ہی نہیں رہتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اوراس کا خیال ہی نہیں آتا کہ یہ دعائیں بھی یاد کرلینی چاہئیں۔اگر عربی میں یہ دعایاد نہ ہوتو اس کاترجمہ اور مفہوم ہی ادا کرلیا کریں ؛تب بھی یہ دعا ہو جائے گی۔کوئی لمبی دعانہیں ہے، مختصر سی ہے،یاد کرلینی چاہیے۔

حدیث ۹۰۳:-

وعن أنسٍ رضی اللہ عنہ **أنه قَالَ لِثَابِتٍ رحمه الله: ألاَ أرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رسول الله** (ﷺ)**؟ قَالَ: بَلَى. قَالَ: اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ البَأسِ، اشْفِ أنْتَ الشَّافِي، لاَ شَافِيَ إلاَّ أنْتَ، شِفَاءً لاَ يُغَادِرُ سَقماً.** (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: میں تم کو نبی کریم (ﷺ) والی جھاڑ پھونک نہ کردوں؟(یعنی حضوراکرم (ﷺ) کسی بیمار کو جو دعا پڑھ کر دم کرتے تھے اس طرح دم کر دوں ؟) انہوں نے کہا: کیوں نہیں ! ضرور۔توحضرت انس رضی اللہ عنہ نے اوپروالی دعا پڑھی (اور پھر دم بھی کردیا)

حدیث ۹۰۴:-

وعن سعدِ بن أبي وقاصٍ رضی اللہ عنہ **قَالَ: عَادَنِي رسول الله** (ﷺ) **فَقَالَ: اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْداً، اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْداً، اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْداً.** (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم (ﷺ) ان کی عیادت کے لئے آئے اور آپ نے یہ دعا فرمائی:اے اللہ! سعد کو شفا دے،اے اللہ!سعد کو شفا دے،اے اللہ!سعد کو شفا دے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نبوی پین کلر(Pain Killer):

حدیث ۹۰۵:-

وعن أَبي عبدِ الله عثمان بنِ أَبي العاصِ رضی اللہ عنہ : أنّه شَكَا إِلَى رسول الله (ﷺ) وَجعاً يَجِدُهُ في جَسَدِهِ، فَقَالَ لَهُ رسول الله (ﷺ) : ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِي يَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ : بسم اللهِ ثَلاثاً، وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ : أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت عثمان بن أبي العاص ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم (ﷺ) سے اپنے جسم میں درد کی فریاد کی (ان کو کسی جگہ درد تھا تو کہا : اے اللہ کے رسول! مجھے یہاں درد رہتا ہے) تو حضوراکرم (ﷺ) نے ان سے کہا: درد والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھو:- بسم اللہ، بسم اللہ، بسم اللہ۔ پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھو :- أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ" ترجمہ :- اے اللہ! تیری قدرت اور عزت کے واسطے سے میں پناہ چاہتا ہوں اس درد اور تکلیف کے شر سے جس کو مَیں محسوس کررہاہوں اور آئندہ مجھے جس کا خطرہ ہے۔

افادات:- معلوم ہوا کہ خود بیمار ہی اپناہاتھ درد والی جگہ پر رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ پڑھے اور پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو مریض کو شفا ہو ہی جائے گی:

حدیث ۹۰۶:-

وعن ابن عباسٍ رضی اللہ عنہما عن النبيِّ (ﷺ) قَالَ: مَنْ عَادَ مَرِيضاً لَمْ يَحْضُرْهُ أَجَلُهُ، فقالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَسْأَلُ اللهَ العَظِيمَ، رَبَّ العَرْشِ العَظِيمِ، أَنْ يَشْفِيَكَ، إلاَّ عَافَاهُ اللهُ مِنْ ذَلِكَ المَرَضِ.

رواه أبو داود والترمذی، وقال: ((حديث حسن))، وقال الحاکم: ((حديث صحيح عَلَى شرط البخاری)).

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: کوئی آدمی کسی ایسے بیمار کی خبر گیری کے لئے جائے جس کی موت مقدر نہیں ہے (یعنی اس بیماری میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے موت نہیں رکھی ہے، اور اچھا ہونے والا ہے) اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھے:- أَسْأَلُ اللهَ العَظِيمَ، رَبَّ العَرْشِ العَظِيمِ، أَنْ يَشْفِيَكَ" **ترجمہ:** مَیں سوال کرتا ہوں عظمت والے رب سے، اس اللہ سے جو عظمت والے عرش کا مالک ہے؛ وہ تم کو تندرستی دیدے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس بیماری سے تندرستی دے ہی دے گا۔

افادات:- یعنی ابھی موت مقدر نہیں ہے تو تندرستی ضرور مل جائے گی۔ یہ دعا بھی بڑی مختصر سی ہے، اس کو بھی یاد کرلینا چاہیے۔ کوئی بھی دعا یاد کرلو تاکہ بیمار کی خبر گیری کے جو آداب ہیں ان پر عمل کرتے ہوئے اس کے پاس جاکر پڑھ سکو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک اور دعا:

حدیث۹۰۷:-

وعنه أنَّ النبی (ﷺ) دَخَلَ عَلَى أعرَابِيٍّ يَعُودُهُ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَنْ يَعُودُهُ، قَالَ: لَا بَأسَ، طَهُورٌ إنْ شَاءَ اللهُ. (رواه البخاری)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورا کرم (ﷺ) ایک دیہاتی کے پاس برائے عیادت تشریف لے گئے، اور حضور (ﷺ) جب کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاتے تو فرمایا کرتے تھے: کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ بیماری تمہارے لئے گناہوں سے پاکی کا ذریعہ بنے گی۔

افادات:- اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ بندۂ مؤمن کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچتی ہے، کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کے گناہ کو معاف کرتے ہیں، اور درجات کو بلند کرتے ہیں۔ یہ بیماری بھی آئی تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، اس بیماری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہوں سے پاک کریں گے۔

روح الامین کا الصادق الامین پر دَم:

حدیث۹۰۸:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن أَبِي سعيد الخدرى رضی اللہ عنہ أن جِبريلَ أَتَى النَّبِيَّ (ﷺ) فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ اشْتَكَيْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اللهُ يَشْفِيكَ، بِسمِ اللهِ أرقِيكَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:–حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم (ﷺ) کے پاس آئے اور پوچھا: اے محمد! (ﷺ) آپ کو کچھ تکلیف ہے؟ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا: جی ہاں۔ تو انہوں نے یہی دعا پڑھی: "بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اللهُ يَشْفِيكَ، بِسمِ اللهِ أرقِيكَ." **ترجمہ:** اللہ تعالیٰ کے نام سے دم کرتا ہوں ہر اس چیز پر جو آپ کے لئے تکلیف کا باعث ہے، اور پناہ مانگتا ہوں ہر جاندار کے شر سے، اور حاسد کی نگاہِ بد سے، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے، پھر اللہ تعالیٰ کے نام سے دم کرتا ہوں۔

افادات:–یہ سب دعائیں یاد نہ ہوں تو اتنا مختصر تو ضرور کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تندرستی دے، جیسے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور اکرم (ﷺ) نے دعا کی تھی۔

تو اسے جہنم نہیں کھائے گی:

حدیث ۹۰۹:–

وعن أَبِي سعيد الخدرى وأبِي هريرة رضی اللہ عنہما: أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رسول الله (ﷺ)، أنّه قَالَ: مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ، صَدَّقَهُ رَبُّهُ، فَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وأَنَا أَكْبَرُ. وَإِذَا قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، قَالَ: يقول: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَحدِي لا شَرِيكَ لِي. وَإِذَا قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا لِي

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ. وَإِذَا قَالَ: لَاۤ إِلٰهَ إِلَّاۤ اللهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، قَالَ: لَاۤ إِلٰهَ إِلَّاۤ أَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي. وَكَانَ يَقُولُ: مَنْ قَالَهَا فِي مَرَضِهِ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ. (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ دونوں نبی کریم (ﷺ) کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب کوئی آدمی کہتا ہے: "لَاۤ إِلٰهَ إِلَّاۤ اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ" اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ ہی بڑا ہے، تو اللہ تعالیٰ بندے کی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں: "لَاۤ إِلٰهَ إِلَّاۤ أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ" میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں ہی بڑا ہوں۔ اور بندہ جب یہ کلمات کہتا ہے: "لَاۤ إِلٰهَ إِلَّاۤ اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ" اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہی تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: "لَاۤ إِلٰهَ إِلَّاۤ أَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ لِي" میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں ہی یکتا عبادت کے لائق ہوں، میرے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اور بندہ جب کہتا ہے: "لَاۤ إِلٰهَ إِلَّاۤ اللهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ" اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ساری حکومت اور سارے اختیارات اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہیں، اور تمام تعریفیں اسی کے لئے سزاوار ہیں۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: "لَاۤ إِلٰهَ إِلَّاۤ أَنَا لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ" میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میرے ہی ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں اور میں ہی تعریف کے لئے سزاوار ہوں۔ اور جب بندہ یہ کلمات کہتا ہے: "لَاۤ إِلٰهَ إِلَّاۤ اللهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گناہوں سے بچنے کی قوت اور نیکی کے کام کرنے کی طاقت نہیں، مگر اللہ ہی کی توفیق سے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: "لَاۤ إِلٰهَ إِلَّاۤ أَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي" میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں اور گناہوں سے بچنے اور نیکی کے کام کی طاقت میری توفیق کے علاوہ نہیں مل سکتی۔ جب کوئی آدمی یہ کلمات اپنی بیماری کے زمانہ میں کہتا ہے، پھر اس کو موت آجاتی ہے تو جہنم کی آگ اس کو نہیں کھا سکتی۔

اِدھر تعریف، اُدھر پذیرائی:

افادات:-دیکھو! جب بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان اور اس کی عظمت و کبریائی کے کلمات کہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اس کا کتنا اونچا مقام ہے اور کیسی پذیرائی ہوتی ہے؟ ورنہ معمولی درجے کا آدمی کسی بڑے سیٹھ صاحب کی تعریف کرے تو وہ سیٹھ ادھر کان بھی لگانے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ لیکن یہاں بندے کی طرف سے پیش کی جانے والی تعریف اور توصیف، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے جو الفاظ ادا کئے جاتے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی پذیرائی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے ان کلمات کا خود ہی جواب دیتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں۔

یہاں پر اس آخری ارشاد کی وجہ سے لائے ہیں کہ آدمی کو اپنی بیماری کے زمانہ میں ان ہی کلمات کو کہنا چاہیے، اگر اس زمانہ میں موت آگئی تو پھر جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

استحباب سؤال اهل المريض عن حاله

بیمار کے گھر والوں سے بیمار کے متعلق دریافت کرنا

۲؍شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۲۰؍اکتوبر ۲۰۰۱ء

عیادت : نہ ہو شکایت:

ایک شکل یہ ہے کہ آپ خود بیمار کی عیادت اور خبر گیری کے لئے تشریف لے جائیں، لیکن یہ روزانہ ممکن نہیں ہوتا، اور روزانہ جانا بیمار کے لئے بھی تکلیف کا باعث ہوتا ہے، اس لئے بیماری کے زمانہ میں کبھی کبھار ہی اس کی نوبت آتی ہے۔

پہلے بتلایا تھا کہ بیماری کے زمانہ میں کوئی آدمی کسی کی خبر گیری کے لئے جائے تو اس کو چاہیے کہ زیادہ دیر تک نہیں بیٹھنا چاہیے۔ عیادت کے آداب میں سے یہ ہے کہ بیمار کے پاس تھوڑی دیر ہی بیٹھے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے: "اَلْعِيَادَةُ فُوَاقَ نَاقَةٍ" عیادت ؛ اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ کے برابر ہوتی ہے۔

"فُوَاق" کا ایک مطلب تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ صبح کو دودھ دوہا جاتا ہے اور شام کو دوہا جاتا ہے، ان دونوں کے درمیانی وقفہ کو "فُوَاق" کہتے ہیں۔ لیکن یہ وقفہ تو لمبا ہوتا ہے۔ اور "فُوَاق"

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جانور کو دوہنے کے درمیان دوہنے والا اس کے تھن کے سرے پر انگلی رکھ کر دباتا ہے، جب ایک مرتبہ دباتا ہے تو جو دودھ نیچے آیا ہوا ہوتا ہے وہ باہر نکل آتا ہے، پھر دبانے والا تھن کو چند سیکنڈ کے لئے چھوڑ دیتا ہے، پھر دباتا ہے۔ تو چند سیکنڈ کے لئے جو چھوڑا تھا اسی کو عربی میں "فُوَاق" کہتے ہیں ۔ یہاں یہی مطلب مراد لیا گیا ہے کہ کوئی آدمی کسی بیمار کی خبر گیری کے لئے جائے، تو زیادہ دیر وہاں نہ بیٹھے، بلکہ گیا، چند منٹ میں خیر خیریت معلوم کی، اور واپس لوٹ آیا۔ چوں کہ بیماری کی حالت میں مختلف ضرورتیں ہوتی ہیں، کبھی آرام کا تقاضہ ہوتا ہے، کبھی بیمار کی طبیعت تنہائی چاہتی ہے ،اب اگر کوئی آدمی جاکر ایسا بیٹھ گیا کہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتا ؛تو بیمار کے لئے پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔

اے اللہ! عیادت کا طریقہ سکھلا:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں واقعہ ذکر کیا ہے کہ حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ لوگ عیادت کے لئے گئے اور وہاں دعا کی درخواست کی غرض سے بیٹھے رہے، اٹھ ہی نہیں رہے تھے، جب کچھ دیر کے بعد موقعہ ملا تو پھر درخواست کی کہ حضرت! دعا کر دیجئے۔ حضرت نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! ہم کو بیمار کی عیادت کا طریقہ سکھلا۔ اس طرح گویا ان کو اپنی کوتاہی پر تنبیہ فرمائی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دروازہ باہر سے بند کردینا:

ایک اور واقعہ ذکر کیاہے (اس میں انہوں نے نام نہیں لکھاہے، لیکن دوسری جگہ میں نے نام بھی پڑھا) کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صاحب عیادت کے لئے گئے،اورایسے بیٹھے کہ اٹھنے کانام ہی نہیں لیتے تھے۔جیسے بعض لوگ فیوی کول (Fevicol) کا ڈبہ لے کرجاتے ہیں،ایسے چپکے رہتے ہیں کہ اٹھتے ہی نہیں۔تووہ بھی اٹھنے کانام نہیں لے رہے تھے۔جب کافی دیر ہو گئی تو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے : ایک تو بیماری کی تکلیف ہے اورآنےوالے بھی عجیب لوگ ہوتے ہیں کہ جلدی جانے کانام ہی نہیں لیتے۔اس پر وہ صاحب کہنے لگے:حضرت!اگرآپ اجازت دیں تو دروازہ بند کردوں؟حضرت نے کہا: ہاں ! بالکل ٹھیک ہے،لیکن باہر سے بند کرنا۔

اس لئے ضروری ہے کہ بیمار کا خیال رکھا جائے۔ہاں بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ بیمارکےساتھ ان کا تعلق ایساہوتاہے کہ ان کے دیر تک بیٹھنے کی وجہ سے بیمار کو تکلیف نہیں، بلکہ راحت ہوتی ہے،بلکہ بیمار خود چاہتا ہے کہ یہ بیٹھیں ؛ ایسے لوگ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں، یعنی ان کے لئے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ چاہیں تودیرتک بیٹھ سکتے ہیں ،لیکن اگران کوبھی یہ اندازہ ہوکہ بیماراس وقت تنہائی چاہتاہے تو وہاں سے اٹھ جاناچاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خیر! مَیں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہر وقت بیمار کے پاس آنا جانا ممکن نہیں ہوتا، لیکن یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ایک مرتبہ خیریت پوچھ کر آئے تو پھر اس کی کوئی خیریت ہی معلوم نہیں کرتے، بلکہ اس کے گھر والوں سے اس کے متعلق پوچھتے رہنا چاہیے، یہ باب اسی بات کو بتلانے کے لئے قائم کیا ہے کہ یہ بھی مستحب ہے کہ بیمار کے گھر والوں سے بیمار کے متعلق دریافت کرے، مثلاً: آپ کی اہلیہ بیمار تھی، اب کیا حال ہے؟ آپ کا بیٹا بیمار تھا، اب کیسا ہے؟ آپ کے والد صاحب بیمار تھے، اس وقت ان کی طبیعت کیسی ہے؟ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ آدمی پھر ان کے احوال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دعا کرے گا، اور دوسرا یہ کہ جن کی خیرت پوچھی جا رہی ہے ان کی بھی تسلی ہو جائے گی۔ چناں چہ اسی کا استحباب اور پسندیدہ ہونا بتلانے کے لئے یہ روایت پیش کی ہے۔

وفات کے دن صبح حضور اکرم (ﷺ) کی کیفیت:

حدیث ۱۰ ۹:-

عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طالب رضی اللہ عنہ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رسولِ اللهِ (ﷺ) فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فقالَ النَّاسُ: يَا أَبَا الحَسَنِ! كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ (ﷺ)؟ قَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللهِ بَارِئاً. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم (ﷺ) کی جس بیماری میں وفات ہوئی، اسی بیماری کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نبیِ کریم (ﷺ) کے حجرۂ شریفہ سے باہر نکلے، تو بعض ایسے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لوگوں نے -جو اندر نہیں جاسکتے تھے- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوالحسن! اللہ کے رسول (ﷺ) نے صبح کیسی حالت میں کی؟ (یعنی آپ کی طبیعت کیسی ہے؟) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: الحمد للہ! آپ نے صحت کی حالت میں صبح کی ہے۔

افادات:- یہ اسی روز کا واقعہ ہے جس دن حضور اکرم (ﷺ) کی وفات ہوئی، اس دن صبح کے وقت آپ (ﷺ) کی طبیعت بہت اچھی ہو گئی تھی، لیکن آپ (ﷺ) کی یہ صحت ہنگامی تھی، اسی دن زوال کے وقت آپ (ﷺ) کا انتقال ہو گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ما يقول من أيس من حياته

جس کو اندازہ ہو جائے کہ اب میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے؛ وہ کیا دعا کرے ؟

حدیث ۹۱۱:-

عن عائشة رضی اللہ عنها قالت: سَمِعْتُ النبيَّ (ﷺ) وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وارْحَمْنِي، وأَلْحِقْنِي بالرَّفِيقِ الأَعْلَى. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے نبی کریم (ﷺ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور آپ (ﷺ) مجھ سے سہارا لیے ہوئے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرما دے، اور مجھ پر رحم کر، اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے۔

افادات:- آپ (ﷺ) کے انتقال سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم (ﷺ) کو بٹھا کر اپنے جسم کا سہارا دیئے ہوئے تھیں، اس موقعہ پر نبی کریم (ﷺ) یہ دعا مانگ رہے تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ موت مانگنا نہیں ہے:

"وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الأَعْلَى" اس دعا میں عافیت کے ساتھ موت مانگی جارہی ہے، یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے (اور جیسا کہ پہلے بھی آیا تھا) کہ موت کی دعا تو نہیں کرنی چاہیے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں مستقل باب قائم کیا ہے جس میں یہ بتلایا ہے کہ موت کی دعا نہیں مانگنی چاہیے، اور اس موقعہ پر جہاں اور روایتیں موت کی دعا کی ممانعت کے سلسلہ میں پیش کی ہیں، وہیں یہ روایت بھی لائے ہیں۔

بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ اس وقت نبی کریم (ﷺ) کی حالت ایسی تھی کہ آپ (ﷺ) کو یقین ہوچکا تھا کہ اب میری موت کا وقت آ چکا ہے، اور جب کسی آدمی کو یہ یقین ہوجائے کہ اب مَیں عنقریب دنیا سے رُخصت ہونے والا ہوں تو اس وقت اگر اچھی موت کی دعا کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ یہ موت مانگنا نہیں ہے، اس لئے کہ اس کو یہ یقین ہوچکا ہے کہ موت تو آ ہی رہی ہے، البتہ اچھی حالت میں موت آئے اس کی دعا مانگی جاسکتی ہے۔

ممانعت تو اس کی ہے:

جس چیز کی ممانعت آئی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی مصیبت کی وجہ سے موت کا سوال کرے۔ حالات ایسے آگئے، پریشانی ایسی لاحق ہوئی کہ اس پریشانی سے گھبرا کر سوال کرتا ہے کہ: اے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ! مجھے موت دیدے ؛تو اس کو شریعت نے پسند نہیں کیاہے کہ یہ بزدلی کی علامت ہے۔ مؤمن کی شان تو یہ ہے کہ حالات کا مقابلہ کرے اور حالات کے مناسب تدبیریں اختیار کرے، یہ نہیں کہ گھبرا کر موت کا سوال کرنے لگے۔

موت کی حالت شدت والی ہے:

حدیث ۲ ۱ ۹:-

وعنہا قالت: رَأیتُ رسولَ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَھُوَ بِالْمَوْتِ، عِنْدَہُ قَدَحٌ فِیهِ مَاءٌ، وَھُوَ یُدْخِلُ یَدَہُ فی القَدَحِ، ثُمَّ یَمْسَحُ وَجْھَہُ بالماءِ، ثُمَّ یَقُولُ: أَللّٰھُمَّ أعِنِّی عَلَی غَمَرَاتِ المَوْتِ وَسَکَرَاتِ المَوْتِ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا حال یہ کہ آپ موت کے قریب جاچکے تھے (یعنی موت کی حالت آپ پر طاری ہوچکی تھی) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا، اور آپ اپنے دستِ مبارک کو اس پیالہ میں داخل کرتے اور پھر وہ پانی اپنے چہرے کے اوپر لگالیتے تھے، اور ساتھ ہی ساتھ یہ فرماتے تھے: اے اللہ! موت کی سختیوں اور موت کی شدتوں پر میری مدد فرما۔ (موت کی حالت بڑی سختی اور شدت والی ہوتی ہے اس لئے اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے مدد کا سوال کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب استحباب وصية أهل المريض ومن يخدمه بالإحسان إليه واحتماله والصبر عَلَى مَا يشق من أمره وكذا الوصية بمن قرب سبب موته بحد أَوْ قصاص ونحوهما

بیمار کے گھر والے اور وہ لوگ جو اس کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، ان کو بیمار کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور اس کو برداشت کرنے اور صبر و تحمل سے کام لینے کی تاکید

اور جس آدمی کی موت کا کوئی سبب یقینی ہو. جیسے حد جاری کی جانے والی ہے یا جس سزا میں موت یقینی ہے. یا قصاص وغیرہ کی وجہ سے قتل کیا جانے والا ہے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب گھر کے لوگ بیمار کی تیار داری میں لگے ہوئے ہوتے ہیں تو بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کی بیماری طول پکڑ لیتی ہے، اس کے نتیجے میں گھر والوں کی طبیعتوں پر بھی کبھی گرانی ہو جاتی ہے، اور خدمت کرتے کرتے چڑچڑاپن آجاتا ہے؛ تو گھر والوں کو تاکید کی جارہی ہے کہ بیمار کی طرف سے ایسی کچھ صورت پیش آئے تو اس کو برداشت کرو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، چڑ چڑے پن والا معاملہ مت کرو۔ وہ تو بیماری کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے، لیکن آپ اس کے ساتھ اس کے جواب میں ویسا سلوک نہ کرو۔

سماج کے ایک غلط مزاج کی اصلاح:

حدیث ۹۱۳:-

عن عِمران بن الحُصَيْنِ رضی اللہ عنہما **أنَّ أمْرَأةً مِنْ جُهَيْنَةَ أتَت النَّبِيَّ (ﷺ) وَهِيَ حُبلَى مِنَ الزِّنَا. فَقَالَتْ: يَا رسول الله! أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ. فَدَعَا رسولُ الله (ﷺ) وَلِيَّهَا، فَقَالَ: أحسِنْ إِلَيْهَا. فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا. فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا النَّبِيُّ (ﷺ)، فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا.** (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نبئ کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئی ایسی حالت میں کہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھیں۔ اس نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مَیں نے ایک ایسا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی سزا کی مَیں حقدار ہوں، آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مجھ پر اس سزا کو جاری کیجئے (چوں کہ اس وقت تو وہ حالتِ حمل میں تھی، اگر اسی حالت میں اس کو سنگسار کیا جاتا تو ظاہر ہے کہ پیٹ میں جو بچہ تھا وہ بھی موت کا شکار ہو جاتا، حالاں کہ اس کا تو کوئی قصور تھا نہیں) اس لئے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس عورت کے ولی بلا کر (ان کے حوالہ کیا اور) تاکید فرمائی کہ اس کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرنا۔ جب بچہ پیدا ہو جائے تو پھر میرے پاس لے آنا (تاکہ اس پر حد جاری کی جائے) چناں چہ اس کے ولی نے ایسا ہی کیا۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو اس کو لے کر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آیا، حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سنگساری (پتھر مارنے) کا حکم دیا، اس کے کپڑے اچھی طرح باندھ دیئے گئے (تاکہ سنگساری کے دوران کہیں سے ستر کھلنے نہ پائے) اور اس کو سنگسار کر دیا گیا، پھر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی۔

افادات:- میں پہلے بھی بتلا چکا ہوں کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے لکھا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام کتنا اونچا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکام کو جاری کرنے کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو برضا و رغبت پیش کیا۔

(اس کی تفصیل حدیث کے اصلاحی مضامین، جلد اول، صفحہ ۱۸۲ تا ۱۹۹ پر آچکی ہے۔ ضرور ملاحظہ فرمالیں۔ مرتب۔)

ہمارے سماج میں ایسا مزاج ہے کہ کسی آدمی سے اگر کسی جرم کا صدور ہو جائے تو اس کو سزا تو دیتے ہی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ایسا حقارت اور ذلت آمیز سلوک کیا جاتا ہے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ کی پناہ! حالاں کہ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ دیکھو! مجرم کا جرم اپنی جگہ پر ہے، اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ ضرور دیجیے، اس سزا کے اس پر جاری کرنے کے معاملہ میں ذرا بھی رحم نہیں کرنا ہے، لیکن سزا بس سزا تک رہے، اس کے علاوہ باقی جو معاملات تذلیل وتوہین کے کئے جاتے ہیں اور اس کو بے آبرو کیا جاتا ہے، شریعت اس کی بالکل اجازت نہیں دیتی۔ بخاری شریف میں روایت ہے "إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا" (باب بیع المدبر) نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اگر کسی کی باندی زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو آقا کو چاہیے کہ اس پر حد جاری کرے لیکن اس پر طعن و تشنیع نہ کرے، ہمارے سماج میں طعن و تشنیع والا بہت بڑا روگ ہے، حالاں کہ اس کی کسی بھی حال میں اجازت نہیں۔

شریعت کی تعلیم کتنی اعلیٰ ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے اس عورت کے ولی کو بلا کر ان کے حوالہ کیا اور تاکید فرمائی کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ یہ نہیں فرمایا: اس کو ذلت کے ساتھ رکھیو اور ایک کال کوٹھری میں ڈال دیجیو اور روزانہ اس کو رسوا کیجیو۔ یہی اسلام کی تعلیمات کا حسن ہے جس کو اختیار کرنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب جواز قول المریض: أنَا وجع، أوْ شدید الوجع أوْمَوْعُوكٌ أوْ وارأساه ونحو ذلك وبیان أنّه لا کراھة فی ذلك إذا لَمْ یکن عَلَی سبیل التسخط وإظھار الجزع

بیمار کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں، یا مجھے بہت تکلیف ہے، یا مجھے بخار ہے۔ یا یوں کہنا کہ ہائے! سر میں بہت درد ہے اگر کوئی بیمار ایسا کوئی جملہ کہتا ہے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے پر ناراضگی کا اظہار کرنا اور بے صبری ظاہر کرنا نہیں ہے، بلکہ اپنی بیماری سامنے والے کو بتلانا اور اپنی کیفیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے؛ تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب کوئی آدمی بیمار ہوتا ہے تو بیماری کی شدت کی وجہ سے اس کی طبیعت کے اندر بے چینی اور بے صبری پیدا ہوتی ہے، اور اسی بے صبری میں وہ چلّاتا اور شور مچاتا ہے کہ میں مر گیا، مجھے یہ تکلیف ہو رہی ہے، اور یوں ہوا اور توں ہوا۔

دیکھو! شور مچانے کے دو سبب ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ شور مچا کر نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار کرنا چاہتا ہے، چناں چہ ایسے لوگوں کی زبان سے تو جو جملے اور الفاظ نکلتے ہیں وہ الگ ہی ہوتے ہیں، جیسے: نعوذ باللہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ "کیا مَیں ہی ملا تھا؟"۔ "اور کوئی نہیں تھا؟"۔ "میرے اوپر ہی یہ مصیبت کیوں آئی؟" وغیرہ یہ تو بڑی خطرناک چیز ہے اور اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

اور اگر کسی آدمی کا مقصد شور مچا کر اللہ تبارک و تعالیٰ کے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار کرنا نہیں ہے، بلکہ اپنی تکلیف کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا ہے۔ جیسے: کوئی کہے: "مجھے بہت شدید تکلیف ہو رہی ہے، میرے لئے دعا کریں"۔ یا وہ تکلیف برداشت نہیں ہوتی، تو بالکل بے چین ہو کر زبان سے یہ بولتا ہے "اس کا کوئی علاج اور تدبیر کرو" اس میں ا للہ تعالیٰ کے کسی فیصلے پر ناراضگی مقصود نہیں ہے، تو اس صورت میں اس کی اجازت دی گئی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضور اکرم (ﷺ) کا شدّتِ بخار:

حدیث ۹۱۴:-

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ (ﷺ) وَهُوَ يُوعَكُ، فَمَسِسْتُهُ، فقلتُ: إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَكاً شَدِيداً، فَقَالَ: أَجَلْ! إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلانِ مِنْكُمْ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ شدید بخار میں مبتلا تھے، مَیں نے اپنے ہاتھ سے نبیٔ کریم (ﷺ) کے جسمِ اطہر کو چھوا (جو لوگ عیادت کے لئے آتے ہیں تو بخار کی کیا کیفیت ہے، یہ دیکھنے کے لئے آدمی کے بدن کو چھوتے ہیں) تو مجھے محسوس ہوا کہ حضوراکرم (ﷺ) کو شدید بخار ہے۔ چناں چہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو تو بڑا سخت بخار ہے۔ حضوراکرم (ﷺ) نے فرمایا: جی ہاں! تم میں سے دو آدمیوں کو جتنا بخار ہوتا ہے، اتنا مجھ اکیلے کو ہوتا ہے۔

افادات:- دیکھو! حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب نبیٔ کریم (ﷺ) سے کہا کہ آپ کو تو بڑا سخت بخار ہے، تو حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا: جی ہاں۔ آپ نے اپنے بخار کو چھپایا نہیں، بلکہ ظاہر فرمایا کہ تم میں سے دو آدمیوں کو جتنا بخار ہوتا ہے، اتنا مجھ اکیلے کو ہوتا ہے۔ چناں چہ روایتوں میں ہے کہ اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو ثواب بھی تو دوہرا (ڈبل) ملتا ہے نا! تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جی ہاں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(بخاری شریف:۵۶۴۸) (جیسا آدمی ہوتا ہے اسی کے مناسب معاملہ ہوتا ہے) یہاں تو یہ روایت اس لئے لائے ہیں کہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بخار کا اظہار فرمایا۔

صحابی کا اظہارِ مرض:

حدیث ۹۱۵:-

وعن سعدِ بن أَبِي وقاصٍ رضی اللہ عنہ **قَالَ: جَاءنی رسولُ الله (صلی اللہ علیہ وسلم) يَعُودُنِي مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي، فقلتُ: بَلَغَ بِي مَا تَرَى، وَأَنَا ذُو مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِي إِلاَّ ابْنَتِي..وذكر الحديث.** (متفقٌ عَلَيهِ)

ترجمہ:- حضرت سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری بیماری سخت ہو گئی حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ مَیں نے کہا: میری حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں (یعنی میں تو اس بیماری میں بالکل مرنے کے قریب ہوگیا ہوں) اور آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس مال ہے، اور میرے وارثوں میں میری صرف ایک بیٹی ہی ہے۔ آگے پورا قصہ ہے (یہ قصہ حدیث کے اصلاحی مضامین جلد اول صفحہ ۶۸ تا ۷۱ پر گزر چکا ہے۔ مرتب۔)

افادات:- یہ روایت یہ بتلانے کے لئے لائے ہیں کہ دیکھو! حضرت سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری کو ان الفاظ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری جو حالت ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں، اور میں بیماری میں یہاں تک پہنچ چکا ہوں کہ اب میرے بچنے کی بالکل امید نہیں ہے۔ اور حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی کوئی تردید نہیں فرمائی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضوراکرم (ﷺ) نے بھی ان کی بات سن کر برقرار رکھا، معلوم ہوا کہ آدمی اپنی حالت اس طرح بیان کرسکتا ہے۔

اُم المومنین رضی اللہ عنہا کا اظہارِ دردِ سر:

حدیث ۹۱۶:-

وعن القاسم بن محمد قَالَ قالت عائشةُ رضی اللہ عنہا **:وَارَأسَاهُ! فَقَالَ النَّبِيُّ** (ﷺ) **:بَلْ أَنَا،وَارَأسَاهُ!...وذكر الحديث.** (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا، جب حضوراکرم (ﷺ) ان کے گھر پر پہنچے تو وہ(اپنے سر کے درد کو ظاہر کرتے ہوئے) کہنے لگیں: ہائے میرا سر(یعنی درد کی شدت کی وجہ سے میرا سر بالکل اُڑا جارہا ہے) یہ سن کر حضور اکرم (ﷺ) نے جواب میں ارشا د فرمایا: بلکہ ہائے میرا سر۔(یعنی مجھے سر درد کی شدید تکلیف ہے۔)

افادات:- یہ قصہ اس زمانہ کا ہے جس میں نبیٔ کریم (ﷺ) کا مرض الوفات شروع ہوچکا تھا،اسی زمانہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا،پھر حضوراکرم (ﷺ) نے یہ بھی فرمایا:اگر اس بیماری میں تمہارا انتقال ہوگیا تو میں موجود ہوں ، میں تمہاری جنازہ کی نماز پڑھ لوں گا اور تمہارے لئے دعائے مغفرت کروں گا۔(سنن بیہقی:۱۷۰۳۱)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہاں توصرف اتنا بتلانا ہے کہ دیکھو! حضور (ﷺ) کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر کے درد کی تکلیف کو ان الفاظ میں پیش کیا، اور حضور (ﷺ) نے بھی ان کو اپنے سر کے درد کی تکلیف بتلائی۔ معلوم ہوا کہ کسی آدمی کو کوئی تکلیف ہو تو اپنی وہ تکلیف سامنے والے کو بتلانے کے لئے اگر ظاہر کرتا ہے؛ تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ بس! اتنا ہے کہ اس میں شکایت کا پہلو نہیں ہونا چاہیے۔ اس کو آدمی اس انداز سے بیان نہ کرے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر شکایت کا احساس ہونے لگے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تلقین المحتضر: لَاۤ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

جس کی موت کا وقت قریب ہو
اس کو ”لَاۤ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ“ کی تلقین کرنا
یہ بھی آداب اور مستحبات میں سے ہے۔

حدیث ۹۱۷:-

عن معاذ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهِ لَاۤ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ. (رواه أبو داود والحاكم، وقال: صحيح الإسناد)

ترجمہ:- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جس کا آخری کلام ”لَاۤ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ“ ہو؛ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

افادات:- اب ظاہر ہے کہ اس کا آخری کلام ”لَاۤ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ“ ہو جائے، اس کے لئے کوشش کے طور تلقین کی جائے گی۔ چناں چہ آگے اسی کو پیش کرتے ہیں۔

حدیث ۹۱۸:-

وعن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ الله (صلی اللہ علیہ وسلم): لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَاۤ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. (رواه مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اپنے مرنے والوں کو"لاالٰہ الاّ اللہ "کی تلقین کرو۔

افادات:–یعنی جس کی موت کا وقت قریب آگیاہواوراندازیہ ہو کہ اب نزع شروع ہوچکاہے،تو اس کو" لااِلٰہ الَّااللہ"کی تلقین کرنی چاہیے۔اور تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں،وہ ذراآواز سے اس طرح کلمہ پڑھتے رہیں کہ اس کے کان میں آواز پہنچے،تاکہ ان کو پڑھتا ہوا سن کر خود ہی"لااِلٰہ الَّا اللہ" پڑھے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ اس سے یوں کہا نہ جائے کہ تم کلمہ پڑھو،تلقین کا یہ طریقہ نہیں ہے،اس لئے کہ کبھی موت کی شدت اور سختی ایسی ہوتی ہے کہ اگراس کو کلمہ پڑھنے کے لئے کہا جاتاہےتواس شدت کی وجہ سے آدمی انکارکردیتاہے۔اس لئےیوں نہیں کہناچاہیے کہ "لااِلٰہ الَّا اللہ" پڑھو، بلکہ وہاں موجودلوگ ذراآواز سے پڑھتے رہیں،ان کو پڑھتا ہوا سن کر ان شاء اللہ وہ بھی پڑھ لے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب ما یقوله بعد تغمیض المیت

جب کسی کا انتقال ہو جائے تو کتابوں میں لکھا ہے کہ آداب میں سے یہ ہے کہ اس کی آنکھیں اگر کھلی ہیں تو بند کر دی جائیں۔ منھ کھلا ہے تو کپڑے کی پٹی کو ٹھوڑی کے نیچے سے لے کر سر کے اوپر باندھ دیا جائے، تاکہ منھ کھلا نہ رہ جائے۔ اسی طرح پیٹ کے اوپر کوئی وزنی چیز رکھ دی جائے تاکہ پیٹ پھولنے نہ پائے۔ اور اعضاء؛ ہاتھ پاؤں و۔غیرہ کو سیدھا کر دیا جائے، اس لئے کہ فوری طور پر روح نکلی ہے تو اس کا جسم نرم ہے، اس وقت اعضاء ٹھیک ہو سکتے ہیں، اگر اس وقت ٹھیک کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا تو پھر تھوڑی دیر کے بعد جب جسم مکمل طور پر ٹھنڈا ہو جائے گا، پھر اس کے اعضاء کو سیدھا کرنا چاہیں گے، تب بھی نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے آداب میں سے یہ ہے کہ مرنے والے کے جسم کو اچھی ہیئت میں کر لیا جائے، یہاں آنکھیں بند کرنے والی چیز کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔

موت کے وقت اور بعد کیا کرے؟ کیا نہیں ؟

حدیث ۹۱۹:-

عن أُم سلمة رضی اللہ عنہا قالت: دَخَلَ رسولُ الله (ﷺ) عَلَى أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ، تَبِعَهُ الْبَصَرُ. فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ، فَقَالَ: لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ. ثُمَّ قَالَ: أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَارَبَّ الْعَالَمِينَ، وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اوران کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی تھیں (یعنی ان کا انتقال ہو گیا تھا اور آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں) نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی آنکھوں کو اپنے دستِ مبارک سے بند کیا اور فرمایا: آدمی کی روح جب قبض کی جاتی ہے تو اس روح کو جاتے ہوئے آنکھیں دیکھتی ہیں (اسی لئے آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں، لہٰذا آدمی کے انتقال کے بعداس کی آنکھوں کو بند کرنے کا اہتمام کیا جائے۔اس بات سے)گھر والوں نے(سمجھ لیاکہ حضرت اَبوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیاہے،اس لئے انہوں) نے شور مچایا توحضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نےگھر والوں کو تنبیہ فرمائی کہ اپنے لئے اس موقعہ پر اچھائی ہی کی دعا کرنی چاہیے(ایسی مصیبت کے موقعہ پر بعض مرتبہ عورتیں دعا کے ایسے الفاظ اپنی زبان سے نکالتی ہیں جو بجائے فائدہ کے نقصان کا سبب بنتے ہیں)اس لئے کہ فرشتے تمہاری دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، اس کے بعد حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دعافرمائی:اے اللہ !ابو سلمہ کی مغفرت فرما، اورہدایت پائے ہوئے لوگوں میں ان کے درجہ کو بلند فرما،اورجولوگ پیچھے رہ گئے ہیں توان کا جانشین بن جا(مطلب یہ ہے کہ ان کے ذریعہ جوضرورت پوری ہوتی تھی توان ضرورتوں کی خزانۂ غیب سے کفالت فرمالے)اے سارے جہانوں کے پروردگار !ہماری بھی مغفرت فرما اور ان کی بھی مغفرت فرما،اوران کی قبر کو کشادہ فرمااور ان کے لئے ان کی قبر میں روشنی کردے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–اس لئے ہمارے اکابر اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ جب کسی کی موت سے متعلقین اور قریبی رشتہ داروں (جیسے باپ کا انتقال ہوا تو اس کی اولاد۔یا شوہر کا انتقال ہو ا تو بیوی وغیرہ)پر ایک خاص کیفیت ہوتی ہے، اس کیفیت میں ا ن کو اللہ تعالیٰ کی طرف ایک خاص تعلق اور رجوع نصیب ہوتاہے، اس لئے ان حالات سے فائدہ اٹھالیناچاہیے اور ایسے موقع پر اچھی اچھی دعائیں کرلینا چاہیے ،یہ دعائیں قبول ہونے کاوقت ہوتاہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایاکرتے تھے کہ: لوگ اس حالت و کیفیت اور وقت کو رونے دھونے میں ضائع کردیتے ہیں،حالاں کہ یہی وہ وقت ہوتاہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر جومانگناہو مانگ لے۔ایسی قیمتی چیزوں کو ہم خود ہی نادانی میں ضائع کردیاکرتے ہیں ،ایسا نہیں ہونا چاہیے اوررونے دھونے کی بجائے مرنے والے کے لئے اس طرح کی دعا مانگنی چاہیے ،یہی چیز ہے جس کا فائدہ ہوتاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب ما يقال عند الميت

وَمَا يقوله من مات له ميت

جب کسی کا انتقال ہو جائے اور آپ وہاں پہنچیں؛

تو آپ کو کیا کہنا چاہیے؟

اور جس کے کسی عزیز کا انتقال ہوا ہو؛ وہ خود کیا کہے؟

اس دعا کی برکت سے بہت بہتر بدل ملا:

حدیث ۹۲۰:-

وعن أُمِّ سَلَمَة رضی اللہ عنہا قالت قَالَ رسول الله (ﷺ): إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ أَوِ الْمَيِّتَ، فَقُولُوا خَيْراً، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ. قالت: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سلَمَة، أَتَيْتُ النَّبِيَّ (ﷺ)، فقلت: يَارسولَ الله! إِنَّ أَبَاسَلَمَةَ قَدْ مَاتَ، قَالَ: قُولِي: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلَهُ، وَأَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبَى حَسَنَةً. فقلتُ: فَأَعْقَبَنِي اللهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِي مِنْهُ: مُحَمَّداً (ﷺ).

رواه مسلم هكذا: ((إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ، أَوِ الْمَيِّتَ))، عَلَى الشَّكِّ، ورواه أبو داود وغيره: ((الميت)) بلا شَكٍّ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی بیمار یا کسی مرنے والے کے پاس پہنچو (یعنی جس کے اوپر موت کے حالات طاری ہوچکے ہوں اور وہ سکرات کے عالم میں ہو، روح قبض کی جارہی ہے) تو وہاں اپنی زبان سے اچھی بات اور دعائیہ کلمات کہو، اس لئے کہ اس وقت آپ جو بات کہتے ہیں، فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میرے شوہر ابو سلمہ کا انتقال ہوا، تو میں نبیٔ کریم (ﷺ) کے پاس حاضر ہوئی، اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ابو سلمہ کا انتقال ہوگیا، تو حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا: یوں کہو: اے اللہ! تو میرے اور ان کے گناہوں کو معاف فرما، اور مجھے ان کا اچھا بدلہ اور اچھا جانشین عطا فرما۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی اس تلقین اور ارشاد پر مَیں نے یہ دعا پڑھ لی، تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے میرے شوہر ابو سلمہ کے بدلہ میں ایسی ذات (یعنی نبیٔ کریم (ﷺ)) عطا فرمائی جو اُن سے بہت اچھی تھی۔

افادات:-بیمار کی عیادت کے لئے جائے تو وہاں اچھے کلمات کہنے چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ تندرستی دے، اطمینان رکھو، اچھے ہوجاؤ گے۔ اور کسی کی موت کا وقت ہو تو وہاں بھی اس کے مناسب اچھے کلمات کہنے چاہئیں، جیسے اپنے کسی عزیز کا انتقال ہوجائے تو یوں کہنا چاہیے: اے اللہ! میرے گناہوں کو بھی معاف فرمادے اور اس کے بھی گناہوں کو معاف فرمادے۔

"وَأَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبىً حَسَنَةً":-اگر فوت شدہ کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کا دنیا میں بدل مل سکتا ہے، مثلاً: شوہر ہے، بیوی ہے، اولاد ہے؛ تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بدل دنیا میں دے سکتے ہیں، اس لیے دعا مانگی گئی کہ اس سے اچھا بدل عطا فرما۔ اور اگر وہ کوئی ایسی چیز ہے جس کا بدل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں ہے، جیسے: ماں باپ؛ کہ ان کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا، اس لئے اس دعا میں "عُقْبَىً حَسَنَةً" کہا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اچھا معاوضہ عطا فرما۔ یعنی اگر دنیوی اعتبار سے بدل مل سکتا ہے تو وہ دے، ورنہ اُخروی اعتبار سے اچھا اجر و ثواب عطا فرما۔

"فَأَعْقَبَنِي اللهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِي مِنْهُ : مُحَمَّداً (ﷺ)": ۔اللہ تعالیٰ نے اس کا بہت اچھا بدل نبیِّ کریم (ﷺ) کی شکل میں عطا فرمایا، اس لئے کہ عدت کے بعد حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نبیِّ کریم (ﷺ) کے نکاح میں آئیں۔

دوسری روایت میں ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جس وقت مَیں یہ دعا مانگ رہی تھی تو اپنے جی میں سوچ رہی تھی کہ ابوسلمہ سے اچھا مجھے کون ملے گا؟ لیکن جب نبیِّ کریم (ﷺ) کے ساتھ نکاح ہوا، تب پتہ چلا کہ واقعی اس دعا کی برکت سے بہت بہتر بدل ملا۔

حضورِ اکرم (ﷺ) نے اس موقعہ پر جو دعا ہمیں بتلائی ہے، ہمیں تو ایمان و یقین کے ساتھ اس دعا کو پڑھنا چاہیے اور اس دعا کے اثرات کا انتظار کرنا چاہیے، باری تعالیٰ فرماتے ہیں: "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ" بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسی امید قائم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ کرتے ہیں۔ اسی لئے دعا کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ جب دعا کرے تو اس یقین کے ساتھ دعا کرے کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۹۲۱:-

وعنها قالت سَمِعتُ رسولَ الله (ﷺ) يقول: مَا مِن عَبدٍ تُصيبُهُ مُصِيبَةٌ، فَيَقُولُ: إِنَّا لِلهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ أَجِرنِي فِي مُصِيبَتِي وَاخلُف لِي خَيراً مِنهَا؛ إِلَّا أَجَرَهُ اللهُ تَعَالَى فِي مُصِيبَتِهِ وَأَخلَفَ لَهُ خَيراً مِنهَا. قالت: فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَةَ قلتُ كَمَا أَمَرَنِي رسولُ الله (ﷺ) فَأَخلَفَ اللهُ لِي خَيراً مِنهُ رسولَ الله (ﷺ).

(رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب کسی بندہ کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ یہ پڑھتا ہے: "إِنَّا لِلهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ" اے اللہ! اس مصیبت میں تو مجھے ثواب عطا فرما، اور اس مصیبت کی وجہ سے مجھے جو نقصان پہنچا ہے اس کا مجھے اچھا بدلہ دے؛ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی اس مصیبت میں اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں، اور جو نقصان ہوا اس کا اچھا بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا فرماتے ہیں۔ چناں چہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے جیسا مجھے حکم دیا ویسا ہی میں نے پڑھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلہ میں مجھے نبیٔ کریم (ﷺ) عطا فرمائے۔

افادات:- کسی کا انتقال ہو جانا بھی مصیبت کی ایک قسم ہے۔ یہ روایت پہلی روایت کے مقابلہ میں عام ہے، وہاں تو صرف موت کا تذکرہ تھا، اِس روایت میں ہر مصیبت کا تذکرہ ہے۔ جیسے تجارت میں گھاٹا اور خسارہ ہو گیا، کوئی چیز ٹوٹ گئی، کوئی نقصان ہو گیا، کوئی چیز گم ہو گئی؛ یہ سب اس میں آجاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہم ان دعاؤں کا اہتمام نہیں کرتے ، چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں ان کو سیکھ لینا چاہیے۔ تکلیفیں و مصیبتیں اور حالات تو ہر وقت آتے ہی رہتے ہیں ،اور ہم لوگ شکایتیں کرتے رہتے ہیں کہ یوں ہوا، فلاں ہو گیا، نقصان و گھاٹا ہو گیا، جب یہ دعا یاد کرلیں گے اور حضور اکرم (ﷺ) کے ارشاد کے مطابق یقین کے ساتھ اس کو پڑھیں گے تو ان شاءاللہ اجر بھی ملے گا اور جو نقصان ہوا ہے اس کا بدلہ بھی عطا فرمائیں گے۔

بچہ کے انتقال پر صبر کی عظیم فضیلت:

حدیث ۹۲۲:-

وعن أَبي موسیٰ رضی اللہ عنہ أَنَّ رسول الله (ﷺ) قَالَ: إِذَا مَاتَ وَلَدُ العَبْدِ قَالَ اللهُ تَعَالَى لِمَلائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي ؟ فيقولونَ: نَعَمْ. فيقولُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ ؟ فيقولونَ: نَعَمْ. فيقولُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي ؟ فيقولونَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فيقول اللهُ تَعَالَى: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتاً فِي الجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الحَمْدِ.

(رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب کسی کا بچہ انتقال کر جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتے ہیں: تم نے میرے بندہ کے بچے کی روح قبض کر لی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: جی ہاں۔ تو باری تعالیٰ پوچھتے ہیں: تم نے میرے بندہ کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: جی ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں: اچھا! تو میرے بندہ نے کیا کہا؟ فرشتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہتے ہیں : باری تعالیٰ!اس بندہ نے تو تیری تعریف کے کلمات کہے، اور” انااللہ وانا الیہ راجعون“ پڑھا۔باری تعالیٰ فرماتے ہیں :میرے بندہ کے لئے جنت میں ایک مکان بناؤ،اور اس مکان کا نام”بیت الحمد“ رکھو۔

افادات:-دیکھو کتنا بڑا بدلہ ملا!یہاں دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو کیسا تعلق ہے!بندہ تو ایسے موقعہ پر شور مچاتا ہے،آہ و واویلا کرتا ہے، شکوے شکایتیں کرتا ہے۔ اُدھر اللہ تعالیٰ سب جانتے ہوئے بھی فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا،اور بندہ نے زبان سے کیا جملے کہے؟معلوم ہوا کہ یہ جو حالات پیش آتے ہیں ؛یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں۔ ایک مُحِب اپنے محبوب کو،یا محبوب اپنے مُحِب کو آزماتا ہے۔تو بندہ جب ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ان حالات کے ذریعہ آزماتے ہیں۔اور وہ جانتے ہیں کہ اس نے کیا کہا ہے، لیکن چوں کہ فرشتوں کے سامنے بندہ کی تعریف کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔

یہ وہی فرشتے ہیں جنہوں نے انسان کی پیدائش کے وقت کہا تھا:”أَتَجۡعَلُ فِيهَا مَن يُفۡسِدُ فِيهَا وَيَسۡفِكُ ٱلدِّمَآءَ“،باری تعالیٰ! آپ روئے زمین پر ایسے انسانوں کو پیدا کرنے جارہے ہیں جو دنیا میں خون بہائیں گے اور فساد پھیلائیں گے؟حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ بندہ جب بھی کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں :تم تو کہتے تھے کہ فساد مچائے گا۔ تمہارے دعوے کا کیا ہوا؟

جب کسی کے بچے کی روح قبض کی گئی تو وہی فرشتے جو روح قبض کرنے کے لئے گئے تھے، ان ہی سے باری تعالیٰ پوچھتے ہیں :میرے بندہ کے جگر کے ٹکڑے کی روح قبض کرلی تو اس نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیا کہا؟ فرشتے گواہی دیتے ہیں ، گویا ان کی گواہی نوٹ کروائی جاتی ہے۔ حالاں کہ باری تعالیٰ تو سب جانتے ہیں لیکن ان پر حجت و دلیل قائم کرنے کے لئے ان سے ہی بلوایا جاتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں: باری تعالیٰ! اس نے کوئی شکوہ شکایت نہیں کی، اور تیرے فیصلے پر راضی رہا اور تیری حمد بیان کی۔ باری تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنواتے ہیں جس کا نام "بیت الحمد" ہوتا ہے۔

ان تعلیمات کو عام کرو:

نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ ساری تعلیمات اگر ہر وقت ہمارے پیشِ نظر رہیں تو ہمیں جو حالات، تکلیفیں اور مصائب پیش آتے ہیں اور مختلف طریقوں سے ہم جو آزمائے جاتے ہیں اور ان مواقع پر ہم جو جزع فزع اور شکوے شکایتیں کرتے ہیں اس کی نوبت ہی نہ آئے۔ ایسے مواقع پر حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ حدیث ہمارے سامنے آئے گی اور ہم یقین کے ساتھ اس پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتر ہی معاملہ ہو گا۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ دیکھئے کہ ایک عورت ہے لیکن حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ایک بات بتلادی کہ مصیبت آئی تو یہ پڑھ لو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا اور اس کا اچھا بدلہ بھی ملے گا۔ چناں چہ انہوں نے اسی یقین کے ساتھ وہ دعا پڑھی، تو فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اچھا شوہر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل میں عطا فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہر حال! اصل کمی و کمزوری ہماری ہے کہ ہم حضور اکرم (ﷺ) کی ان تعلیمات سے ناواقف ہیں، جانتے ہی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر ہر موقعہ پر ان تعلیمات پر عمل کریں کسی بھی حال میں حضور اکرم (ﷺ) نے ہمیں بغیر ڈائرکشن (Direction) کے تنہا چھوڑا ہی نہیں ہے، ہر ہر موقعہ پر کیا کرنا چاہیے وہ موجود ہے، اب یہ ہماری کمزوری اور ناواقفیت ہے کہ ہم ان تعلیمات کو جانتے نہیں ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہ وواویلا کرتے ہیں اور شکوے شکایتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

لہٰذا یہ ساری چیزیں سن کر ان کو نوٹ کرنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے ، لوگوں کو بتلانا چاہیے اور ان کو عام کرنا چاہیے۔ آج ہمارے معاشرہ اور سماج میں سے یہ ساری چیزیں نکل گئیں، پرانے زمانہ میں لوگوں میں یہ چیزیں تھیں کہ کوئی معاملہ پیش آتا تو بڑے بتلاتے تھے کہ اس موقعہ پر یہ پڑھو، یہ کرو۔ اور آج تو جو لوگ جانتے ہیں وہ بھی کسی کو سکھانے کے لئے تیار نہیں ہیں، ان تعلیمات کو ہر ہر گھر میں عام کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں ایسا کوئی معاملہ پیش آئے، وہاں اگر دوسری باتیں ہوں تو فوراً ان کو متوجہ کرو کہ اس موقعہ پر حضور اکرم (ﷺ) کی تعلیم یہ ہے ، اس لئے یوں کہو، پھر دیکھو کہ اس کا اثر کیا ہوتا ہے؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مصیبت کے وقت کا مراقبہ:

حدیث ۹۲۳:-

وعن أَبی هريرة رضی اللہ عنہ أَنَّ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: يقولُ اللهُ تَعَالَى: مَالِعَبْدِی الْمُؤمِنِ عِنْدِی جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةَ. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: باری تعالیٰ فرماتے ہیں (یہ حدیثِ قدسی ہے) جب مَیں کسی بندہ کی دنیا کی چیزوں میں سے کسی بھی پسندیدہ چیز کو لے لیتاہوں، اوروہ بندہ اس پر ثواب کی امید رکھتاہے؛ تومیرے اس بندہ کے لئے میرے یہاں جنت کے علاوہ اور کوئی بدلہ نہیں ہے۔

افادات:- ”صَفِيَّهُ“ پسندیدہ اور محبوب چیز؛ اس میں اولاد بھی آجاتی ہے اور دوسری جو محبوب چیزیں ہوتی ہیں وہ بھی سب آجاتی ہیں۔ اسی لئے روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کی بینائی لے لیتے ہیں اور وہ آدمی صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت دیتے ہیں۔

ہمارے اکابر میں حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ گزرے ہیں، اخیر عمر میں حضرت کو موتیا نکل آیاتھا، اوراس زمانہ میں موتیاکا آپریشن اتنا آسان نہیں ہوتاتھا جتنا آج کل ہوتاہے۔ لوگوں نے کہاکہ اس کا آپریشن کرنا پڑے گا جس میں لیٹے رہناپڑے گااور سجدہ بھی اشارہ سے کرنا پڑے گا۔ حضرت نے فرمایا: نہیں بھائی! مجھے یہ گوارہ نہیں کہ سجدہ اشارہ سے کروں۔ لوگوں نے کہا:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت !صرف ایک دن کا معاملہ ہے۔تواس پر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بغیر اختیار کے ایک بشارت عطا فرمائی ہے؛ تو اب مَیں اس کو کیوں چھوڑدوں ؟

"ثُمَّ احۡتَسَبَهُ"کسی عمل پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھنا"احتساب" کہلاتا ہے۔یہ سوچنا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز تھی،میرے پاس امانت تھی،جب تک میرے پاس رہی؛ تب تک رہی،اب اس نے مجھ سے لے لی،اس میں اس کی مصلحتیں ہیں ،وہ مالک و مختار ہے ،لہٰذا اس پر مجھے صبر کرنا چاہیے،اس پر اللہ تعالیٰ مجھے اجروثواب دے گا۔کوئی بھی مصیبت آنے پر یہ سوچ لیناچاہیے۔

جو دیا وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ،اور جو لے گا وہ بھی اللہ ہی کا:

حدیث ۹۲۴:-

وعن أسَامَة بن زَيدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:أرۡسَلَتۡ إحدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ (ﷺ) إِلَيۡهِ تَدۡعُوهُ وَتُخۡبِرُهُ أنَّ صَبِيًّا لَهَا- أوۡابنا-فِى الۡمَوۡتِ.فَقَالَ للرسول:ارۡجِعۡ إِلَيۡهَا ، فَأخۡبِرۡهَا أنَّ لله تَعَالَى مَا أخَذَ وَلَهُ مَا أعۡطٰى، وَكُلُّ شَيۡءٍ عِنۡدَهُ بِأجَلٍ مُسَمّى، فَمُرۡهَا،فَلۡتَصۡبِرۡ وَلۡتَحۡتَسِبۡ))...وذ کر تمام الحدیث.(متفقٌ عَلَيۡهِ)

ترجمہ:- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی صاحبزادیوں میں سے ایک نے آپ (ﷺ) کے پاس ایک آدمی کے ذریعہ آپ کو بلانے کے لئے پیغام بھیجا(یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں جو نبیٔ کریم (ﷺ) کی بڑی صاحبزادی ہیں ،ان کا ایک چھوٹا بیٹا ایسا بیمار ہوا کہ بالکل جاں کنی کے عالم میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھا،سانس تیز چلنے لگی،ان کو اندازہ ہو گیا کہ اب یہ زندہ نہیں رہے گا تو انہوں نے ابّا پر کہلوایا کہ آپ تشریف لائیے)میرا بچہ بالکل آخری حالت میں ہے ،تو حضور اکرم (ﷺ) نے اسی قاصد کے ذریعہ یہ بات کہلوائی کہ بھائی!تم بیٹی کے پاس جاؤ اوران کو بتلاؤ کہ جو دیا،وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہے،اور جو لے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک وقت مقرر ہے،اس لئے میری بیٹی سے کہہ دو کہ صبر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ سے اس پر ثواب کی امید رکھے(اس پر ملنے والا اجروثواب اس نعمت کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے) وذکر تمام الحدیث

افادات:–اولاد کے ہم مالک تو ہیں نہیں ،یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس سے ہمیں ایک مدت کے لئے خوش ہونے اور فائدہ اُٹھانے کا موقعہ دیا گیا ہے، اولاد جب چھوٹی ہوتی ہے تو آدمی اس سے خوش ہوتا ہے، اور جب بڑی ہوتی ہے تو اس سے راحت پہنچتی ہے۔ اور در حقیقت یہ اسی کی چیز تھی،اب اسی نے لے لی۔

ایک عورت کے صبر کا عجیب قصہ:

حضرت اُم سُلَیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد کے انتقال کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا،ایک بچہ پیدا ہوا جو بیمار تھا، اسی دوران حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہیں سفر میں نکلے، رات کو جب واپس آئے تو بچہ کا انتقال ہو چکا تھا۔سفر سے آتے ہی پوچھا کہ بچہ کا کیا حال ہے؟ تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت اُم سُلَیم نے جواب دیا: پہلے سے زیادہ آرام میں ہے(اور واقعہ بھی یہی ہے کہ پہلے تو بیماری کی تکلیف میں تھا،جب انتقال ہوگیاتواس بیماری کی تکلیف سے آرام میں ہوگیا)اس جواب سے وہ یوں سمجھے کہ طبیعت ٹھیک ہے

حضراتِ شُرّاح نے اس موقعہ پر لکھاہے کہ اس سے معلوم ہواکہ عورتوں کوچاہیے کہ شوہرجب گھرمیں آئےتوایسی کوئی خبرجواس کی طبیعت پرفوری اثرکرنے والی ہو،اس کے سامنے نہ رکھے،وہ ذرا اطمینان حاصل کرلے ،اس کے بعد کہے۔

خیر!انہوں نے کہا: کھانالاؤ،تو کھاناپیش کیا،کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کہا: بسترکاانتظام کرو،ان کوضرورت تھی وہ پوری کی،اس وقت تک بھی بتایانہیں کہ اس بچہ کاانتقال ہوچکاہے،جب ضرورت سے فارغ ہوئے اورآرام ہوگیاتوپھر صبح سے پہلے کہا:بچے کاانتقال ہوگیاہے اس کے غسل اورکفن دفن کاانتظام کرو۔

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ خبر دینےسے پہلے انہوں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:کوئی آدمی کوئی چیز امانت کے طورپر تمہیں دے،پھرتم سے وہ چیز واپس مانگے؛ تو کیا آپ ناراض ہوں گے؟انہوں نے کہا:نہیں !کیوں ناراض ہوؤں گا ؟ اس کی چیز ہے ،وہ اس کا مالک ہے،جب مانگے گاتو ضرور واپس کروں گا۔تو پھرحضرت اُم سُلَیم رضی اللہ عنہا نے کہا:اللہ تعالیٰ نےہمیں ایک بچہ بطورامانت کے دیاتھا، وہ اس کامالک تھا ،اس نے ہم سے واپس لے لیا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اب اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بڑا ناگوار گزرا کہ میں نے یہ سب کرلیا تب تک تم نے بتایا نہیں؟ پھر صبح حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں یہ قصہ عرض کیا، تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو برکت کی دعا دی۔ روایتوں میں ہے کہ اس صحبت سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا جس کی اولاد میں نو بڑے عالم پیدا ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

(یہ قصہ حدیث کے اصلاحی مضامین، جلد ا/ص:۳۲۳ تا ۳۳۰ پر تفصیل سے موجود ہے۔ مرتب۔)

اس روایت میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ: ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، اگر کوئی چیز گئی تو یوں سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے واپس لے لی۔ "وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمّى" اور ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک وقت مقرر ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے اولاد دی، تو اس کے لئے ایک وقت مقرر ہے، اس کی زندگی طے ہے، جتنے دن وہ لے کر دنیا میں آیا ہے اتنے ہی دن رہے گا۔ اور کوئی چیز ہے، جیسے: آپ کو موٹر کار دی، اس کا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وقت مقرر ہے وہیں تک وہ آپ کے پاس رہے گی۔ مکان، دوکان، جاندار، بے جان؛ ہر چیز کا یہی قاعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جتنی بھی چیزیں دے رکھی ہیں؛ ہر ایک چیز کے واسطے اللہ تعالیٰ کے پاس ایک وقت مقرر ہے۔ انسان کی آنکھیں، ہاتھ، پاؤں، اعضاء بدن، مال و دولت، مکان، دوکان، تجارت، فیکٹری؛ یہ ساری چیزیں ایک مقررہ وقت تک کے لئے دی جاتی ہیں، جب وہ وقت ختم ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ واپس لے لے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ روایت پہلے (جلد اول، صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۶ پر بھی) آچکی ہے۔ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس قاصد کے ذریعہ صاحبزادی کو صبر کا پیغام بھجوایا تو اس کے جواب میں ان صاحبزادی صاحبہ نے قسم دے کر دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ آپ ضرور تشریف لایئے، تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس تشریف لائے اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ بھی ساتھ ہولئے، جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی صاحبزادی کے پاس پہنچے تو اس چھوٹے بچہ کو ۔جس کی جاں کنی کی حالت تھی۔ اُٹھا کر آپ کے گود میں دیا گیا، اس وقت اس کی سانس بہت تیز چل رہی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھ سے آنسو ٹپکا، تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کیا؟ وہ یہ سمجھے کہ اللہ کے رسول ہیں اس لئے ایسے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلنے چاہئیں۔ تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: محبت وشفقت کا جذبہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں رکھا ہے؛ یہ اسی کا اثر ہے۔ وہ انسان ہی کیا جس کے دل میں محبت وشفقت کا جذبہ نہ ہو؟ روایتوں میں آتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس بچہ کو گود میں لینے کے بعد سانس کی وہ تیزی ختم ہوگئی اور بچہ ٹھیک وتندرست ہوگیا، بعد میں وہ زندہ بھی رہا۔

اس روایت پر ''فیض الباری'' میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ: اس بچہ کی جاں کنی کی بالکل اخیری حالت تھی لیکن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گود میں دینے کے بعد وہ ٹھیک ہوگیا؛ تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے بھی مردوں کو زندہ کیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَاب جواز البکاء عَلَی المیت بغیر ندب وَلاَ نیاحة

مرنے والے کے اوپر بغیر آہ و واویلا اور نوحہ کے ارادہ و نیت کے رونا جائز ہے

زمانۂ جاہلیت میں رونے کی کچھ شکلیں تھیں ،ایک شکل نوحہ کی تھی۔جو پرانے لوگ ہیں جنھوں نے غیر مسلموں کو دیکھا ہوگا وہ سمجھیں گے کہ ان کے یہاں جب کسی کا انتقال ہوتا ہے، تو خاص رونے کے لئے عورتیں جمع ہوتی ہیں،وہ باتیں کرتے ہوئے آتی ہیں اور جہاں محلّے کا نکّڑ آتا ہے کہ زورزور سے رونا شروع کردیتی ہیں ، چھوٹے بچے ساتھ میں ہوتے ہیں وہ بھی گھبرا جاتے ہیں کہ اچانک کیا ہوگیا۔ پھر گھومتے ہوئے سینہ کوٹتی ہیں ،اپنے چہرے پر طمانچے لگاتی ہیں،بالوں کو بکھیرتی ہیں اور ترنم کے ساتھ رونے کی آوازیں نکالتی ہیں ؛یہ نوحہ کہلاتا ہے جو حرام ہے۔ اوراسی میں یہ بھی ہوتا تھا کہ جو عورت کسی کے یہاں رونے جاتی تھی اس کو نوٹ کیا جاتا تھا۔جیسے: شادی بیاہ کے موقعہ پر نوٹ کیا جاتا ہے کہ فلاں نے کتنا دیا،تاکہ جب اس کے یہاں شادی بیاہ کا موقعہ ہو تو اتنا ہی دیا جائے،اسی طرح یہاں بھی نوٹ کیا جاتا تھا کہ کون سی عورت ہمارے یہاں رونے آئی،تاکہ جب اس کے یہاں موقعہ آئے تو ہم بھی رونے کے واسطے اس کے وہاں جائیں،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ بھی حرام ہے اور یہ بھی اس زمانہ کا ایک خاص انداز تھا۔ اور جس کے گھر پر جتنی زیادہ عورتیں نوحہ کرتیں اس کو اتنا ہی بڑا آدمی سمجھا جاتا تھا، بلکہ لوگ وصیت کرتے تھے کہ میرے مرنے کے بعد نوحہ کرنے کا خوب اہتمام کرنا، تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ بڑی شخصیت تھی۔ حضور اکرم (ﷺ) نے اس سے منع فرمایا ہے۔

دوسری شکل "ندبہ" کی تھی۔ اس میں نوحہ کی طرح پروفیشنل طریقہ سے رونا تو نہیں ہوتا، لیکن انداز وہی ہوتا ہے کہ مرنے والے پر زور زور سے کہا جاتا ہے کہ آپ تو میرے لئے ماویٰ و ملجا تھے، اور اس زمانہ میں بولتے تھے: "وَاجَبَلَاهُ، وَارَأْسَاهُ، وَامَلْجَاهُ" ہائے میرا پہاڑ، ہائے میرے سر تاج، ہائے میری پناہ۔ آپ تو ایسے تھے، اور یوں کرتے تھے، آپ تو ہاتھ لگا دیتے تھے تو یوں ہو جاتا تھا؛ اور پورا ایک سلسلہ چلتا تھا؛ یہ ندبہ کہلاتا ہے۔ شریعت میں اس کی بھی اجازت نہیں ہے، یہ بھی حرام ہے۔

تو یہ دونوں چیزیں ممنوع ہیں، باقی کسی کے انتقال کی وجہ سے دل میں غم کا ہونا ضروری ہے، اس غم کی وجہ سے آنکھ کے آنسو نکل آئیں، تو اس سے شریعت نے منع بھی نہیں کیا ہے، یا شدتِ غم کی وجہ سے رونے کی آواز کا بلند ہو جانا بھی منع نہیں ہے۔ اس باب میں یہی بتلانا چاہتے ہیں:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے؟:

أَمَّا النِّيَاحَةُ فَحَرَامٌ وَسَيَأْتِي فِيهَا بَابٌ فِي كِتَابِ النَّهْيِ، إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى. وَأَمَّا الْبُكَاءُ فَجَاءَتْ أَحَادِيثُ بِالنَّهْيِ عَنْهُ، وَأَنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ، وَهِيَ مُتَأَوَّلَةٌ وَمَحْمُولَةٌ عَلَى مَنْ أَوْصَى بِهِ، وَالنَّهْيُ إِنَّمَا هُوَ عَنِ الْبُكَاءِ الَّذِي فِيهِ نَدْبٌ، أَوْ نِيَاحَةٌ، وَالدَّلِيلُ عَلَى جَوَازِ الْبُكَاءِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَلَا نِيَاحَةٍ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ، مِنْهَا:

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نوحہ حرام ہے، اورآگے جہاں ممنوع باتوں کا بیان آئے گا وہاں اس سلسلہ میں مستقل باب لائیں گے۔ رونے کے سلسلہ میں بہت سی روایتوں میں ممانعت آئی ہے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے: "إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ (بخاری شریف: باب قَوْلِ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ)" مرنے والے کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً رونا جائز نہیں۔ لیکن دوسری روایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ اُس زمانہ میں لوگ باقاعدہ وصیت کرتے تھے کہ میرے مرنے کے بعد روئیو، تاکہ لوگوں کو پتہ چلے۔ تو جس آدمی نے وصیت کی ہو اور اس کے نتیجہ میں لوگ روئیں تو وہ گنہ گار ہوگا، اور لوگوں کے رونے پر اس مرنے والے کو عذاب بھی ہوگا۔ دوسری شکل یہ ہے کہ اس نے وصیت تو نہیں کی، لیکن کسی علاقہ میں مرنے والے کی موت کے بعد اس طرح رونے کا رواج ہے، اور مرنے والے کو معلوم ہے کہ ایسا ہوتا ہے، تو علماء نے لکھا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وصیت کر جائے کہ میرے مرنے کے بعد رونا مت۔ اس کی وصیت کے باوجود بھی وہ روئیں گے تو اس صورت میں مرنے والے کو ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور اگر اس کو معلوم ہے کہ لوگ روتے ہیں ، اس کے باوجود اس نے ممانعت کی وصیت نہیں کی؛ تو اس صورت میں وہ گنہ گار ہوگا اور لوگوں کے رونے کی وجہ سے اس کو عذاب بھی ہوگا۔

اس لیے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ رونے والے اس پر رو رہے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم اس کی خیر خواہی کر رہے ہیں ، لیکن اُلٹا اس کے لئے عذاب کا ذریعہ بن رہے ہیں ۔

عذاب تو زبان کی وجہ سے ہوتا ہے:

حدیث ۹۲۵:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنَّ رسول الله (ﷺ) عادَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، وَمَعَهُ عَبدُ الرَّحمانِ بْنُ عَوفٍ، وَسَعدُ بْنُ أَبي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہم ، فَبَكَى رسولُ الله (ﷺ). فَلَمَّا رَأى القَوْمُ بُكَاءَ رسولِ الله (ﷺ) بَكَوْا ، فَقَالَ : أَلاَ تَسْمَعُونَ ؟ إنَّ الله لاَ يُعَذِّبُ بِدَمْعِ العَينِ ، وَلاَ بِحُزْنِ القَلبِ ، وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهذَا أَوْ يَرْحَمُ . وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم (ﷺ) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے، اس وقت آپ (ﷺ) کے ساتھ عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن أبي وقاص

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اورعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے،ان کی حالت دیکھ کر نبیٔ کریم (ﷺ) روئے،جب لوگوں نے آپ کارونا دیکھاتولوگ بھی رونے لگے۔ حضوراکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:کیاتم لوگ سنتے ہو؟ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اوردل کے غم کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا،لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے،یارحم فرماتا ہے۔یہ کہتے ہوئے حضوراکرم (ﷺ) نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔

افادات:۔مطلب یہ ہے کہ مرنے والے کی موت پر آنکھوں میں آنسو آگئے،دل میں غم کی کیفیت پیداہوئی،تویہ کوئی گناہ کی بات نہیں ہے،یہ توفطری اور طبعی چیز ہے،لیکن زبان سے جو آہ وواویلااورشکوہ شکایت کرتے ہیں ،اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑاور گرفت ہوگی۔

ہرانسان کے دل میں جذبۂ رحمت رکھاہے:

حدیث ۹۲۶:۔

وعن أُسَامَةَ بن زَيدٍ رضی اللہ عنہما أنَّ رسول الله (ﷺ) رُفِعَ إِلَيهِ ابنُ ابْنَتِهِ وَهُوَ فِي الـمَوتِ، فَفَاضَتْ عَيْنَا رسولِ اللهِ (ﷺ)، فَقَالَ لَهُ سَعدٌ: مَا هَذَا يَا رسولَ الله؟! قَالَ: هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ تَعَالَى فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے پاس آپ کی بیٹی کا بیٹا(یعنی نواسہ)اُٹھاکردیاگیااوربالکل موت کی حالت میں تھا،اس کی یہ کیفیت دیکھ کر نبیٔ کریم (ﷺ) کی مبارک آنکھ میں آنسو آگئے،حضرت سعدبن عبادہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:اے اللہ کے رسول!یہ کیا؟(وہ یوں سمجھے کہ یہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چیز کہیں شانِ نبوت کے خلاف تو نہیں) نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اے سعد! یہ تو محبت اور رحمت وشفقت کا جذبہ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے انہیں بندوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے۔

افادات:- حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کے سو حصے ہیں اور اس میں سے ایک حصہ دنیا میں رکھا ہے، اسی کی وجہ سے جانور بھی اپنے بچوں سے محبت رکھتے ہیں۔ ہر انسان کے دل میں جذبۂ رحمت رکھا ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ کوئی آدمی جب کسی کو بھی تکلیف کی حالت میں دیکھتا ہے، چاہے وہ کوئی بھی ہو، اپنا بچہ ہو، یا کسی اور کا بچہ ہو، بلکہ بعض مرتبہ کسی جانور کو بھی تکلیف کی حالت میں جب دیکھتا ہے؛ تو اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور پسیج جاتا ہے۔

غمگین ہونا اور آنسو نکلنا برا نہیں:

حدیث ۹۲۷:-

وعن أنسٍ رضی اللہ عنہ أنَّ رسول الله (ﷺ) دَخَلَ عَلَى ابْنِهِ إبْرَاهِيمَ - رضی اللہ عنہ - وَهُوَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَجَعَلَتْ عَيْنَا رسولِ الله - (ﷺ) - تَذْرِفَان. فَقَالَ لَهُ عبدُ الرحمٰنِ بن عَوف: وأنت يَا رسولَ الله؟! فَقَالَ: يَا ابْنَ عَوْفٍ! إنَّهَا رَحْمَةٌ. ثُمَّ أتْبَعَهَا بأُخْرَى، فَقَالَ: إنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ والقلب يَحْزَنُ، وَلاَ نَقُولُ إلاَّ مَا يُرْضِى رَبَّنَا، وَإنَّا لِفِرَاقِكَ يَا إبرَاهِيمُ لَمَحزُونُونَ. (رواه البخاری، وروی مسلم بعضه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم (ﷺ) اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے ایسی حالت میں کہ ان کی روح قبض ہورہی تھی (ان کی یہ کیفیت دیکھ کر) نبیِ کریم (ﷺ) کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی رورہے ہیں؟ نبیِ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اے ابن عوف! یہ تو محبت وشفقت کا تقاضہ ہے (جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں رکھی ہے، ایسی کیفیت دیکھ کر غیر اختیاری طور پر آنسو آہی جاتے ہیں) پھر (دوسری بات ارشاد) فرمائی کہ آنکھ آنسو گراتی ہے، دل غم کرتا ہے، اور ہم وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو خوش کرنے والی ہو، اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں۔

افادات:- خلاصہ یہ ہوا کہ کسی کی موت پر اگر آنکھوں سے آنسو نکلیں، دل میں غم ہو، تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ بعض مرتبہ شدت غم میں آواز ذرا تیز ہوجاتی ہے وہ بھی ممنوع نہیں ہے، ہاں بہ تکلّف ایسا نہ کرے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

الکف عن ما یری من المیت من مکروہ

میت میں کوئی نامناسب بات نظر آئے تو اس کو چھپانا چاہیے

میت کے سلسلہ میں احکام چل رہے تھے، ایک باب قائم کیا ہے کہ مرنے والے کے جسم میں ناپسندیدہ بات ،یا کوئی بری چیز دیکھے تو اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے بچنا چاہیے۔چناں چہ اس سلسلہ میں روایت لائے ہیں ۔

حدیث ۹۲۸:-

وعن أبي رافع أسلم مولى رسول الله (ﷺ) أنّ رسولَ الله (ﷺ) قَالَ: مَنْ غَسَّلَ مَيتاً فَكَتَمَ عَلَيْهِ، غَفَرَ اللهُ لَهُ أربَعِينَ مَرَّةً. (رواه الحاكم، وقال: صحيح على شرط مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی نے میت کو غسل دیا اور غسل کے دوران کوئی ناگوار اور نامناسب چیز اس کے علم میں آئی اور اس نے اس کو چھپایا تو اللہ تعالیٰ چالیس مرتبہ اس کی مغفرت فرمائیں گے (کسی گناہ کو چالیس مرتبہ بھی کیا ہو گا پھر بھی اس کو معاف کردیں گے)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–مثلاً: میت کے جسم سے بدبو آئی، یا اس کے چہرہ کے اندر سیاہی آگئی، یا چہرہ مسخ ہوگیا، یا بعض مرتبہ بدن میں کیڑے پڑجاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ غسل کے دوران ایسی کوئی نامناسب چیز میت میں نظر آگئی؛ تو لوگوں کے سامنے اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس کو چھپائے۔ اسی لیے غسل دینے میں شریک ہونے والوں کے لیے بتایا گیا ہے کہ وہ امانتدار اور صالح قسم کے لوگ ہونے چاہئیں، تاکہ ایسی کوئی چیز نظر آجائے تو اس کو ظاہر نہ کریں۔ اور اس کی بڑی فضیلت ہے کہ جو آدمی ایسی چیز کو چھپائے گا تو اللہ تعالی چالیس مرتبہ اس کی مغفرت فرمائیں گے یعنی اگر کسی گناہ کو چالیس مرتبہ کیا ہوگا پھر بھی اس کو معاف کردیں گے۔

ویسے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی بدعت، یا کسی حرام اور کبیرہ گناہ کا ارتکاب علانیہ طور پر کرتا تھا، مثلاً: کوئی آدمی گویّا (Pop Singer) تھا، یا کھلّم کھلّا سود خور تھا، یا لوگوں کے اوپر ظلم ڈھاتا تھا، اور ایسے آدمی کے مرنے کے وقت اس کے جسم میں کوئی ایسی چیز نظر آئے، تو اس کو چھپایا نہ جائے، بلکہ اس کو ظاہر کیا جائے؛ تاکہ لوگ اس قسم کے جرم سے بچیں، جب لوگوں کے سامنے یہ چیز آئے گی کہ یہ آدمی ایسا کرتا تھا تو ایسا ہوگیا؛ تو ان کو عبرت ہوگی۔ ورنہ عام طور پر ایسی چیزیں نظر آئے تو اس کو ظاہر نہ کرے بلکہ اس کو چھپائے۔ ہاں ! اگر کوئی اچھی چیز نظر آئے، مثلاً: اس کے جسم میں سے خوشبو آئی، یا چہرہ کے اندر نورانیت نظر آئی، تو اس کو پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کو ظاہر کرنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

الصلاۃ عَلَی المیت وتشییعه
وحضور دفنه وکراهة اتباع النساء الجنائز
وَقَدْ سَبَقَ فَضْلُ التَّشْیِیعِ

نماز جنازہ کا بیان

جنازہ کے ساتھ جانا اور تدفین میں شریک ہونا
اور عورتوں کا دفن میں شریک ہونا مکروہ ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمازِ جنازہ اور تدفین میں شریک ہونے کی فضیلت:

حدیث ۹۲۹:-

عن أَبِي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ الله (صلی اللہ علیہ وسلم): مَنْ شَهِدَ الجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ، فَلَهُ قِيرَاطَانِ. قِيلَ: وَمَا القِيرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الجَبَلَيْنِ العَظِيمَيْنِ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جنازہ میں حاضر ہوا، یہاں تک کہ نماز پڑھنے تک اس کے ساتھ شریک رہا، اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا۔ اور جو نماز کے بعد دفن میں بھی شریک رہا، اس کو دو قیراط ثواب ملے گا۔ پوچھا گیا: قیراط سے کیا مراد ہے؟ تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں ارشاد فرمایا: دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔

افادات:- قیراط ایک درہم کے چھٹے حصہ کو بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہاں قیراط سے دو بڑے پہاڑوں کے برابر مقدار مراد ہے یعنی ثواب کا بہت بڑا حصہ۔ تو جو آدمی جنازہ کی نماز میں بھی شریک رہا اور دفن میں بھی شریک ہوا؛ اس کو دو قیراط کے برابر ثواب ملے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف جنازہ کی نماز پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ اگر موقعہ اور وقت ہو تو آدمی کو چاہیے کہ دفن میں بھی شریک ہو جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آج کل عام مزاج یہ بن گیا ہے کہ جنازہ کی نماز میں شریک ہو کر چلے جاتے ہیں۔ اگر کوئی ضروری کام ہے تو بات دوسری ہے، لیکن اس میں بھی حکم یہ ہے کہ جنازہ کی نماز کے بعد اگر جانا چاہتے ہیں تو جنازہ کے ولی سے اجازت لینی چاہیے یعنی اس کو کہہ کر جائے۔ اگر اس کو کہے بغیر جائے گا تو کوئی حرام کام نہیں ہوگا اور گناہ بھی نہیں ہوگا، لیکن آداب میں سے ہے، اور اچھا تو یہ ہے کہ دفن میں شریک ہو جائے۔ اس میں کوئی زیادہ وقت بھی نہیں لگتا، بیس پچیس منٹ کا معاملہ ہوتا ہے، اور اتنا بڑا ثواب مل جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنازہ کی نماز میں شریک ہو کر چلے جاتے تھے، جب یہ روایت سامنے آئی تو بڑا افسوس کرتے ہوئے کہنے لگے: لَقَدْ ضَيَّعْنَا قَرَارِيطَ كَثِيرَةً (صحیح بخاری: ۱۳۲۵/ صحیح مسلم: ۲۲۳۲) ہم نے تو بہت سے قیراطوں کا نقصان کر دیا۔ وہ حضرات اس کا اہتمام کرتے تھے۔

حدیث ۹۳۰:-

وعنه أنَّ رسولَ الله (ﷺ) قَالَ: مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا وَيُفرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيرَاطٍ. (رواه البخاری)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی کسی مسلمان کے جنازہ میں ایمان اور احتساب کے ساتھ گیا، اور جنازہ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ نماز پڑھی گئی اور دفن

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے بھی فارغ ہو گیا؛ تو وہ آدمی دو قیراط لے کر واپس لوٹتا ہے، اور ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ اور جس آدمی نے نماز پڑھی اور دفن سے پہلے لوٹ آیا؛ تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹے گا۔

افادات:- کسی بھی عمل کے قبول ہونے کے لیے ایمان شرط ہے، اگر ایمان نہیں ہے تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہی نہیں ہوتا۔ اور ایمان کے ساتھ احتساب بھی ہو، "احتساب" یعنی وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے خاطر کرنا، او راس امید کے ساتھ اس عمل کو انجام دینا کہ اس پر اللہ تعالیٰ مجھے ثواب دیں گے؛ اسی کا نام "احتساب" ہے۔ تو اگر کوئی آدمی جنازہ کے ساتھ گیا اور یہ دونوں شرطیں ہیں تو وہ فضیلت حاصل ہوگی۔ اگر یہ ارادہ ہے کہ فلاں کو دِکھانے کے لیے جانا پڑے گا، تو پھر وہ بات نہیں رہے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ جب جنازہ کے ساتھ جائے تو نماز اور دفن دونوں میں شریک رہے۔ بعض لوگ جنازہ کے ساتھ جاتے ہیں لیکن نماز میں شریک نہیں ہوتے، الگ کھڑے ہو جاتے ہیں، ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا بات ہے، الگ کیوں کھڑے ہو؟ تو کہتے ہیں: وضو نہیں ہے؛ تو ان کو کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عورتوں کو قبرستان جانے سے روکا گیا:

حدیث ۹۳۱:-

وعن أم عطية رضی اللہ عنہا قالت: نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا. (متفقٌ عَلَيْهِ) ومعناه: وَلَمْ يُشَدَّدْ فِي النَّهْيِ كَمَا يُشَدَّدُ فِي المُحَرَّمَاتِ.

ترجمہ:- حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم (عورتوں) کو جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا، اور یہ ممانعت کوئی پکی نہیں۔(جیسے: حرام چیزوں سے شدت اور قوت کے ساتھ روکا جاتا ہے، بلکہ ناپسند قرار دیا گیا۔)

افادات:- عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا اور قبرستان میں جانا کیسا ہے؟ اس سلسلہ میں احناف کے یہاں دونوں باتیں لکھی گئی ہیں۔ بعضوں نے اس کو حرام بتایا ہے، اس لئے کہ عام طور پر جب عورتیں کسی قبر پر جاتی ہیں تو اگر وہ کسی رشتہ دار کی قبر ہوئی تو نوحہ کرے گی، روئے دھوئے گی، حالاں کہ رونے دھونے سے منع کیا گیا ہے، اور نوحہ حرام ہے۔ اور اگر اللہ کے کسی نیک بندے اور بزرگ کی قبر ہوگی تو بدعت میں مبتلا ہوگی، اس سے حاجتیں مانگے گی۔ اس لئے منع کیا گیا ہے کہ عورتوں کو قبرستان نہیں جانا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کی طرف سے ان دو باتوں کا خطرہ نہ ہو ،اور جوان بھی نہیں ہے بلکہ بوڑھی ہے؛ تو اس صورت میں جانے کی گنجائش ہے۔ لیکن پھر بھی بہتر بات یہی کہی گئی کہ عورتوں کو قبرستان جانے سے روکا جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب استحباب تکثیر المصلین علی الجنازة وجعل صفوفهم ثلاثة فاکثر

نمازِ جنازہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد کا زیادہ ہونا پسندیدہ ہے اور صفیں تین یا اس سے زیادہ بنائی جائیں؛ یہ بھی اچھا ہے

ویسے ایک بات ضرور ہے کہ کسی کے جنازہ میں بہت زیادہ لوگ شریک ہوں تو اس کی مغفرت کا ذریعہ بنتا ہے، لیکن زیادہ لوگوں کو جنازہ میں شریک کرنے کے لیے تدفین میں تاخیر کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ مستقل باب لاکر اس کا حکم بتائیں گے، بلکہ فقہ کی کتابوں میں تو یہاں تک مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی کا جمعہ کے دن انتقال ہوگیا جنازہ تیار ہوگیا، اور ساری تیاریاں بھی مکمل ہوگئیں، اس کے بعد محض اس لیے نمازِ جنازہ کو جمعہ کی نماز کے وقت تک مؤخر (لیٹ) کرنا کہ جمعہ کی نماز میں زیادہ لوگ آئیں گے اور جنازہ میں زیادہ لوگ شریک ہوں گے؛ تو فقہاء اس کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ ہاں ! اتنی تاخیر تو کی جاسکتی ہے کہ غسل اور کفن سے فارغ ہوجائیں اور ادھر قبر تیار ہوجائے ، اتنا وقت تو لگانا ہی پڑے گا، اس کے بغیر تو بات بنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گی ہی نہیں، لیکن سب تیاریاں مکمل ہوچکنے کے بعد زیادہ لوگ آویں اس لیے تاخیر کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

سو آدمی جنازہ پڑھیں تو مغفرت:

حدیث ۹۳۲:-

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قَالَ رسولُ الله (ﷺ): مَا مِنْ مَيتٍ يُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، يَبْلُغُونَ مِئَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ إِلاَّ شُفِّعُوا فِيهِ.

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: وہ میت جس کے اوپر مسلمانوں کی ایک جماعت نے نماز پڑھی جن کی تعداد سو کے برابر ہوجائے کہ ان میں سے ہر ایک اس کی سفارش کرتا ہے (یعنی دعائے مغفرت کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو قبول کر لیتے ہیں اور اس دعا پر مرنے والے کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

افادات:- جو بھی جنازہ کی نماز پڑھنے والا ہوتا ہے وہ جنازہ کے لئے دعائے مغفرت ہی کرتا ہے، گویا یہی اس کے لیے سفارش ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ کسی کے جنازہ میں سو آدمی شریک ہوئے تو یہ اس کے لیے مغفرت کا پروانہ ہے۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چالیس آدمی جنازہ پڑھیں تومغفرت:

حدیث ۹۳۳:-

عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ : سَمِعۡتُ رسول اللہ (ﷺ) یقول: مَا مِنۡ رَجُلٍ مُسۡلِمٍ یَمُوتُ، فَیقومُ عَلَی جَنَازَتِهِ أَرۡبَعُونَ رَجُلاً لَا یُشۡرِکُونَ بِاللہِ شَیۡئاً إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللہُ فِیهِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا : کسی مسلمان کا انتقال ہوجائے اور اس کے جنازہ پر چالیس آدمی نماز کے لیے کھڑے ہوں جو ایسے ہوں کہ، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں (یعنی مسلمان ہوں) تو اللہ تعالی مرنے والے کے حق میں ان کی سفارش قبول فرمالیتے ہیں اور اس کی مغفرت فرمادی جاتی ہے۔

افادات:- اوپر والی روایت میں سو کی تعداد بتائی تھی اوراس روایت کے مطابق توچالیس پر بھی یہ فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔

جس کے جنازہ میں تین صفیں ہوں :

حدیث ۹۳۴:-

وعن مرثدِ بن عبدِ اللہ الیَزَنِیِّ، قَالَ : کَانَ مَالِكُ بن هُبَیۡرَةَ رضی اللہ عنہ إِذَا صَلَّی عَلَی الۡجَنَازَةِ، فَتَقَالَّ النَّاس عَلَیۡهَا، جَزَّأَهُمۡ عَلَیۡهَا ثَلَاثَةَ أَجۡزَاءٍ، ثُمَّ قَالَ : قَالَ رسول اللہ (ﷺ) : مَنۡ صَلَّی عَلَیۡهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ فَقَدۡ أَوۡجَبَ. (رواہ أبو داود والترمذی، وقال: حدیث حسن)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت مرثد بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن ہُبیرہ رضی اللہ عنہ جب جنازہ کی نماز پڑھاتے اور لوگ کم نظر آتے تو ان کے تین حصے بنالیتے تھے اور فرماتے تھے کہ: نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جس آدمی پر تین صفوں نے نمازِ جنازہ پڑھی، تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔

افادات:–شرّاح نے لکھا ہے کہ اگر صرف سات آدمی ہیں ، تو ایک آدمی امام بنے، پہلی صف میں تین آدمی ،دوسری صف میں دو، اور تیسری صف میں ایک آدمی کھڑا ہو جائے۔اس طرح سات آدمیوں سے بھی تین صفیں پوری ہو جائیں گی، اوراگر زیادہ ہوں تو پھر کوئی مسئلہ ہی نہیں۔بہر حال !تین صفوں پر بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

نمازجناہ کی دعائیں :

اب کیا دعائیں پڑھی جائیں ؟تو ایک دعا تو وہی ہے جو بالغ مرد و عورت کے لئے پڑھی جاتی ہے:

أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا، وشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرنَا وَ كَبِيرنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الإِيمَان،"

اور بھی دعائیں ہیں جو آگے آ رہی ہیں۔

حدیث ۹۳۵:-

عن أَبِي عبد الرحمان عوف بن مالك رضی اللہ عنہ قَالَ: صَلَّى رسول الله (ﷺ) عَلَى جَنَازَةٍ، فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَالبَرَدِ،وَنَقِّهِ مِن الخَطَايَا كَمَا نَقَّيتَ الثَّوبَ الأَبيَضَ مِنَ الدَّنَسِ،وَأَبدِلهُ دَارًا خَيرًا مِن دَارِهِ،وَأَهلاً خَيرًا مِن أَهلِهِ، وَزَوجًا خَيرًا مِن زَوجِهِ، وَأَدخِلهُ الجَنَّةَ، وَأَعِذهُ مِن عَذَابِ القَبرِ،وَمِن عَذَابِ النَّارِ " حَتَّى تَمَنَّيتُ أَن أَكُونَ أَنَا ذَلِكَ المَيِّتَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:–حضرت ابوعبد الرحمن عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی، اس نماز میں نبیٔ کریم (ﷺ) نے جو دعا فرمائی وہ میں نے یاد کرلی۔نبیٔ کریم (ﷺ) یہ دعا پڑھ رہے تھے:**ترجمہ:**–یا اللہ !تو اس کے گناہوں کو معاف فرما، اور اس پر رحم فرما، اس کو عافیت عطا فرما، اس سے در گذر فرما، میزبانی میں اس کا اکرام فرما، اس کی قبر کو کشادہ فرما،اس کے گناہوں کو پانی سے اور برف سے اور اُولوں سے دھودے۔اس کو گناہوں سے بالکل پاک کردے، جیسے: سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک صاف کیا جاتا ہے، یہاں اس کا جو گھر تھا اس کے بدلہ میں اس سے اچھا گھر اس کو عطا فرما،اس کے گھر والوں سے اچھے گھر والے دے،اس کی بیوی سے اچھی بیوی دے، اس کو جنت میں داخل کردے اور اس کو عذابِ قبر اور جہنم سے بچائے رکھیو۔حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (جو اس روایت کے نقل کرنے والے ہیں)فرماتے ہیں کہ(جب نبیٔ کریم (ﷺ) کی یہ دعا میں نے سنی تو)میں دل میں تمنا کرنے لگا: کاش!اس میت کی جگہ پر میری میت ہوتی(تاکہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی یہ دعائیں مجھے نصیب ہوتیں)

افادات:–" وَأَكرِم نُزُلَهُ "کوئی مہمان جب کسی کے یہاں جاتا ہے تو شروع میں اس کے سامنے بطور اکرام کے جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس کو "نُزُل" کہتے ہیں ، گویا یہ عالَمِ برزخ میں پہنچا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا جائے۔

"وَوَسِّع مُدخَلَهُ" "مُدخَل" یعنی داخل ہونے کی جگہ، اس سے قبر مراد ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گنہگار کو چین نصیب نہیں ہوتا:

"وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ" علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھاہے کہ: پانی کے ساتھ "اَلثَّلْجِ" برف، اور "اَلْبَرَدِ" اولوں کا تذکرہ کیا ہے، حالاں کہ کسی بھی گندگی اور میل کچیل کو دور کرنے کے لئے صرف پانی کافی ہے، لیکن گویا یہاں یہ بتلایا گیا ہے کہ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بارش کے ساتھ آسمان سے جو اُولے گرتے ہیں ان کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ آدمی جب گناہ کرتا ہے تو جہاں اس کے قلب کے اندر گندگی پیدا ہوتی ہے، وہیں ایک طرح کی حرارت اور گناہ کی گرمی بھی پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے گنہگار کو بے چینی ہوتی ہے، گنہگار کو کبھی چین اور سکون نصیب نہیں ہوتا، جب تک وہ توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کرلے وہاں تک یہ کیفیت دور نہیں ہوتی، اور وہی اس کو بے چین کئے رہتی ہے۔ تو یہاں برف اور اُولوں کا تذکرہ کیا، گویا گناہوں کے نتیجہ میں جو حرارت اور بے چینی پیدا ہوتی وہ بھی اللہ تعالیٰ دور کردے۔

پہلی دعا کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھ لی جائے، اور اُس دعا کو چھوڑ کر صرف یہ دعا بھی پڑھ سکتے ہیں، اور دونوں دعائیں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دیگر مختلف دعائیں:

حدیث ۹۳۶:-

وعن أبي هريرة وأبي قتادة وأبي إبراهيم الأشهلي، عن أبيه -وأبوه صحابيٌّ- رضى الله عنهم -عن النبيِّ (صلى الله عليه وسلم): أنَّهُ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ، فَقَالَ: أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، وشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الإِيمَان، اللَّهُمَّ لاَ تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلاَ تَفْتِنَّا بَعْدَهُ.

(رواه الترمذی من رواية أبي هريرة والأشهلي. ورواه أبو داود من رواية أبي هريرة وأبي قتادة. قَالَ الحاكم: ((حديث أبي هريرة صحيح عَلَى شرط البخاری ومسلم))، قَالَ الترمذی: ((قَالَ البخاری: أصَحُّ رواياتِ هَذَا الحديث رواية الأشْهَلِيِّ، قَالَ البخاری: وأصح شيء في هَذَا الباب حديث عَوْفِ ابن مَالِكٍ))

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ، حضرت ابو قتادہ اورابوابراہیم اشہلی اپنے والد سے جو صحابی تھے -رضی اللہ عنہم- نقل کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اورآپ نے یہ دعافرمائی: اے اللہ! تو مغفرت فرمادے ہمارے زندوں کی، اور معاف فرمادے ہمارے مردوں کے گناہوں کو۔ ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کے گناہوں کو۔ ہمارے مَردوں اور عورتوں کے گناہوں کو۔ اور ہمارے جو موجود ہیں ان کو اور جو موجود نہیں ہیں ان کو۔ اے اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھیو۔ اور ہم میں سے جس کو موت دے اس کو ایمان پر موت عطا فرمائیو۔ اے اللہ! اس کے مرنے پر ہم جو صبر کریں اس کے اجر و ثواب سے ہمیں محروم نہ کیجیو، اور اس کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈالیو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–جتنے بھی ظاہری اعمال ہیں : نماز، روزہ ،حج وغیرہ ان پر اسلام کا اطلاق ہوتا ہے،اور زندگی میں یہ سارے اعمال انجام دیئے جاتے ہیں،اس لیے زندگی کے ساتھ لفظِ اسلام کو جوڑا۔ اور موت کے وقت اعمال کرنے کا وقت باقی نہیں رہتا، ایمان ایسی چیز ہے جس کا تعلق دل کے یقین سے ہے،اس لیے یہاں ایمان کا تذکرہ کیا۔اور اللہ کے مقبول بندے جب دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو اس کے بعد ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں جو لوگوں کے لیے باعثِ فتنہ ہوتے ہیں ،اس لیے اس دعا میں اس کو بھی شریک کر لیا ہے کہ اس کے بعد فتنہ میں مبتلانہ کرنا۔

حدیث ۹۳۷:-

وعن أَبِي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ رسول الله (ﷺ) يقول:إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى المَيِّتِ ، فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعاءَ.(رواہ أبو داود)

ترجمہ:–حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب تم میت کے اوپر نماز جنازہ پڑھو؛ تو سچے دل سے اس کے لئے دعا کرو (اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمالیتے ہیں)

حدیث ۹۳۸:-

وعنه عن النبيِّ (ﷺ) فی الصَّلاَةِ عَلَى الجَنَازَةِ : اَللَّهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا ، وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا ، وَأنتَ هَدَيْتَهَا للإِسْلاَمِ ، وَأَنتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلاَنِيَتِهَا ، وَقَدْ جِئنَاكَ شُفَعَاءَ لَهُ ، فَاغْفِرْ لَهُ.(رواہ أبو داود)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنازہ کی نماز میں یہ دعا بھی پڑھی: اے اللہ! اس میت کا تو ہی رب اور پروردگار ہے، تو نے ہی اس کو پیدا کیا، اور تو نے ہی اس کو اسلام کی ہدایت عطا فرمائی، تو نے ہی اس کی روح کو قبض کیا، تو اس کے چھپے اور کھلے گناہوں کو بخوبی جانتا ہے۔ اے اللہ! ہم تیرے حضور میں اس کی سفارش کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں؛ لہٰذا تو اس کے گناہوں کو معاف کر دے۔

حدیث ۹۳۹:-

وعن وَاثِلَة بنِ الأَسْقَعِ رضی اللہ عنہ **قَالَ: صَلَّى بِنَا رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: أللّٰهُمَّ إِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَعَذَابَ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ؛ اللَّهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.** (رواه أبو داود)

ترجمہ:- حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم کو ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھائی، تو میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! فلاں بن فلاں (یہاں مرنے والے کا نام لیا) تیرے حضور میں آیا ہے، ہم نے اسے تیرے عہد و پیمان میں دیا، اور ہم اسے تیرے حوالہ کرتے ہیں، لہٰذا تو اس کی قبر کے فتنہ اور جہنم کے عذاب سے حفاظت فرمائیو۔ اے اللہ! تو وعدہ کو پورا کرنے والا اور تعریف کے لائق ہے۔ اے اللہ! تو اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما، بیشک تو ہی معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۹۴۰:-

وعن عبدِ اللهِ بنِ أبي أَوْفى رضی اللہ عنہما : أَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةِ ابْنَةٍ لَهُ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُو، ثُمَّ قَالَ: كَانَ رسول اللهِ (ﷺ) يَصْنَعُ هكَذَا.

وفي رواية : كَبَّرَ أَرْبَعاً فَمَكَثَ سَاعَةً حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُكَبِّرُ خَمساً ، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهُ: مَا هَذَا ؟ فَقَالَ: إِنِّي لاَ أَزِيدُكُمْ عَلَى مَا رأيتُ رسولَ اللهِ (ﷺ) يَصْنَعُ، أَوْ: هكَذَا صَنَعَ رسول الله (ﷺ) . (رواه الحاكم، وقال: حديث صحيح)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن اَبی اَوفیٰ رضی اللہ عنہما نے اپنی ایک بیٹی کے جنازہ پر جو نماز پڑھائی اس میں چار تکبیریں کہیں ، چوتھی تکبیر میں اتنی دیر کھڑے رہے جتنی دو تکبیروں کے درمیان میں کھڑے رہتے ہیں اور اس میں میت کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے ،پھر فرمایا: نبی کریم (ﷺ) اسی طرح کرتے تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر ٹھہرے کہ ہمیں یہ خیال ہوا کہ پانچویں تکبیر کہیں گے، لیکن پھر بغیر تکبیر کہے ہی سلام پھیر دیا۔جب پیچھے مڑے تو ہم نے کہا: یہ کیا کیا؟ (یعنی چوتھی تکبیر کے بعد اتنا زیادہ توقف کیوں کیا؟) تو اس پر فرمایا: میں نے کچھ زیادہ نہیں کیا، بلکہ جتنا نبی کریم (ﷺ) کو کرتے ہوئے دیکھا ؛ ویسا ہی کیا۔

افادات:- اس سے یہ بتانا ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد بھی دعا کر سکتے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب الاسراع بالجنازۃ

جنازہ کو جلدی لے جانا

حدیث ۹۴۱:-

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبيِّ (ﷺ) قَالَ: أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً، فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ تَكُ سِوَى ذَلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ.

وفي روايةٍ لمسلمٍ: ((فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا عَلَيْهِ)). (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جنازہ کو جلدی سے لے چلو۔ اگر وہ نیک ہے تو ایک بھلائی کی چیز ہے جس کی طرف تم اس کو بڑھا رہے ہو، اور اگر وہ برا ہے تو ایک برائی ہے جس کو تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

افادات:- جنازہ کو جلدی سے جلدی لے جانے کا حکم ہے، لیکن اتنی جلدی نہیں ہونی چاہیے کہ میت ہلنے لگے، بلکہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایسی تیزی ہو کہ میت پُر سکون رہے۔

اگر وہ نیک ہے تو اس کی نیکی کا بدلہ دلوانے کے لئے جلدی پہنچانا چاہیے۔ اور اگر وہ برا ہے تو پھر کیوں برائی کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے رکھتے ہو، جتنا جلدی نیچے اتارو، اتنا اچھا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۹۴۲:-

وعن أبي سعيد الخدری رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النبی (ﷺ) يقُولُ: إِذَا وُضِعَتِ الجَنَازَةُ، فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أعنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً، قالت: قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ لأَهْلِهَا: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلاَّ الإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ الإِنسَانُ لَصَعِقَ. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب جنازہ لے جانے کے لئے رکھا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتا ہے تو وہ اپنے اٹھانے والوں سے کہتا ہے: مجھے جلدی سے آگے بڑھاؤ۔ اور اگر وہ نیک نہیں ہوتا تو اٹھانے والوں سے کہتا ہے: ہائے افسوس! تم مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ اس کی یہ پکار سوائے انسان کے ہر کوئی سنتا ہے۔ اگر انسان سن لے تو بیہوش ہو کر گر پڑے۔

افادات:- ایمان بالغیب کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو چیزیں ہمارے سامنے نہیں ہیں، محض نبی کریم (ﷺ) کے ارشاد پر ہم ان کو مانتے ہیں، ورنہ پھر ایمان بالغیب نہیں رہے گا۔ پھر بھی کبھی کبھی اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت کے واسطے کچھ چیزیں ظاہر کر دیتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بابُ تعجيل قضاء الدَّين عن الميت والمبادرة إِلَى تجهيزه إلا أن يموت فجأة فيترك حَتَّى يُتَيَقَّنَ مَوْتُه

میت کے قرض کی ادائیگی

اور

اس کی تیاری میں جلدی کا اہتمام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میت کے قرض کی ادائیگی کا اہتمام

بیماری اور موت سے متعلق احکامات کی تفصیل چل رہی ہے،اس سلسلہ میں عنوان قائم کیاہے:مرنے والے کے دَیْن یعنی قرض کی ادائیگی میں جلدی کی جائے۔یعنی جس آدمی کا انتقال ہوگیا اس پر لوگوں کے جو حقوق ہیں ، چاہے مالی ہوں یا جانی؛ ان کی ادائیگی اور معاف کرانے کے معاملہ میں عجلت سے کام لیا جائے۔بلکہ اکابر کے یہاں تو دستور رہا ہے کہ دفن کرنے سے پہلے ہی اس کی ادائیگی اور مطالبات کی معافی کا اہتمام کیاکرتے تھے۔ویسے شرعی طور پر بھی دُیون کی ادائیگی کو مقدم رکھا گیا ہے۔

وراثت کی تقسیم کے احکام... پہلا حق:

جہاں وراثت کی تقسیم کے احکام بیان کیے ہیں وہاں مرنے والا جو مال چھوڑکر جاتا ہے، اس میں فقہاء نے بالترتیب چار چیزیں لکھی ہیں :-

ا :- اس کے چھوڑے ہوئےمال میں پہلا حق یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کی تجہیز وتکفین درمیانی طریقہ سے بغیر فضول خرچی اور بغیر بخل کے سنت کے مطابق کی جائے۔یعنی اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے غسل کا انتظام کیا جائے، کفن کا انتظام کیا جائے، جہاں بغیر پیسوں کے زمین میسر نہیں ہوتی وہاں پر قبر کے لیے اگر زمین خریدنا ضروری ہو تو وہ خریدی جائے؛ یہ تجہیز و تکفین کہلاتی ہے۔

اب چھوڑے ہوئے مال سے مراد فقط نقد پیسے نہیں ہیں ، بلکہ جو کچھ بھی اس نے چھوڑا ہے، جیسے: مکان، دوکان، زمین، زیورات، مکان کا سامان وغیرہ، اور لوگوں سے جو قرضے وصول کرنے ہیں، ان سب کو ''ترکہ'' کہتے ہیں۔ ''مَاتَرَکَهُ الْمَيِّتُ'' مرنے والا موت کے وقت جتنی بھی چیزیں مال کے قبیل سے چھوڑ کر جائے؛ وہ ''ترکہ'' ہے۔

بعض غلط رواج:

بعض چیزیں وہ ہیں جن کو لوگوں نے کفن کا حصہ سمجھ لیا ہے، لیکن شرعی طور پر وہ اس میں داخل نہیں ہیں ، مثلاً: نہلانے کے لیے نیا برتن لانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالاں کہ یہ صحیح نہیں ہے، جو برتن موجود ہے اسی کو استعمال کیا جائے۔ یا بعض مرتبہ اس کے مرنے کے بعد تیجہ کیا جاتا ہے، اور زیارت کے نام سے جو کھانا کھلایا جاتا ہے، وہ بھی مرنے والے کے مال میں سے کیا جاتا ہے؛ یہ بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ اگر ورثاء میں نابالغ موجود ہیں تو ان کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں کیا گیا ہے، اور اس صورت میں اگر اس مال میں سے کھانا پکایا گیا ہے تو فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے، اور ویسے بھی وہ تو بدعت ہے۔ یا بعض جگہ پر امام صاحب کے مصلّے کا رواج ہے کہ کفن کے علاوہ زائد کپڑا لایا جاتا ہے جو نماز پڑھانے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

والے کے لیے مصلّے کے طور پر بچھایا جاتا ہے، اور وہ کپڑا پھر امام صاحب ہی کو دے دیا جاتا ہے؛ یہ بھی اس میں داخل نہیں ہے۔

بہر حال! سنت کے مطابق جو کفن ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرد کے لیے تین اور عورتوں کے لیے پانچ، درمیانی قسم کے ایسے کپڑے خریدے جائیں جو وہ اپنی زندگی میں پہنتا تھا، اور غسل کے لیے پانی اور پانی گرم کرنے وغیرہ کا سارا خرچہ اس میں سے دیا جائے گا۔

دوسرا حق:

۲:- نمبر دو پر یہ ہے کہ اس کے قرضہ کو ادا کیا جائے، جب تک اس کے مال میں سے اس کے تمام قرضے ادا نہیں کئے جائیں گے وہاں تک اس کے ورثاء کو اس کے مال میں سے ایک پائی بھی لینا جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ اس کا قرضہ ادا نہ کیا جائے وہاں تک ورثاء کا حق لگتا ہی نہیں ہے۔

ہمارے معاشرہ وسماج میں عام طور پر رواج یہ ہے کہ ورثاء مال لے کر بیٹھ جاتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس کا قرضہ ادا کرنا ہے، تو کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے، ادا کردیں گے۔ حالاں کہ قرض خواہوں کو حق ہے کہ اس کی زمین ومکان اور جو کچھ ہے اس کو بیچ کر کے بھی اپنا قرضہ وصول کریں، ان کی رضامندی کے بغیر ورثاء کا مکان ودوکان اور مال لے کر بیٹھ جانا شرعاً درست نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس نے جتنی بھی چیزیں چھوڑی ہیں ان میں سے پہلے اس کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قرضہ ادا کرو، اگر وہ اتنا مال چھوڑ کر مرا ہے اس کے باوجود ورثاء ادا نہیں کریں گے؛ تو ورثاء ذمہ دار ہیں اور وہ حق مارنے والے کہلائیں گے۔اس باب میں اسی کو بتاتے ہیں کہ مرنے والے کی طرف سے اس کا قرضہ اور اس کے اوپر جو مطالبے ہیں ان کو ادا کرنے میں جلدی کی جائے۔

چناں چہ آپ (ﷺ) کے یہاں یہ معمول تھا کہ جب کوئی جنازہ لایا جاتا تھا تو دریافت فرماتے تھے کہ اس کے اوپر کوئی قرضہ ہے؟ اگر بتلایا جاتا کہ ہے،تو آپ (ﷺ) دریافت فرماتے کہ اس کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے؟ اگر بتلایا جاتا کہ جی ہاں ! چھوڑا ہے،تب تو حضور اکرم (ﷺ) اس کی نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔ اور اگر جواب میں یہ بتلایا جاتا کہ قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال نہیں چھوڑا ہے تو نبی کریم (ﷺ) فرماتے تھے کہ تم لوگ نماز پڑھ لو۔اس کی نماز جنازہ آپ (ﷺ) ادا نہیں فرماتے۔ لیکن یہ معمول شروع زمانہ میں تھا، بعد میں جب فتوحات کا سلسلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (ﷺ) کو بھی مال کی فراوانی عطا فرمائی تو اگر کوئی ایسا ہوتا جس نے قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال نہ چھوڑا ہوتا،تو نبی کریم (ﷺ) اپنی طرف سے اس کا قرضہ ادا فرماتے اور نماز ادا فرماتے تھے۔یا بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دیکھتے کہ یہ آدمی اپنے قرضہ کی وجہ سے نبی کریم (ﷺ) کی نماز سے محروم ہو رہا ہے، تو مجمع میں سے کوئی کہتا کہ اللہ کے رسول!میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں ؛تب نبی کریم (ﷺ) اس کی نماز پڑھاتے تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ کتنی اہم چیز ہے کہ اس قرضہ کی وجہ سے جس کی ادائیگی کے لیے اس نے مال نہ چھوڑا ہوتا تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ بڑی اہم چیز ہے، لیکن ہمارے سماج میں اس کی طرف سے بڑی غفلت ولاپرواہی برتی جاتی ہے۔

آج کل لوگوں کا مزاج ایسا بن گیا ہے کہ مال ہوتا ہے، پھر بھی قرضہ ادا نہیں کرتے۔ پیسوں کے ہوتے ہوئے قرضوں کی ادائیگی میں تاخیر شرعاً پسندیدہ نہیں ہے ، اگر قرضہ کی ادائیگی کے لئے پیسے ہیں؛ تو اولین وہلہ میں قرضہ ادا کرو۔ ہوتا یہ ہے کہ پیسے ہیں اور ان کو غیر ضروری کاموں میں خرچ کرتے ہیں ،لوگوں کی بڑی بڑی دعوتیں ہو رہی ہیں اور قرضہ ادا کرنے کی فکر نہیں۔ ایسے آدمی کی دعوت کھانے کو بھی فقہاء نے مکروہ لکھا ہے کہ اگر کسی کے اوپر قرضہ ہے وہ ادا نہیں کرتا اور دعوتیں کر رہا ہے تو اس کی دعوت میں شریک نہ ہوا جائے۔

ارواحِ ثلاثہ میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضرت نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ہیں ، حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی تھے، ایک مرتبہ انہوں نے دعوت کی، تو حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا کہ مَیں تمہاری دعوت میں نہیں آؤں گا۔ نواب صاحب بھی بڑے بزرگ اور اللہ کے مقبول بندے تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ دیکھیے! مَیں نے آپ کی دعوت کی، تو آپ نے قبول فرمالی، لیکن انہوں نے قبول نہیں کی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: بھائی مظفر حسین! کیا بات ہے؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیا تمھیں تقویٰ کا ہیضہ ہو گیا ہے؟ کیا تمھیں نواب صاحب کی کمائی میں کوئی شبہ ہے؟ کیوں ان کی دعوت میں نہیں جاتے؟ مفتی صاحب نے فرمایا: نہیں حضرت! ان کی کمائی میں بالکل شبہ نہیں ہے، لیکن وہ مقروض ہیں، اور ہیں تو نواب؛ اگر چہ بگڑے ہوئے ہیں (مطلب یہ کہ دیندار بن گئے ہیں اور سدھر گئے ہیں، لیکن دنیادار لوگ ان کو بگڑا ہوا کہتے ہیں) جب نواب ہیں تو دعوت میں تکلّفات کریں گے، تو اتنا پیسہ جو وہ دعوت میں لگا رہے ہیں اگر وہ قرضہ ادا کرنے میں لگائیں؛ تو یہ زیادہ ضروری ہے۔ یہ سن کر شاہ صاحب نے فرمایا: ہاں بھائی! بات تو ٹھیک ہے، مَیں بھی نہیں جاؤں گا۔ کہاں تو ڈانٹ رہے تھے، اور اب خود ہی جانے سے انکار کر دیا۔

تو مَیں تو یہ مسئلہ بتلانا چاہتا ہوں کہ آج کل لوگوں کا مزاج بن گیا ہے کہ لوگوں کے قرضہ باقی ہیں، بے چارہ قرض خواہ پریشان ہے، اس کا مطالبہ ہے اور اس سے وعدے ہو رہے ہیں۔

دَین اور قرض میں فرق:

ویسے شریعت کی اصطلاح میں دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ ایک ”دَین“ کہلاتا ہے اور دوسرا ”قرض“ کہلاتا ہے، قرض بھی دَین ہی کی ایک قسم ہے۔ لیکن قرض کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کسی کے پاس سے نقد رقم لی، تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس نے آپ کو ایک سال کی بھی مہلت دی ہو کہ ایک سال کے بعد ادا کرنا، لیکن وہ دوسرے دن آ کر یوں کہے کہ میرے پیسے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دیدو؛تو دینے پڑیں گے۔مسئلہ یہی ہے۔قرض میں قرض خواہ نے آپ کو جو مہلت دی گئی ہے، اس مہلت سے پہلے بھی اگر وہ مطالبہ کرنا چاہے؛تو اس کو شرعاً حق ہے۔

ہاں!اگر آپ نے کسی سے کوئی مال خریدا، اور اس میں وعدہ کیا کہ میں اس کی قیمت دو مہینہ بعد ادا کروں گا، تو دو مہینہ سے پہلے اس کو مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے۔اگر وہ وقت سے پہلے مطالبہ کرے تو آپ انکار کرسکتے ہیں کہ میں ابھی نہیں دوں گا،دو مہینہ کے بعد دوں گا۔لیکن اگر نقد رقم لی ہے اور اس میں چاہے دو مہینہ کا وعدہ ہو،لیکن اگر دو دن کے بعد آکر مانگے تو مسئلہ کی رو سے وہ مانگ سکتا ہے۔

مقروض کو جنت میں داخلہ نہیں ملتا:

لیکن عام طور پر ہمارے یہاں نقد رقموں کے قرضوں کی ہی باتیں چلتی ہیں کہ لوگوں سے قرضے لیے ہوئے ہیں اور ان سے وعدے بھی کئے ہوئے ہیں،اور بیچارے قرض خواہ وعدے کے مطابق صبر بھی کرتے ہیں ، اور جب وعدہ کا وقت آتا ہے تو وہ بیچارہ پہلے تو ایک مدت تک انتظار میں رہتا ہے کہ اب آئے گا، آج آئے گا، ایک دو مہینے تو ایسے ہی گزر جاتے ہیں ،جب وہ نہیں آتا تو تب قرض خواہ بیچارہ ڈرتے ڈرتے اس کے پاس جاتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے،تب بھی نہیں دیتا اور بڑے دھڑلّے سے جواب دیتا ہے کہ دیں گے، کھا نہیں گئے! اور دوسری طرف منگنی کی دعوتیں ہو رہی ہیں اور بیٹیوں کی شادی بیاہ میں لین دین وغیرہ کی فضول خرچیاں ہو رہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں، اور دوستوں کے ساتھ سیر و تفریح پر جارہے ہیں، لیکن قرضہ ادا نہیں ہو رہا ہے۔ جب آپ نے اپنی زندگی میں ادا نہیں کیا تو آپ کے مرنے کے بعد اولاد کیا ادا کرے گی؟ اور یاد رکھیے کہ اگر اسی طرح قرضہ چھوڑ کر جائیں گے تو جب تک یہ قرضہ باقی رہے گا اس کے لیے حضور اکرم (ﷺ) کی طرف سے یہ وعید سنائی گئی کہ اسے جنت میں داخلہ نہیں ملتا۔

مدیون شہید:

ایک آدمی اللہ کے راستہ میں شہید ہوا، تو شہادت کے متعلق حدیثِ پاک میں یہ فضیلت آئی ہے کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں؛ سوائے دَین کے۔ اگر دَین ہے تو اس کی روح کو بھی جنت سے روک دیا جاتا ہے، اس کو داخلہ نہیں ملتا۔ اتنی سخت وعید ہے۔

اس لیے بھائیو! اپنی زندگی میں اپنے قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام کرلو۔ یہ نہ سمجھو کہ ہمارے مرنے کے بعد ورثاء ادا کردیں گے۔ جب آپ کے پاس مال موجود ہے تو اس کو خرچ کرڈالو۔ اگر کوئی پلاٹ ہے تو بیچ ڈالو اور قرضہ ادا کردو۔ آپ کے مرنے کے بعد ورثاء یہ پلاٹ تقسیم کرکے بیٹھ جائیں گے، کوئی بھی آپ کا قرضہ ادا کرنے کی فکر نہیں کرے گا، اگرچہ ان کی ذمہ داری ہے، لیکن اس کے باوجود پہلے ذمہ داری تو آپ ہی کی ہے۔ اس لیے قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام ہونا چاہیے اور قرضوں کی ادائیگی میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ اس پر بڑی سخت وعیدیں ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رات کا غم، دن کی شرم:

اور ویسے بھی بلا ضرورت قرض لینے کو شریعت نے پسند نہیں کیا ہے۔ آج کل ایک مزاج یہ بھی بنتا جارہا ہے کہ کوئی ضرورت نہیں ہوتی پھر بھی بلا وجہ قرضے لئے جارہے ہیں۔ حالاں کہ یہ بھی صحیح بات نہیں ہے۔ حضراتِ محدثین تو حدیث کی کتابوں میں قرضہ لینا جائز ہونا بتلانے کے لیے باقاعدہ باب قائم کرتے ہیں، کیوں کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے جواز میں شبہ ہو سکتا تھا، تو محدثین باب قائم کرکے بتادیتے ہیں کہ ضرورت کے وقت لے سکتے ہیں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: قرضہ رات کا غم اور دن کی شرم ہے (رواہ الدیلمی عن عائشۃ مرفوعا. السلسلۃ الضعیفۃ للالبانی. وقال: ضعیفٌ جداً) قرضہ کی وجہ سے آدمی مارے شرم کے دن میں گھر سے نہیں نکلتا اور غم کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آتی۔

تو میں یہ بتلا رہا تھا کہ مرنے والے نے جو مال چھوڑا ہے اس میں وارثوں کا حق لگتا ہی نہیں جب تک کہ قرضہ ادا نہ کیا جائے، اس لیے مرنے والے کے قرضہ کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے۔ اب مان لیجیے کہ اس کا قرضہ پندرہ لاکھ ہے اور مرنے والے نے جو بنگلہ اور زمین وغیرہ چھوڑی ہے، وہ سب ملا کر کل بارہ لاکھ ہوتے ہیں، تو اس بنگلے وغیرہ میں کسی بھی وارث کا کوئی حق نہیں لگے گا، بلکہ سب رقم قرضہ کی ادائیگی میں دیدی جائے گی۔ اب ہمارے یہاں ایسا نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر ورثاء قرض خواہوں کو راضی کرلیں، ان سے بات کریں کہ: بھائی! ہم اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مکان میں رہتے ہیں ،یہ ہمارے پاس رہنے دیا جائے،اور ہم آپ کا قرضہ اتنی مدت میں ادا کردیں گے،اور قرض خواہ منظور کرلیں ؛تب تو گنجائش ہے۔لیکن ان کی منظوری اور ان کو راضی کئے بغیر اس میں رہنا درست نہیں ہے،یہ ان کا حق ہے۔اگر اسلامی حکومت ہو تو قاضی کے یہاں باقاعدہ دعویٰ کرکے اس گھر کو خالی کروا کر قرض خواہ اپنا قرضہ وصول کرسکتے ہیں۔

تیسرا حق

۳:- میت نے جو وصیت کی اگر وہ شریعت کے مطابق ہو۔مطلب یہ ہے کہ ① تہائی مال یا اس سے کم کی ہو،② کسی جائز چیز کی وصیت کی ہو،③ وارث کے حق میں وصیت نہ کی ہو؛ان تین شرطوں کے ساتھ جو وصیت کی گئی ہو وہ پوری کی جائے۔

چوتھا حق

۴:- اس کے بعد ہر ایک وارث کا جو حصہ شریعت نے رکھا ہے اس کے مطابق وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے۔گویا وارثوں کا حق چوتھے نمبر پر آتا ہے اور ہمارے سماج میں وہ پہلے ہی لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خلاصۂ کلام

تو اس باب میں ایک بات تو یہ بتائی گئی کہ میت کی طرف سے قرضہ کی ادائیگی کا خاص اہتمام کیا جائے۔ اور دوسری بات یہ بتلائی کہ مرنے والے کی موت کے فوراً بعد اس کو تیار کرنے میں جلدی کی جائے یعنی غسل دے کر جلدی سے جلدی کفن پہنایا جائے، قبر کھود کر دفن کرنے میں جلدی کی جائے، بلاوجہ دیر نہ کی جائے۔

البتہ اچانک موت آجائے تو جب تک موت کا یقین نہ ہو وہاں تک غسل نہ دیا جائے۔ طبیب اور ڈاکٹروں سے معلوم کر کے یہ یقین حاصل کر لینا تو ضروری ہے کہ انتقال ہو گیا ہے، جب موت کا یقین ہو جائے تو پھر اس کی تجہیز و تکفین میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ موت کا یقین ضروری ہے کیوں کہ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں آدمی بے ہوش پڑا ہوتا ہے، جیسے: ایک بیماری سکتہ (Coma) ہوتی ہے، اگر کسی کو سکتہ (Coma) طاری ہو جاتا ہے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے انتقال ہو گیا ہو، جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوتی، اور بعض مرتبہ لوگ مردہ سمجھ کر غسل دے کر دفن کر دیتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مردہ سمجھ کر دفن کردیئے گئے مفسّر:

فوائدالفواد میں شیخ نظام الدین بُستی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھاہے،بہت بڑے عالم تھے، ایک مرتبہ بیمار ہوئے،ان پر سکتہ طاری ہوا، لوگوں نے مردہ سمجھ کر غسل دے کر دفن کردیا۔ قبر میں ان کو ہوش آیااور محسوس کیاکہ مجھےلوگوں نے قبرمیں رکھ دیاہے،ایک دم مضطرِب و پریشان ہوئے کہ اب کیاکروں۔ان کویادآیاکہ چالیس مرتبہ سورۂ یٰس پڑھنےسے پریشانی اور اضطراب دور ہوتاہے،توانہوں نے سورۂ یٰس پڑھنی شروع کی، انتالیسویں مرتبہ جب پڑھ رہے تھے تودیکھاکہ کوئی قبرکھود رہاہے،توانہوں نے پڑھنا جاری ہی رکھا،لیکن آواز پست کردی، اور چالیسویں مرتبہ آہستہ پڑھا،تاکہ وہ آواز سن کربھاگ نہ جائے۔دراصل ایک کفن چور آیا اور اس نے قبرکھودنی شروع کی،یہاں تک کہ جب قبرکھل گئی تووہ اپنےکفن کے ساتھ باہرنکل آئے،س کفن چور نے جب دیکھاکہ مردہ بیٹھ گیاتومارے ہیبت کے وہ مرگیا۔ دن کاوقت تھا انہوں نےسوچاکہ اگر میں اسی وقت بستی میں جاؤں گاتولوگ مجھےدیکھ کروحشت زدہ ہوں گے،اس لیے قبرستان ہی میں ٹھہرےرہے،جب رات ہوئی تو محلے میں سے اپنےنام کی آواز دیتے ہوئےگزرے کہ مَیں فلاں ہوں ،مجھےمردہ سمجھ کرلوگوں نے دفن کردیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے قبرسے نکلوایا۔اس طرح اعلان کرتے ہوئے اپنے گھرپہنچے۔اس کے بعدتو اتنا زندہ رہے کہ قرآن پاک کی ایک تفسیر لکھی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نمازِ جنازہ میں بلاوجہ تاخیر نہ ہو:

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ اتنا یقین کر لینا چاہیے کہ موت ہو چکی ہے یا نہیں، تا کہ غلط فہمی میں کہیں مردہ سمجھ کر دفن نہ کر دیا جائے۔اور جب موت کا یقین ہو جائے تو تجہیز و تکفین میں دیر نہیں کرنی چاہیے،بس!صرف اتنی مہلت دی جائے کہ غسل دے کر اس کو تیار کر دیا جائے ادھر قبر تیار ہو جائے۔اور گزشتہ مجلس میں بھی بتلا چکا ہوں کہ اگر کسی کا انتقال جمعہ کے دن صبح ہو گیا اور قبر وغیرہ کا انتظام بھی ہو چکا،تو پھر محض اس لیے جمعہ کی نماز تک مؤخر نہ کیا جائے کہ جمعہ کے اندر لوگ زیادہ آتے ہیں تو جنازہ کی نماز میں بھی لوگ زیادہ ہو جائیں گے۔اس کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

مؤمن کی جان اپنے قرضہ میں لٹکی رہتی ہے:

حدیث ۹۴۳:-

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی (ﷺ) قال:نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ.(رواہ الترمذی،وقال: حدیث حسن)

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: مؤمن کی جان اپنے قرضہ میں لٹکی اور رُکی رہتی ہے،یہاں تک کہ اس کی طرف سے ادائیگی کر دی جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-دوسری حدیثوں میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اس کو جنت میں داخلہ نہیں ملتا، جب تک کہ اس کا دَین ادا نہ کر دیا جائے۔اس لیے دَین کی ادائیگی میں تاخیر نہ کی جائے، مرنے والے کو دفن کرنے سے پہلے یہ سب صاف کر لیا جائے۔

ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: میرے والد صاحب کا جب انتقال ہوا اور نماز کے واسطہ جنازہ لایا گیا، تو نماز سے پہلے میں نے دو تین مرتبہ اعلان کیا کہ: اگر میرے والد صاحب پر کسی کا کوئی مطالبہ ہو تو وہ کہے؛ میں ابھی ادا کر دوں۔ جب کہا گیا کہ کسی کا کوئی مطالبہ نہیں ہے تب حضرت نے نماز پڑھائی۔ہمارے اکابر کے یہاں اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے

مسلمان کی لاش کے لیے مناسب نہیں ہے کہ...:

حدیث ۹۴۴:-

وعن حُصَيْنِ بن وَحْوَحٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ بن عَازِبٍ رضی اللہ عنہما مَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ (ﷺ) يَعُودُهُ، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ الْمَوْتُ، فَآذِنُونِي بِهِ، وَعَجِّلُوا بِهِ، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ. (رواه أبو داود)

ترجمہ:-حضرت حُصَیْن بن وَحْوَح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے تو نبی کریم (ﷺ) ان کی خبر گیری کے لیے تشریف لے گئے۔ان کو دیکھ کر فرمایا: مَیں محسوس کر رہا ہوں کہ طلحہ کے اندر موت کے آثار نمودار ہو چکے ہیں (یعنی اب وہ زندہ نہیں رہیں گے) جب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان کا انتقال ہو جائے تو مجھ کو اطلاع دینا ،اور ان کو دفن کرنے میں جلدی کرنا،اس لیے کہ مسلمان کی لاش کے لیے مناسب نہیں ہے کہ گھر والوں کے درمیان روک کر رکھی جائے۔

افادات:-معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد اس کے دفن میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے،جتنا جلدی ہوسکے اس کا انتظام کرنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب الموعظة عند القبر

بسم الله الرحمن الرحيم

قبر کے پاس وعظ و نصیحت کرنا

ویسے تو جہاں موقعہ ہو نصیحت کی جاسکتی ہے، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مرتبہ ایک جنازہ کی تدفین میں گئے ، ابھی قبر پوری طرح تیار نہیں ہوئی تھی، کھودی جارہی تھی، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیکھا کہ ابھی دیر ہے، اس موقعہ پر آپ نے نصیحت فرمائی۔

حدیث ۹۴۵:-

عن علی رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الغَرْقَدِ، فَأَتَانَا رسولُ الله (صلی اللہ علیہ وسلم) فَقَعَدَ، وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ. فَنَكَّسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ. ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أحدٍ إِلاَّ وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الجَنَّةِ. فقالوا: يَارسولَ الله! أَفَلا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا؟ فَقَالَ: اعْمَلُوا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ... وذكر تَمَامَ الحديث. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جنت البقیع میں ایک جنازہ میں شریک تھے، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے آس پاس بیٹھ گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک چھوٹی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سی لکڑی تھی، آپ نے اپنا سر جھکادیا اور اس لکڑی کے ذریعہ زمین کو کریدنے لگے۔ اس کے بعد نبیٔ کریم (ﷺ) نے بطورِ نصیحت ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے لیے اس کا جو ٹھکانہ جنت میں ہے اور جو ٹھکانہ جہنم میں ہے؛ وہ لکھ دیا گیا ہے (یعنی اگر وہ جہنمی ہے تو جہنم کا ٹھکانہ، اور اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ لکھ دیا گیا ہے) حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہماری تقدیر کی اس تحریر اور نوشتہ پر ہم بھروسہ نہ کرلیں؟ حضورِ اکرم (ﷺ) نے جواب میں ارشاد فرمایا: عمل کرتے رہو، ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی کام آسان کردیا جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

افادات:-فقہاء نے لکھا ہے کہ قبرستان پہنچ کر جنازہ کو جب کندھوں سے اتار دیا جائے تو قبرستان میں بھی بیٹھ سکتے ہیں، تدفین کے انتظار میں کھڑا رہنا ہی ضروری نہیں ہے، جیسے قبر نہیں کھدی ہے، یا قبر تو کھد چکی ہے، اور میت کو قبر میں اتارا جارہا ہے، اتنی دیر تک کوئی آدمی بیٹھے؛ تو اس کی اجازت ہے۔ ہاں! جب تک جنازہ کندھوں پر سے اتارا نہ گیا ہو؛ وہاں تک بیٹھا نہ جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ جس کو جنت ملنی ہے اس کے لئے جنت بھی لکھی جاچکی ہے اور جس کو جہنم ملنی ہے وہ بھی لکھی جاچکی؛ تو اب عمل کی زحمت کیوں اُٹھائی جائے! جو ملنا طے ہے وہ ملنا ہی ہے؛ پھر عمل کی تکلیف میں کیوں پڑیں؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمان السنہ میں لکھا ہے کہ یہاں تقدیر کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ حضراتِ صحابہ کو یہاں (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے بارے نہیں، بلکہ اپنے عمل کے معاملہ میں اشکال ہوا، اس لیے انہوں نے سوال یہ کیا کہ: اے اللہ کے رسول! جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنتی کا جنت میں جانا اور جہنمی کا جہنم میں جانا طے کیا جا چکا ہے؛ تو اعمال سے کیا حاصل ہو گا؟ ہم اعمال کی محنت میں کیوں پڑیں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا تھا: **"عمل کی زحمت اور مشقت میں ہم کیوں پڑیں؟"** اس لیے کہ عمل تو مشقت کا کام ہے نا! نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، دین کے اور کام انجام دینا۔ تو ہم ان ساری مشقتوں میں کیوں پڑیں؟ اسی نوشتۂ تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھے رہیں؟ تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ: **"یہ مشقت کی چیز ہے ہی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے جو لکھا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی کام آسان کر دیا گیا ہے۔"** مطلب یہ ہے کہ تم بیٹھنا چاہو گے تب بھی نہیں بیٹھ سکو گے، ہر آدمی وہی کام کرے گا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اگر وہ جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو جنت والے اعمال اس کے لیے آسان کر دیئے جائیں گے، اور وہ اپنے شوق اور رغبت سے انہی اعمال کو انجام دے گا، اس کے لیے وہ زحمت کی چیز نہیں ہو گی۔ اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم مقدر فرمائی ہے تو وہ جہنم والے اعمال کو انجام دے گا، اس میں اس کے لیے کوئی مشقت نہیں ہو گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جیسے آپ دیکھتے ہیں کہ جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں ، بظاہر جن کے لیے خیر کے فیصلے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ایمان پر موت نصیب فرماتے ہیں ؛ ان کے لیے نمازوں کا پڑھنا آسان ہوتا ہے ،بلکہ جہاں نماز کا وقت آیا اور اذان کی آواز سنی تو ان کو چین ہی نہیں پڑتا جب تک کہ نماز نہ پڑھ لیں۔جب تک کہ مسجد نہ جائیں اور نماز نہ پڑھ لیں وہاں تک کھانا بھی اچھا نہیں لگتا،کسی کے ساتھ بات کرنا بھی بوجھ معلوم ہوتا ہے، اسی طرح جتنے بھی خیر کے اعمال ہیں ان کو انجام دینے میں ان کے لیے کوئی دشواری نہیں ہوتی،بلکہ اس عمل کے لیے اس کی طبیعت بے چین اور بے کل رہتی ہے، جب تک اس عمل سے فارغ نہ ہوجائیں وہاں تک ان کو سکون نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اس عمل کو اتنا آسان کر دیا۔اور اگر ان سے یہ کہا جائے کہ ایک گھونٹ شراب پی لو، تو آپ جان سکتے ہیں کہ وہ مرنا تو گوارا کرلیں گے لیکن ایک گھونٹ حلق سے نیچے اتارنا ان کے لیے گوارا نہیں ہوگا۔وہ کہیں گے کہ مجھے مار ڈالو لیکن شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے۔ان میں سے کسی سے کہو کہ یہ چھری کسی کی پاؤں میں گھونپ دو،اور مارنا نہیں ہے،بلکہ بس!ذرا سا زخمی کرنا ہے،تو وہ کہے گا کہ اس کی کیا بات کرتے ہو،میں تو ایک گالی بھی نہیں بول سکتا۔مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی گناہ کے کام ہیں ان سے وہ اتنا ڈرتے ہیں کہ ان کی طبیعت اس کے لیے آمادہ ہی نہیں ہوتی،اگر ان کو جان کی دھمکی دیدی جائے تب بھی وہ گناہ نہیں کریں گے،ان کے لیے کسی کو قتل کرنا کیا! کسی کو گالی دینا بھی بڑا مشکل ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کے برعکس جو لوگ انہیں کاموں میں لگے ہوئے ہیں جن کے لیے دوسری چیز مقدر ہے،ان کے لیے کسی کو قتل کرنا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے،شراب پینا بہت آسان ہے،وہ لوگ تو اسی میں لگے پلپٹے رہتے ہیں۔ان کے لیے زنا کرنا اور کسی کی عزت سے کھلواڑ کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سارے گناہ کے کام ان کے لیے بالکل آسان ہیں ،اب اگر انہیں کے پاس جاکر کہیں کہ ذرا ایک مرتبہ سبحان اللہ کہو؛تو دیکھو کیا ہوتا ہے؟حالاں کہ سبحان اللہ زبان سے کہا جاتا ہے،اور بڑا آسان عمل ہے،لیکن آپ اس کے پاس یہ کلمہ پڑھوا لیجئے،سبحان اللہ کہلوا لیجئے؟نہیں کہے گا۔اعذار کرتا رہے گا،لیکن کہہ کر نہیں دے گا۔اس کے لیے کسی کو قتل کر دینا آسان ہے۔

تو میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ کے جواب کا حاصل یہی ہے کہ عمل کرتے رہو؛تمہاری تقدیر میں کیا لکھا ہے وہ تو تمہیں معلوم نہیں ۔فیصلہ تو ہو چکا ہے لیکن ہمیں بتلایا نہیں گیا ہے،اس لیے ہمیں تو عمل کرتے رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کے لیے وہی عمل آسان کر دیا جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔اگر جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو جنت والے اعمال اس کے لیے آسان ہیں اور وہ بڑی رغبت اور بڑے شوق سے ان کو انجام دیتا ہے۔اور اگر جہنم کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو جہنم والے اعمال اس کے لیے آسان کر دیئے جاتے ہیں ۔اس لیے تم لوگ جو کہہ رہے ہو کہ عمل کی مشقت میں کیوں پڑیں؟نوشتۂ تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھے نہ رہیں ؟ تو سن لو کہ یہ مشقت کی چیز ہے ہی نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ تو آٹومیٹک چیز ہے جو چلتی رہے گی،اوریہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی علامت ہے کہ ہمارے حق میں کیا فیصلہ ہوا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب الدعاء للميت بعد دفنه والقعود عند قبره ساعة للدعاء لَهُ والاستغفار والقراءة

میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے لیے دعا کرنا

قبر کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر دعا کرنا

اس کے لیے مغفرت طلب کرنا اور وہاں قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا

بسم الله الرحمن الرحيم

حدیث ۹۴۶:-

وعن أَبي عمرو-وقيل:أَبو عبدالله، وقيل:أَبو ليلى عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قَالَ:كَانَ النبيُّ (صلی اللہ علیہ وسلم) إِذَا فَرِغَ مِن دَفْنِ المَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، وقال: اسْتَغْفِرُوا لأَخِيكُمْ ،وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ، فَإِنَّهُ الآنَ يُسأَلُ.(رواه أَبُو داود)

ترجمہ:- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) میت کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد وہاں ٹھہرتے تھے، اور فرماتے تھے : اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی مانگو، اس لیے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:– **"ثابت قدمی"** کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو دفن کر دیا گیا تو اس کے پاس منکر اور نکیر دو فرشتے سوال کرنے کے لیے آئیں گے، اس وقت وہ مضبوطی سے جمارہے اس کی دعا کرو۔ جیسے کوئی آدمی کورٹ میں جاتا ہے تو کہہ کر جاتا ہے کہ بھائی! ہمارے لیے دعا کرنا کہ معاملہ ٹھیک ہو۔ اسی طرح حضور اکرم (ﷺ) ہمیں تاکید فرمارہے ہیں کہ وہاں اس سے سوالات کا معاملہ چل رہا ہے، اس لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم رکھے، اور اس سے صحیح صحیح جوابات دلوائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تدفین کے بعد وہاں ٹھہر کر اس کے لیے دعائے مغفرت اور تثبیت کی دعا کرنی چاہیے۔ اسی لیے اس وقت کی دعاؤں میں یہ دعا بھی کی جاتی ہے: "أَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ" اے اللہ! قولِ ثابت یعنی کلمۂ طیبہ کے ذریعہ اس کو استقامت عطا فرما۔

جب دفن کر چکو تو اتنی دیر قبر کے پاس ٹھہرنا:

حدیث ۹۴۷:-

وعن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قَالَ: إِذَا دَفَنْتُمُونِي، فَأَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ، وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي. (رواه مسلم. وَقَدْ سبق بطوله.)

قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُقْرَأَ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْقُرآنِ، وَإِنْ خَتَمُوا الْقُرآنَ عِنْدَهُ كَانَ حَسَنًا.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (کاجب انتقال ہونے لگاتووفات سے پہلے انہوں) نے وصیت فرمائی تھی کہ جب تم لوگ مجھے دفن کرچکو تو میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرے رہنا جس میں ایک اونٹ ذبح کرکے اس کاگوشت تقسیم کردیاجائے،تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں ، اور میں جان لوں کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوؤں کومیں کیاجواب دیتاہوں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : تدفین کے بعدوہاں ٹھہرکر قرآن پڑھناپسندیدہ ہے۔اور اگرکوئی آدمی خودوہاں ٹھہرکر ایک قرآن پوراکرنے کااہتمام کرلے توبہت ہی اچھاہے۔

افادات:–بیس،پچیس منٹ یاآدھاگھنٹہ وہاں ٹھہرناچاہیے،اس لیے کہ زندوں کاوہاں ٹھہر کردعاوذکراور تلاوت کی وجہ سے مردہ کوانس حاصل ہوتاہے، حالاں کہ وہ قبر میں اکیلا ہوتا ہے،لیکن لوگ باہر کھڑے رہ کر دعا کررہے ہیں تواس کی وجہ سےاس کوایک طرح کی انسیت حاصل ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تدفین کے بعد لوگوں کواور خاص کرکے رشتہ داروں کو چاہیے کہ وہاں ٹھہرکردعاوتلاوت کااہتمام کریں ،اس کی وجہ سے مردے کو جوابات دینے میں تقویت ملتی ہے اورمدد حاصل ہوتی ہے۔

قرآنِ پاک کے ختم کی جوبات ہے ،اس کامطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کوپیسے دےکرقرآن پڑھنے کے لیےبٹھایا جائے،بلکہ رشتہ داراوراحباب خود پڑھیں۔اگر پیسے دے کرقرآنِ پاک پڑھائیں گے توعلامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھاہے کہ جب کوئی آدمی پیسے لے کر پڑھے گاتو خود

اس کو ہی ثواب نہیں ملے گا۔جب اس کو ہی نہیں ملے گا تو وہ کیا دے گا؟ جیسے : گجراتی میں کہاوت ہے :-"કુંવા માં હોય તો હવાડા માં આવે"جب اسی کو ثواب نہیں ملا تو وہ بخشے گا کیا؟جب آپ پڑھیں گے تو اس پر آپ کو ثواب ملے گا، وہی ثواب آپ بخشتے ہیں۔ گویا آپ نے کچھ کمایا تو اسی کو آپ اپنے کھاتے میں سے اس کے کھاتے میں ٹرانسفر(Transfer)کرتے ہیں۔ لیکن جب آپ ہی کی کمائی نہیں ہوئی اور آپ کے کھاتے میں ہی جمع نہیں ہوا تو آپ کیا ٹرانسفر(Transfer) کریں گے؟معلوم ہوا کہ جو آدمی پیسے لے کر قرآن پڑھتا ہے اس کو کچھ بھی ثواب نہیں ملتا ہے،اس لیے اس کو منع کیا گیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب الصدقة عن الميت والدعاء لَهُ

میت کی طرف سے صدقہ اوراس کے لیے دعا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیماری اور موت سے متعلق احکام وآداب کا سلسلہ چل رہا ہے۔ایک اور باب قائم کیا ہے کہ مرنے والے کی طرف سے صدقہ کرنا اور اس کے لیے مغفرت اور رفعِ درجات کی دعا کرنا؛ ان دونوں چیزوں کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

چناں چہ ایک آیت کریمہ لائے ہیں:﴿وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (الحشر:۱۰)﴾(یہ سورۂ حشر کی ایک آیت کا حصہ ہے ،اس سے پہلے مہاجرین اور انصار کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس کے بعد باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ)وہ لوگ جو ان (یعنی مہاجرین و انصار اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم)کے بعد آئے ان کا ایک وظیفہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں باری تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ:اے اللہ!ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرمادے اور ہم سے پہلے جو ایمان لائے ان کے گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔یہاں تو یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کی دعاؤں میں ایک وظیفہ یہ بھی تھا کہ جو مسلمان ان سے پہلے دنیا سے جاچکے ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں ۔ اس سے مرنے والے کے لیے دعا کا ثبوت ہوگیا۔

یہاں انہوں نے صدقہ کا عنوان قائم کیا ہے۔تو یہ مسئلہ اہلِ سنت کے یہاں مسلّم ہے کہ کسی عبادت کا ثواب اگر کوئی آدمی میت کو پہنچانا چاہے،تو پہنچا سکتا ہے۔اور اس میں جو مالی عبادت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے یعنی صدقہ وغیرہ ؛تواس کے ثواب کے متعلق تو تمام اہلِ سنت والجماعت کا اتفاق ہے، احناف، شوافع سب کے نزدیک مالی عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ البتہ اہلِ اسلام میں ایک جماعت معتزلہ کی گزری ہے، وہ اس بات کے قائل تھے کہ کسی کے عمل کا ثواب دوسرے کو نہیں ملا کرتا، اور وہ دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں ﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ آدمی جو کچھ محنت کرتا ہے وہی اس کو ملتا ہے۔ اس آیت کے متعلق اہلِ سنت والجماعت فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق سعیٔ ایمانی سے ہے۔

مفتی صاحب کا ایک آیت کا مطلب سمجھنے کے لیے دیوبند سے گنگوہ کا رات میں پیدل سفر

ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک قصہ بیان کرتے تھے کہ حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب دیوبندی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مفتی تھے، وہ جلالین شریف پڑھایا کرتے تھے، ایک مرتبہ رات کے وقت یہ آیت ﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ ذہن میں آئی کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو وہ کوشش ومحنت کرے۔ تو خیال آیا کہ میت کو ایصالِ ثواب کا مسئلہ تو ہمارے یہاں مسلّم ہے، اور یہ آیت اُس کے خلاف ہے؟ بس اسی وقت اُٹھے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے رات ہی کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چل پڑے اور دیوبند سے گنگوہ پیدل گئے ، تہجد کے وقت گنگوہ پہنچے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے لیے وضو فرمارہے تھے ،اس وقت ان کو دیکھا تو پوچھا: کیا بات ہے؟ کہا: حضرت! لیٹے لیٹے یہ خیال آیا اور میں نے یوں سوچا کہ اگر اسی طرح کا ایک اشکال لے کر دنیا سے جاؤں گا: تو میرے ایمان کا کیا حشر ہوگا؟ مجھے نیند نہیں آئی اور میں نے سوچا کہ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر اس کا حل معلوم کرلوں۔ اسی وقت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس سے سعیٔ ایمانی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی ایک کا ایمان لانا کسی دوسرے کی طرف سے کافی نہیں ہوگا، جیسے بیٹے نے ایمان قبول کرلیا تو اس کا ایمان لانا باپ کے لیے کافی نہیں ، ایمان ایک ایسا عمل ہے کہ جو کرے گا اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا، کسی دوسرے کی طرف سے ایمان لانا کافی نہیں ہے۔ لیکن ایمان لاچکنے کے بعد دوسرے اعمال کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو اس سلسلہ میں احناف تو اس طرف گئے ہیں کہ عبادت چاہے مالی ہو یا جانی (بدنی) ہو: دونوں کا ثواب مرنے والے کو پہنچایا جاسکتا ہے، مثلاً: ایک آدمی نماز پڑھ کر، قرآنِ پاک کی تلاوت کرکے اس کا ثواب پہنچانا چاہے: تو پہنچا سکتا ہے۔ صدقہ اور خیرات کرکے، قربانی کرکے اس کا ثواب پہنچانا چاہے تو وہ بھی پہنچا سکتا ہے۔ جبکہ شوافع کے یہاں مالی عبادت کا ثواب تو پہنچایا جاسکتا ہے، لیکن بدنی عبادت کے وہ قائل نہیں ہیں۔ لیکن متأخرینِ شوافع تلاوت کے ثواب کو تسلیم کرتے ہیں۔

اسی لیے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا: "باب الصدقة عن الميت" مرنے والے کی طرف سے صدقہ اور خیرات کرنا۔ چوں کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک ہیں اس لیے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عنوان کے اندر اس قید کا اہتمام کیا کہ مرنے والے کی طرف سے صدقہ ، خیرات کرے تو اس کا ثواب مرنے والے کو پہنچتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ ایصالِ ثواب مرنے والے ہی کے لیے نہیں ہے ،بلکہ زندوں کو بھی کیا جاسکتا ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ہم نے کمایا اور اپنے اکاؤنٹ میں جمع کروادیا، اب اگر میں یوں کہوں کہ میرے اکاؤنٹ میں سے فلاں کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر (Transfer) کردو؛تو ہو جائے گا۔اسی طریقہ سے عمل کرنے والے نے عمل کرکے جو ثواب حاصل کیا،تو اب وہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ باری تعالیٰ!نماز پڑھ کر، صدقہ و خیرات کرکے، تلاوت کرکے جو ثواب مجھے حاصل ہوا ہے، وہ میری طرف سے فلاں کو دیدے؛تو ہو جاتا ہے۔

حدیث ۹۴۸:-

عن عائشة رضی اللہ عنہا أنَّ رجلاً قَالَ للنبيِّ (ﷺ) :إنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا ؛ قَالَ: نَعَمْ .(متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم (ﷺ) سے عرض کیا کہ: میری والدہ اچانک انتقال کر گئی،اب میرا خیال ہے کہ اگر ان کو کچھ بولنے کا موقعہ ملتا تو وہ ضرور یہ کہتی کہ:میری طرف سے صدقہ کیجیو۔اگرچہ انہوں نے تو ایسی کوئی وصیت نہیں کی، لیکن اگر مَیں اس کی طرف سے صدقہ کروں گا؛ تو کیا اس کا ثواب ان کو ملے گا؟ نبی کریم (ﷺ) نے جواب میں ارشاد فرمایا: جی ہاں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی مرنے والے کی طرف سے صدقہ کرکے اس کا ثواب پہنچانا چاہے تو پہنچایا جاسکتا ہے۔

حدیث ۹۴۹:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ **أنّ رسول الله** (ﷺ) **قَالَ: إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلاَّ مِنْ ثَلاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ. (رواه مسلم)**

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب آدمی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع اور ختم ہوجاتا ہے؛ البتہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ مرنے بعد بھی ان کا ثواب اس کو پہنچتا رہتا ہے:- ایک صدقۂ جاریہ۔ یا علم کی ایسی بات جس سے اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ فائدہ اٹھا تے ہیں۔ یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے۔

افادات:- کوئی ایسا نیکی کا کام کرلیا جس سے لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں، جیسے: مسجد بنادی، تو اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ اس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، مدرسہ بنادیا، واٹر ورکس بنادیا، کوئی مسافر خانہ بنادیا، اور اپنا مال خرچ کرکے کوئی ایسی چیز بنا کر گیا کہ اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ اس سے فائدہ اٹھارہے ہیں؛ تو اس کا ثواب اس کو ملتا رہے گا، اسی کو صدقۂ جاریہ کہتے ہیں۔

کوئی علم کی بات چھوڑی کہ اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ اس سے فائدہ اٹھا تے ہیں، جیسے: کوئی کتاب تصنیف کردی، کسی کو علمی بات سکھا دی، کسی بچہ کو قرآن پڑھنا سکھادیا، اب وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بچہ زندگی بھر قرآن پڑھتا رہے گا،تو چوں کہ اس کے قرآن سیکھنے میں اس کا حصہ تھا؛تو جب تک وہ قرآن پڑھتا رہے گا،اس کو ثواب ملتا رہے گا۔اب اگر اس بچے نے دوسرے کو سکھایا، اور اس نے تیسرے کو سکھایا،تو یہ سلسلہ چلتا رہے گا،تو اس کو بھی ثواب میں حصہ ملتا رہے گا۔"مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلاَمِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا (مسلم:۶۹۷۵)کسی نے کوئی اچھا طریقہ جاری کر دیا تو اس کا ثواب اس کو ملے گا اور جو اس پر عمل کرتا رہے گا اس کا ثواب بھی اس کو ملتا رہے گا۔

اپنے پیچھے اولادِ صالح چھوڑی جو ماں باپ کے لیے دعا کرتی ہے۔بس! اس روایت کو اس باب میں لانے کا مقصد یہی جملہ ہے۔اس لیے کہ باب کے عنوان میں تھا "والدعاء له" مرنے والے کے لیے دعا کرنا۔تو دیکھو !اولاد جب ماں باپ کے لیے دعا کرتی ہے ،تو اولاد کی اس دعا سے ماں باپ کو فائدہ پہنچتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب ثناء الناس
عَلَى الميت

لوگوں کا مرنے والے کی
تعریف کرنا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ

حدیث ۹۵۰:-

عن أنسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَرُّوا بِجَنَازَةٍ، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْراً، فَقَالَ النبيُّ (صلی اللہ علیہ وسلم): وَجَبَتْ. ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرّاً، فَقَالَ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم): وَجَبَتْ. فَقَالَ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: مَاوَجَبَت؟ فَقَالَ: هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْراً، فَوَجَبت لَهُ الجَنَّةُ، وهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرّاً، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّار، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الأَرْضِ.

(متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ ایک جنازہ کو لے کر گزرے، اس جنازہ کو دیکھ کر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجلس میں جو لوگ موجود تھے انہوں نے اس جنازہ والے کے متعلق اچھی بات کہی اور اس کی تعریف کی کہ: بہت اچھا آدمی تھا، نیک و صالح تھا۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی۔ اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ وہاں سے گزرا، اس کو دیکھ کر وہاں موجود لوگوں نے اس کی برائی کی کہ بہت برا آدمی تھا۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: اس کے لیے بھی واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس مجلس میں موجود تھے انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا چیز واجب ہوگئی؟ پہلے کے متعلق بھی آپ فرماتے ہیں کہ واجب ہوگئی، اور دوسرے کے متعلق بھی آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں ارشاد فرمایا: پہلا آدمی جس کے متعلق تم لوگوں نے اچھی بات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہی تھی اوراس کی تعریفیں کی تھیں ؛ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔اور دوسرا آدمی جس کے متعلق تم نے برے کلمات کہے تھے ؛ اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔تم لوگ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

افادات:- مؤمنین کی جماعت جس کے متعلق یہ کہے کہ اچھا آدمی تھاتو ان کے اس کہنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کردیتے ہیں۔اہلِ ایمان کے دل میں کسی کی اچھائی کا آنا یہ خوداس کے جنتی ہونے کی علامت ہے۔عام طور پر دیکھاہوگا کہ مرنے کے بعدلوگ خوبیاں ہی بیان کرتے ہیں ،بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے متعلق براکہنے کی نوبت آتی ہے۔ورنہ اگر کسی سے بعض برے اعمال بھی سرزد ہوئے ہوتے ہیں ،پھر بھی اس کے مرنے کے بعد اس کی اچھائیاں اورخوبیاں یاد کرتے ہیں ، تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتاہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ وہ اس کی خوبیاں بیان کررہےہیں ،یہ گویااس بات کی علامت ہے کہ اس کے لیے جنت کا فیصلہ ہوا ہے۔اس لیے اہلِ ایمان کی طرف سے لوگ جو باتیں کرتے ہیں وہ قدرت کے فیصلے کی طرف اشارہ ہواکرتاہے:۔

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

حدیث ۹۵۱:-

وعن أَبِي الأَسْوَدِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ ، فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بنِ الْخَطَّاب رضی اللہ عنہ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ ، فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْراً ، فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ : وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بأُخْرَى فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْراً ، فَقَالَ عُمَرُ رضی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ عنہ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا. فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ. قَالَ أَبُو الأَسودِ: فقلتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النبي (ﷺ): أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ، أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ. فَقُلْنَا: وَثَلاثَةٌ؟ قَالَ: وَثَلاثَةٌ. فقلنا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الواحِدِ. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت ابو الاسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا، ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو اس کے متعلق اچھی بات کہی گئی (یعنی لوگ اس کی تعریف کرنے لگے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی پھر دوسرا جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی بھی تعریف، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لیے بھی واجب ہوگئی۔ پھر تیسرا جنازہ گزرا، تو لوگوں نے اس کی برائی کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ ابو الاسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! کیا واجب ہوگئی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے وہی بات کہی جو نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمائی تھی۔ حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا: ہر وہ مسلمان جس کے متعلق چار آدمی گواہی دیں کہ اچھا آدمی تھا، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کردیتے ہیں (کتنا آسان ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر کسی کے متعلق تین آدمی گواہی دیں کہ اچھا آدمی تھا؟ تو نبی کریم (ﷺ) ارشاد فرمایا: اگر تین آدمی کہیں تب بھی اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمادیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر کسی کے متعلق دو آدمی کہیں کہ اچھا آدمی تھا؟ نبی کریم (ﷺ) ارشاد فرمایا: اگر دو آدمی بھی کسی کے لیے ایسا کہیں تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمادیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے ایک کے متعلق نہیں پوچھا۔ بس! دو تک بات آکر رک گئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–اللہ تعالیٰ کا اہلِ ایمان کے دلوں میں مرنے والے کے متعلق اچھائی ڈالنا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جنت کا فیصلہ ہوا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب فضل من مات له اولاد صغار

جس کی نابالغ اولاد انتقال کر جائے تو والدین کے حق میں اس کی کیا فضیلت ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس کے تین بچے انتقال کر جائیں

حدیث ۹۵۲:-

وعن أنسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): مَامِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، إِلَّاأَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر جائیں؛ اس کو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر مہربانی کی وجہ سے جنت میں داخل کریں گے۔ یا ان بچوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔

حدیث ۹۵۳:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ؛ لَا تَمَسُّهُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

وَ((تَحِلَّةُ الْقَسَمِ)) قول الله تَعَالَى: ﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾

وَالْوُرُودُ: هُوَ الْعُبُورُ عَلَى الصِّرَاطِ، وَهُوَ جِسْرٌ مَنْصُوبٌ عَلَى ظَهْرِ جَهَنَّمَ، عَافَانَا اللهُ مِنْهَا.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے انتقال کر جائیں، اس کو جہنم نہیں چھوئے گی، مگر قسم پوری کرنے کی حد تک۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- قسم پوری کرنے کا کیا مطلب ؟اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ پاک کے اندر ایک چیز کا فیصلہ کر دیا ہے﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا﴾ تم میں سے ہر ایک کو جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے،کوئی آدمی ایسا نہیں جو جہنم پر سے نہ گزرے۔جہنم کے اوپر باقاعدہ ایک پل ڈالا جائے گا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا ،اور لوگوں کو اس کے اوپر سے گزرنے کو کہا جائے گا جیسے جیسے اعمال ہوں گے،اس کے مطابق لوگ گزریں گے۔ بعض وہ ہوں گے جو کوندتی ہوئی بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔بعض وہ ہوں گے جو تیز ہوا کی طرح گزر جائیں گے۔اور بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح گزر جائیں گے۔اور بعض وہ ہوں گے جو گرتے پڑتے کسی بھی طرح سے پار ہو جائیں گے اور بہت سے وہ ہوں گے کہ جہنم کے آنکڑے ان کو اپنے اندر کھینچ لیں گے اور وہ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے۔

بہر حال !پل صراط کا مرحلہ بڑا کٹھن ہے،اور نبی کریم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ ہر کسی کو اس کے اوپر سے گزرنا ہے، اور یہ آدمی جس کے تین بچوں کا انتقال ہو گیا ہے ، اس کو بھی جہنم کے اوپر سے گزرنا تو ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اسے چھونے نہیں دیں گے، ان بچوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے بچالیں گے۔

حدیث ۹۵۴:-

وعن أَبِي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قَالَ:جَاءتِ امْرأةٌ إِلَى رسولِ الله (ﷺ) فَقَالَتْ : يَا رسولَ الله ! ذَهبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثكَ. فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوماً نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللهُ. قَالَ : اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَ كَذَا. فَاجْتَمَعْنَ، فَأَتَاهُنَّ النَّبِيُّ (ﷺ) فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ. ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِنَ الْوَلَدِ إِلَّا كَانُوا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ. فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ (ﷺ): وَاثْنَيْنِ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبیِ کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی: اے اللہ کے رسول! آپ کی باتیں تو مرد ہی اُڑا لے جاتے ہیں (یعنی آپ کے ارشادات سے مرد ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور انہیں کو سننے کا موقع ملتا ہے، ہمیں تو پردہ کی وجہ سے آپ کی مجلس میں حاضر ہونے اور آپ کے ارشادات سننے کا موقع نہیں ملتا) اس لیے آپ ایک دن ہمارے لیے بھی مقرر فرما دیجیے کہ ہم اس دن آپ کی خدمت میں حاضری دیں اور آپ ہمیں وہ باتیں سکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اتاری ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی تعلیم کے لیے الگ سے کوئی وقت مقرر کیا جاسکتا ہے) تو حضورِ اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اچھا! فلاں فلاں دن تم لوگ جمع ہوجایا کرنا۔ چناں چہ عورتیں جمع ہو گئیں، اور نبیِ کریم (ﷺ) ان کے پاس تشریف لائے اور وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمائیں، وہ ان کو سکھلائیں۔ پھر حضورِ اکرم (ﷺ) نے فرمایا: تم میں سے جس عورت نے تین بچوں کو آگے بھیج دیا (یعنی جس کے تین بچوں کا انتقال ہوگیا) وہ اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گے۔ ایک عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر دو ہوں تو؟ حضورِ اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اگر دو ہوں تب بھی۔

افادات:- ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر ایک ہو تو؟ نبیِ کریم (ﷺ) نے فرمایا: اگر ایک ہو تو بھی۔ پھر حضورِ اکرم (ﷺ) نے ارشاد

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرمایا:اگر ادھورا ساقط ہوجائے گاتو وہ بھی اپنے ماں باپ کو اپنی نال کے ذریعہ کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔بہرحال!یہ بڑے ثواب کی چیز ہے۔

ہمارے ضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے بچوں کا بھی بچپن کے اندرانتقال ہوا ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ بیتی میں لکھاہے کہ: مَیں نے اپنی اہلیہ سے کہاکہ اس پر رونے دھونے کی ضرورت نہیں ہے،ہمارااپنا کیا ہواکوئی عمل ہوتو اس میں توبڑے اشکالات و احتمالات ہوتے ہیں کہ معلوم نہیں؛نیت درست ہے یانہیں؟اخلاص کے ساتھ کیا ہے یا نہیں ؟ہر عمل میں ریا اور نمود کا اندیشہ رہتاہے۔اورپھر معلوم نہیں کہ ہم نے وہ عمل صحیح طریقہ سے انجام دیاہے یانہیں؟ لیکن ہماراجو بچہ انتقال کرگیااس میں ہمارے کسی عمل کو دخل نہیں ہے اوراللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر جنت کا وعدہ ہے۔اس لیے یہ توبہت آسان سودا ہے۔(احقرمرتب عرض کرتا ہے :- ہمارے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے بچوں کا بھی بچپن میں انتقال ہوا ہے۔اس طرح اللہ پاک نے حضرت کو اپنے شیخ سے اس معاملہ میں بھی متابعت نصیب فرمائی۔باری تعالیٰ ان بچوں کوحضرت اورگھروالوں کے لیے ذخیرۂ آخرت وباعث اجر و ثواب بنائے۔آمین۔)توجن لوگوں کے بچوں کابچپن ہی میں انتقال ہوجاتاہے ان کے لیے یہ بڑی بشارت ہے،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نےتویہاں تک پوچھاکہ:اے اللہ کےرسول!جس کا کوئی بچہ فوت نہیں ہواہو؛تو اس کے لیے کیاہوگا؟ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:میری موت بھی امت کے لیےبہت بڑا سانحہ ہے ،جو آدمی میری جدائی پر صبر کرے گا؛اللہ تعالیٰ اسے بھی جنت میں داخل فرمادیں گےاور جہنم سے بچالیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ویسے اہلِ ایمان کے دلوں میں نبی کریم (ﷺ) کی محبت اورآپ کے ساتھ عشق ہے،جب آپ کا تصور آتاہے تواہلِ ایمان کی تمناہوتی ہے کہ کاش!ملاقات کی نوبت آتی، اوراس طرح آپ کی جدائی صدمہ کاباعث ہوتی ہے،اس پر صبر کرنےپربھی نبیٔ کریم (ﷺ) نے یہ بشارت سنائی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ البكاء والخوف عِنْدَ المرور بقبور الظالمين ومصارعهم

وإظهار الافتقار إلَى الله تَعَالَى والتحذير من الغفلة عن ذلك

ظالموں کی قبروں کے پاس سے گزرتے وقت رونا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

اوران کوجہاں عذاب ہوا ہے اس جگہ پر رونااور اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کا اظہار کرنااور غفلت سے اپنے آپ کوبچانا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایسی جگہ جہاں اللہ تعالیٰ کاعذاب نازل ہوا ہو، اوراس کے نتیجہ میں نافرمانیوں میں مبتلا ہونے والوں کو ہلاک کیا گیا ہو، ایسی جگہوں سے گزرتے وقت آدمی کو چاہیے کہ ڈرتا ہوا اور روتا ہوا وہاں سے گزرے؛ یہی اس کی تلافی ہے۔

جہاں اللہ تعالیٰ کاعذاب آئے وہاں سے گزرنے کا طریقہ

حدیث ۹۵۵:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنّ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ لِأَصْحَابِهِ -يعني لَمَّا وَصَلُوا الحِجْرَ- دِيَارَ ثَمُودَ-: لَا تَدْخُلُوا عَلَى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ، لَا يُصِيبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ. (متفق علیہ)

وفی روايةٍ قَالَ: لَمَّا مَرَّ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بِالْحِجْرِ، قَالَ: لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ، إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ. ثُمَّ قَنَّعَ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى أَجَازَ الْوَادِي.

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے صحابہ سے اس وقت یہ فرمایا جب کہ وہ مقامِ حجر سے جو قوم ثمود کی آبادیاں تھیں گزرے کہ: ان عذاب دیئے ہوؤں کے گھروں اور ان کی آبادیوں سے نہ گزرو، مگر ایسی حالت میں کہ تم رو رہے ہو۔ اور اگر تم رو نہ رہے ہوؤ، تو وہاں سے مت گزرنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عذاب ان پر آیا تھا وہ تم پر بھی آجائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے ،اس موقعہ پر جب نبیٔ کریم (ﷺ) تبوک تشریف لے جارہے تھے،راستہ میں مقامِ حجر پڑتا ہے جہاں قومِ ثمود آباد تھی،جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھااوروہ ہلاک وبرباد ہوئے تھے۔جب اس علاقہ سے گزر رہے تھے تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے اپنے صحابہ کو یہ تنبیہ فرمائی تھی، حالاں کہ ان پر عذاب آئے ہوئے توصدیاں بیت چکی تھیں۔

یہ بڑی خطرناک روش ہے

اس سے معلوم ہوا کہ وہ علاقے جہاں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا ہو، آدمی کو وہاں بلاوجہ نہیں جانا چاہیے۔آج کل تو ایسی جگہوں کو لوگوں نے تفریح گاہیں بنا رکھا ہے وہاں لوگ باقاعدہ تفریح کے لیے جاتے ہیں،پھر وہاں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور اپنی بداعمالیوں سے ڈرنا اور ان پر رونا تو دور کی بات رہی،بس!وہاں لوگ پکنک کے طور پر ہنسی مذاق کے لیے جاتے ہیں ؛ یہ بڑی خطرناک روش ہے۔حالاں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی تعلیم تو یہ ہے کہ اگر کبھی ایسی جگہوں سے مجبوراً گزرنا پڑے تو ہماری کیفیت یہ ہو کہ رو رہے ہوں اور ڈر رہے ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا وہ عذاب ہم پر بھی آجائے،اگر ڈریں گے اور روئیں گے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے گا۔

ایسا کوئی علاقہ جہاں کوئی بیماری اور روگ پھیلا ہوا ہو،عام بیماری چل رہی ہو، جیسے :طاعون اور ہیضہ پھیلا ہوا ہو،وہاں کوئی نہیں جاتا،اور اگر کسی وجہ سے مجبوراً جانا پڑتا ہے تو ایسی تدبیریں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اختیار کی جاتی ہیں کہ اس سے اپنے آپ کو بچاسکے، پرہیز اختیار کیا جاتا ہے؛اسی طریقہ سے کسی ایسے علاقہ میں جہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب آیاہو ، وہاں بھی نہیں جاناچاہیے ،اوراگرکسی وجہ سے وہاں سے مجبوراً گزرنے کی نوبت آئے، تو اس کے لیے تدبیریہی ہے کہ روتاہوااوراللہ سے ڈرتاہوااوراپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہو اوہاں سے گزرے،اوراس بات سے ڈرتارہے کہ کہیں ایسا نہ ہوکہ ان جیسا عذاب ہم پر آجائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کتاب آداب السفر

سفر کے آداب

استحباب الخروج یوم الخمیس واستحبابه اول النھار

جمعرات کے دن اور دن کے ابتدائی حصہ میں سفر کی شروعات کا مستحب ہونا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہاں سے نیا مضمون شروع فرما رہے ہیں ،جس میں سفر کے آداب کو بتلائیں گے۔اس عنوان کے تحت انہوں نے مختلف ابواب قائم کیے ہیں۔

سفر کی تحقیق

”سفر“عربی زبان کا لفظ ہے۔”سَفَرَ،یَسْفِرُ“کااصل معنٰی کھولنا،واضح کرنا اورکسی چیز کوبیان کرنا۔سفر کو سفراسی لیے کہاجاتاہے کہ اس میں آدمی کے اخلاق وعادات رفقاء کے سامنے کھلتے ہیں،اسی لیے آپ اگرکسی آدمی کی پہچان کرناچاہیں تو اس کے ساتھ سفر کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی سے پوچھاکہ فلاں آدمی کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا:بہت اچھا آدمی ہے۔پوچھا:تم نے کبھی اس کے ساتھ خریدو فروخت کا کوئی معاملہ کیاہے؟اس نے کہا:کوئی معاملہ تونہیں کیا۔پھر پوچھا: اچھا! کبھی اس کے ساتھ سفرکرنے کی نوبت آئی ہے؟تواس نے کہا: اس کی بھی کبھی نوبت نہیں آئی توحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:”لَعَلَّكَ رَأَيْتَهُ يُصَلِّيْ؟“ پھرتو تم نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا۔اس نے کہا: جی ہاں!وہ نماز کابہت زیادہ اہتمام کرتاہے اور نہایت خشوع وخضوع سے اداکرتاہے(قواعد السلف الذهبية فی الأخوة الإيمانية) معلوم ہوا کہ کسی آدمی کے اچھا ہونے کی رائے قائم کرنے کے لیے صرف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عبادت کرتے ہوئے دیکھ لینا کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے معاملات کی درستگی بھی ضروری ہے۔ اور سفر سے بھی چوں کہ آدمی کے اخلاق نمایاں ہوتے ہیں اس لیے اس کو عربی زبان میں سفر کہا جاتا ہے۔

بعض سفر ضروری ہیں

سفر بھی انسان کی زندگی میں پیش آنے والے حالات میں سے ایک حالت ہے، انسان کی دو ہی حالتیں ہوسکتی ہیں ، یا تو حضر یعنی اپنے وطن میں مقیم ہو گا، یا پھر سفر کر رہا ہو گا۔ اصل حالت تو حالتِ حضر ہی ہے ، لیکن ضرورت میں حالتِ سفر بھی پیش آجاتی ہے، اور شریعت نے بھی مختلف ضرورتوں کے پیشِ نظر سفر کی اجازت دی ہے، بلکہ بعض صورتوں میں سفر کو ضروری قرار دیا ہے، مثلاً: کسی آدمی پر حج فرض ہو یعنی اپنے وطن سے مکہ جانے کی استطاعت ہو، اور اپنا نفقہ اور اپنی غیر حاضری میں اپنے گھر والوں کا نفقہ موجود ہو؛ تو اس صورت میں حج فرض ہو جاتا ہے۔ بعض حالات میں جہاد کے لیے سفر کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ بعض حالات میں علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بعض سفر ضروری ہو جاتے ہیں۔

ویسے علماء نے لکھا ہے کہ آدمی یا تو دفعِ مضرت کے لیے سفر کر رہا ہو گا، یا جلبِ منفعت کے لیے سفر کر رہا ہو گا۔ دفعِ مضرت یعنی کسی طرح کے نقصان اور تکلیف سے بچنے کے لیے سفر کرنا، اس کے اسفار میں ایک سفر ہجرت ہے کہ آدمی جہاں رہتا ہے وہاں شریعت کے احکام پر عمل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کے لیے ممکن نہیں ہے،رکاوٹیں پیش آرہی ہیں،جیسے نمازادانہیں کرسکتا،شریعت کے دوسرے فرائض انجام نہیں دے سکتا؛ تواس صورت میں اس جگہ کو چھوڑنے کا شریعت کی طرف سے حکم دیا گیا ہے۔

فتحِ مکہ کے بعد ہجرت نہیں:

شروع اسلام میں جب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایمان و اسلام کی دعوت پیش کی اور مکہ مکرمہ میں لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے،پھر ہجرت کا حکم نازل ہوا،اس وقت تو مکہ مکرمہ میں کسی کاایمان قابلِ قبول ہی نہیں ہوسکتاتھاجب تک کہ وہ ہجرت نہ کرے ، اس وقت توہجرت کاسفر ضروری تھا، لیکن جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمادیاکہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لیےمکہ مکرمہ سےمدینہ منورہ کی طرف ہجرت کاجوسفر کیاجاتا ہے،اب جبکہ مکہ مکرمہ فتح ہوچکا اوروہ دارالاسلام بن چکا ؛ اب یہاں سے ہجرت کے سفر کی ضرورت نہیں رہی؛اسی کو”لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ“کہہ کربیان فرمایا۔لیکن اس کےباوجودعلماء نے لکھا ہے کہ حالات بدلتے رہتے ہیں، آدمی جس جگہ قیام پذیرہےوہاں رہتے ہوئےاگراس کے لیے اسلامی احکام پر عمل ناممکن ہے تو اس صورت میں اس جگہ کوچھوڑکرکسی ایسی جگہ جاناجہاں اسلامی احکام کو عملی جامہ پہنا سکے یہ ضروری ہے؛ اسی کو سفر ہجرت کہاجاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طلبِ حلال کے لیے سفر:

اور سفر ہجرت بعض حالات میں ضروری قرار دیا گیاہے، جیسے: ایک آدمی جہاں رہتا ہے وہاں حلال روزی میسر نہیں، یا وہاں حرام کا اتنا زیادہ غلبہ ہے کہ حلال ناممکن ہوگیاہے، تو اس صورت میں اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری کسی ایسی جگہ پر جانا ضروری ہوجاتا ہے جہاں وہ حلال حاصل کرسکے۔ یہ سفر بھی دفعِ مضرت ہی کے لیے قرار دیا گیا ہے۔

جان ومال کی حفاظت کے لیے سفر:

یا مثلاً ایک آدمی جہاں پر قیام پذیر ہے وہاں کی آب وہوا اس کو ناموافق ہے، اس کی وجہ سے وہ بیمار رہتا ہے اور ہمیشہ پریشانی میں مبتلا رہتاہے، اطباء اور معالجین نے اس کو یہ بتلایا کہ تمہارے لیے مناسب یہی ہے کہ تم اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاؤ، تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی بھی اجازت دی ہے، ابوداؤد شریف میں روایت موجود ہے۔ ہاں ! اگر کسی علاقہ میں کوئی عام بیماری پھیل جائے، جیسے: طاعون یا ہیضہ؛ تو اس صورت میں اس جگہ کو چھوڑ کر جانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

اسی طریقہ سے کسی جگہ پر رہتے ہوئے جان کا اندیشہ ہے، تو اس صورت میں اپنی یا اپنے اہل وعیال کی جان کی حفاظت کے لیے اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا چاہے؛ تو اس کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اجازت دی گئی ہے۔اسی طریقہ سے کسی جگہ پر رہتے ہوئے مال کی حفاظت ممکن نہیں ہے تو اس صورت میں مال کی حفاظت کے لیے بھی اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہونا چاہیے ؛تو اس کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

اور جلبِ منفعت یعنی کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے جو سفر کیا جاتا ہے، جیسے: حج و عمرہ کے لیے سفر کرنا، طلبِ علم اور جہاد کے لیے سفر کرنا، اپنے رشتہ دار، عزیزو اقارب اور دوست واحباب کی ملاقات کے لیے سفر کرنا؛یہ سب اس کے اندر داخل ہے۔علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے سفر کی یہ مختلف شکلیں بتلائی ہیں۔

سفر شرعی،سفر غیر شرعی:

ویسے احکام کے بدلنے اور نہ بدلنے کے اعتبار سے بھی سفر کی دو قسمیں کی گئی ہیں :-

١ سفر شرعی ٢ سفر غیر شرعی۔

سفر شرعی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا سفر جس کی وجہ سے احکام بدل جاتے ہیں۔شریعت کے بعض احکام میں مسافر کو شریعت کی طرف سے خصوصی رعایتیں دی گئی ہیں، مثلاً: رمضان المبارک میں سفر ہو رہا ہے اور سفر کی مشکلات اور مشقتوں کی وجہ سے روزہ چھوڑنا چاہیے،اور گھر آنے کے بعد اس کی قضا کرلے؛تو شریعت کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔یہ ایک طرح کی رخصت ہے جو سفر کی وجہ سے اس کو دی گئی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسی طریقہ سے سفر میں یہ بھی ہے کہ چار رکعات والی نمازوں کو دو رکعات ادا کرے۔اور بھی کچھ احکام ہیں جو سفر کی وجہ سے بدلتے ہیں، مثلاً: چمڑے کے موزے پہن رکھے ہیں،تو حالتِ سفر میں تین دن مسح کرنے کی اجازت دی گئی ہے،جبکہ حالتِ اقامت میں ایک دن کا حکم ہے۔اسی طرح مسافر کے لیے مسجد کے اندر سونے اور کھانے کی اجازت دی گئی ہے۔ بہر حال! بعض احکام ہیں جو سفر کی وجہ سے بدلتے ہیں ؛اسی کو سفر شرعی کہتے ہیں۔

سفر شرعی کی مسافت:

اور یہ سفر احناف کے یہاں تین دن کا ہونا چاہیے۔اُس زمانہ میں عام طور پر لوگ قافلوں کی شکل میں اونٹ اور دوسری سواریوں پر سفر کرتے تھے ، تو دن کا اکثر حصہ سفر میں گزارا جاتا تھا،اور رات میں آرام کرتے تھے ،اوراس وقت دن بھر میں جو مسافت طے کی جاتی تھی وہ ایک منزل کے برابر ہوتی تھی؛ ایسے تین دن کی مسافت کا سفر ہو تو اس کو یہ اجازت دی گئی ہے۔ بعد میں فقہاء نے حالات کو دیکھتے ہوئے اس کے لیے انگریزی اڑتالیس میل کی تحدید فرمادی ہے۔ ہمارے اکابر کا قول یہی ہے۔حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے اپنے فتاویٰ میں جو لکھا ہے اس سے بعد میں رجوع فرمالیا ہے،اور اڑتالیس میل والے قول کو ہی تسلیم کیا ہے۔اور یہ اڑتالیس میل موجودہ ناپ کے اعتبار سے سوا ستتر (۷۷¼)کلو میٹر ہوتا ہے۔کوئی آدمی اپنے وطن سے سوا ستتر (۷۷¼) کلومیٹر کی دوری کے ارادہ سے نکلے؛تو وہ مسافر بن جاتا ہے۔اور یہ مسافتِ سفر اپنے وطن

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی آبادی جہاں ختم ہوتی ہے وہاں سے شمار کی جائے گی۔ایسا نہیں کہ آپ یہاں نشاط سوسائٹی میں رہتے ہیں تواپنے گھر سے سوا ستتر (۷۷¼) کلو میٹر شمار کریں ،بلکہ اگر آپ ممبئی کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں،تو ممبئی کی طرف جاتے ہوئے جہاں سورت شہر کی مسلسل آبادی ختم ہوتی ہے وہاں سے سوا ستتر (۷۷¼)کلومیٹر کا حساب لگایا جائے گا۔اب اگر آپ کو جہاں جانا ہے وہ گھر سے تو سوا ستتر (۷۷¼) کلومیٹر ہو تا ہے،لیکن جہاں شہر کی مسلسل آبادی ختم ہوتی ہے وہاں سے سوا ستتر (۷۷¼) کیلومیٹر نہیں ہوتا ؛ تو اس صورت میں آپ شرعی مسافر قرار نہیں دیئے جائیں گے۔

قصر ضروری ہے:

اور ایک مرتبہ مسافر بننے کے بعد چار رکعات والی نمازیں دو رکعات پڑھنا احناف کے یہاں ضروری ہے۔احناف کے یہاں قصر رخصتِ اسقاط ہے یعنی شریعت نے مسافر کے لیے چار رکعات رکھی ہی نہیں ،بلکہ دو ہی رکھی ہیں ، جیسے: فجر کی دو رکعات ہیں ،اگر کوئی آدمی فجر کی نماز دو کے بجائے چار پڑھنا چاہے تو وہ صحیح نہیں ہے، اسی طریقہ سے مسافر کے حق میں ظہر کی چار رکعات ہے ہی نہیں ،بلکہ دو ہی رکعات ہیں۔ایسا نہیں کہ چار ہے اور دو سے کام چلا سکتے ہو،بلکہ مسافر کے حق میں ظہر کی نماز دو ہی رکعات ہے،اس لیے اگر مسافر چار رکعات پڑھے گا تو وہ درست نہیں ہے۔اور ایک مرتبہ مسافر بن جانے کے بعد یہی حکم باقی رہے گا۔ہاں! اگر کسی جگہ جاکر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہاں پوری نماز پڑھے گا۔یہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ساری تفصیلات ہیں، اگر اس سلسلہ میں کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو اہلِ علم حضرات سے دریافت کرلیا جائے یہ سفر شرعی کہلاتا ہے، جس میں احکام بدلتے ہیں۔

بعض سفر وہ ہیں کہ ان میں چار رکعات والی نماز اور روزہ میں گنجائش کا حکم نہیں بدلتا، وہ سفر شرعی سے کم مسافت کا ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کے اندر بھی کچھ گنجائشیں ہیں ، مثلاً: کوئی آدمی سفر کی حالت میں سواری پر بیٹھے بیٹھے اشارہ سے نفل نماز پڑھنا چاہے؛ تو اس کی اجازت ہے، اس کے لیے سوا ستتر (۷۷¼) کیلو میٹر کا سفر ہونا ضروری نہیں ہے، جیسے اگر آپ سورت سے نوساری جانا چاہیں اور وہ یہاں سے سوا ستتر (۷۷¼) کلو میٹر نہیں ہے ،تب بھی آپ سواری پر بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں نفل نماز پڑ سکتے ہیں اس کے علاوہ بھی کچھ رخصتیں اور گنجائشیں مطلق سفر پر دی گئی ہیں اس میں سوا ستتر (۷۷¼) کیلو میٹر کی قید نہیں ہے، جیسے: مسجد میں سونے کی اجازت ہے، تو وہ اس مسافر کے لیے بھی ہے، اس کے لیے سوا ستتر (۷۷¼) کلو میٹر والا مسافر ہونا ضروری نہیں ہے یہ سفر کے کچھ احکام ہیں ،اور شریعت نے سفر کی مشقتوں کے پیشِ نظر یہ آسانیاں دے رکھی ہیں۔

سفر کے لیے کون سا دن اور وقت مستحب ہے؟:

چوں کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ مختلف چیزوں کے آداب بیان کررہے ہیں ، اس لیے یہاں سے سفر کے آداب بیان کرنا چاہتے ہیں ۔ چناں چہ انہوں نے پہلے باب کا عنوان قائم کیا:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

إِسْتحبابُ الْخُرُوْجِ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَأَوَّلَ النَّهَارِ، سفر کی شروعات کون سے دن ہونی چاہیے؟ ویسے اگر ضرورت ہے تو کسی بھی دن نکل سکتا ہے، لیکن اگر کوئی کام اپنے اختیار کا ہو تو بہتر یہ ہے کہ آدمی اپنے سفر کو جمعرات کے دن اور وہ بھی دن کے ابتدائی حصہ میں شروع کرے۔ گویا دن کے اعتبار سے جمعرات، اور وقت کے اعتبار سے صبح؛ یہ دو چیزیں سفر کے لیے بہتر اور مستحب قرار دی گئی ہیں۔

حدیث ۹۵٦:-

عن كعب بن مالك رضی اللہ عنہ أَنَّ النبيَّ (ﷺ) خَرَجَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ يَوْمَ الْخَمِيس، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

وفي رواية في الصحيحين: لَقَلَّمَا كَانَ رسولُ الله (ﷺ) يَخْرُجُ إِلاَّ فِي يَوْمِ الْخَمِيسِ.

ترجمہ:- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن نکلے، اور نبیٔ کریم (ﷺ) سفر کے لیے جمعرات کے دن نکلنا پسند فرماتے تھے۔ دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ بہت کم نبیٔ کریم (ﷺ) نکلتے تھے مگر جمعرات کے دن (یعنی عام طور پر جمعرات کے دن ہی آپ کا سفر ہوتا تھا۔)

افادات:- غزوۂ تبوک کے موقعہ پر جب نبیٔ کریم (ﷺ) غزوہ کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اس میں شریک نہ ہو پائے تھے، ان کے ساتھ دو صحابی اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بھی تھے ،پھراللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو تنبیہ کی گئی تھی۔یہ لمبی چوڑی ایک روایت ہے جس کاایک حصہ یہاں پیش فرمایاہے۔(پوری روایت حدیث کے اصلاحی مضامین، ۱/ ۱۵۰-۱۸۰ پر گزرچکی ہے۔من شاء فلیراجع۔مرتب۔)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر پروگرام بنانااپنے ہاتھ میں ہے کہ جس دن بھی ہم چاہیں نکل سکتے ہیں؛تو بہتر ہے کہ آدمی اپنے سفر کی ابتداء جمعرات کے دن کرے۔دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ کبھی کبھار نبی ٔکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پیر کے دن بھی سفر شروع فرماتے تھے ،لیکن عام طور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کاسفر جمعرات کو ہوتا تھا۔آگے دوسری روایت لاکر وقت بتاتے ہیں۔

امت کے لیے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت کی دعا:

حدیث۹۵۷:-

وعن صخر بن وَداعَةَ الغامِدِيِّ الصحابِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رسولَ الله (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: أَللّٰهُمَّ بَارِكْ لأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا. وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشاً بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ. وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِراً، وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ أَوَّلَ النَّهَارِ، فَأَثْرَى وَكَثُرَ مَالُهُ. (رواه أبو داود والترمذی،وقال:حديث حسن)

ترجمہ:-حضرت صخر بن وداعہ غامدی صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ٔکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعافرمائی ہے:اے اللہ! میری امت کے لیے دن کے شروع (یعنی صبح) میں برکت رکھ دے (اسی لیے حضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عادتِ شریفہ بیان کرتے ہیں کہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ ٔکرام کی ٹکڑی کہیں روانہ کرناچاہتے تھے،یاکوئی لشکر کہیں بھیجنا ہوتا تھا؛تودن کے شروع وقت روانہ فرماتے تھے۔اورحضرت صخر رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تجارت کرتے تھے۔اس لیے وہ جب اپنا تجارتی قافلہ روانہ کرتے تھے،یاخود جاناہوتاتھاتو دن کے شروع میں جاتے تھے(اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ)ان کے مال میں اللہ تعالیٰ نے خوب برکت دی،اوروہ کثیر المال ہوگئے۔

افادات:- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تجارتی سفر میں بھی آدمی اگراس کااہتمام کرے تو اس سے تجارت میں برکت ہوگی۔اکثر لوگ بے برکتی کی شکایتیں کرتے ہیں ،توشریعت نے اس طرح کے چھوٹے چھوٹے نسخے بتائے ہیں ان کو بھی اپنانے کی ضرورت ہے۔اب تو مصیبت یہ ہوگئی کہ پہلے تودکانیں بھی صبح کی نماز کے بعد جلدی کھل جایاکرتی تھیں ،لیکن اب تو سونے کا عام مزاج ایسابن گیا ہے کہ گیارہ بجے سے پہلے دوکانیں کھلنے کاسوال ہی نہیں رہا۔بہر حال! سفر میں وقت کے اعتبار سے صبح کےوقت کو بہتر قرار دیا گیاہے۔تو یہ دو چیزیں ہوگئیں کہ دن جمعرات کا ہوناچاہیے اور وقت صبح کاہو۔اگر سفر کا نظام اپنے اختیار میں ہے تو اپنے نظامِ سفر کو اس طرح ترتیب دے۔یہ آدابِ سفر میں سے ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب استحباب طلب الرفقة وتأميرهم عَلَى أنفسهم واحداً يطيعونه

اکیلے سفر نہ کریں اور امیر مقرر کرلیں

ایک اور عنوان قائم کیا ہے کہ آدمی اکیلا سفر نہ کرے، بلکہ سفر کے لیے رفقاء تلاش کرے، اور جب رفقاء ہوجائیں تو وہ سب مل کر اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالیں جس کی وہ اطاعت کریں، یعنی سفر کے معاملہ میں وہ اس کی باتوں کو برابر مانیں۔ اس لیے کہ سفر کے دوران مختلف حالات پیش آتے ہیں، کسی چیز کے سلسلہ میں فیصلہ کرنا ہوتا ہے، مثلاً: یہاں قیام کرنا چاہیے یا نہیں؟ کس گاڑی سے سفر کریں؟ کس گاڑی سے واپس ہونا ہے؟ دو ساتھی ایک گاڑی کا کہتے ہیں اور دوسرے ساتھی دوسری گاڑی کا نام بتاتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ ہم تو فلاں گاڑی ہی سے جائیں گے، تم کو آنا ہو تو آؤ؛ ایسی گڑبڑیں ہوجاتی ہیں، اس لیے پہلے سے کسی کو امیر بنالیا جائے اور امیر کو چاہیے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے مشورہ لے، اور جو جو مشورہ دے اس سے اس کی وجہ بھی پوچھے کہ تم نے فلاں سواری، یا فلاں ٹرین کا جو مشورہ دیا ہے اس میں کیا فائدہ ہے؛ تاکہ ان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سب مشوروں کو تول کر اس کے مطابق امیر اپنی رائے سے فیصلہ کرسکے۔اور جب کسی ایک کو امیر بنادیا گیا تو اس کے حکم پر سب کو چلنا ضروری ہے۔اسی کو عنوان میں کہا گیا کہ ”یطیعونہ“ صرف نام کا امیر نہ بنایا جائے،بلکہ سفر سے تعلق رکھنے والے تمام امور میں اس کی پوری پوری اطاعت ہو۔

اکیلے سفر کا جتنا نقصان مَیں جانتا ہوں ...

حدیث ۹۵۸:-

عن ابن عمرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رسولُ اللہ (ﷺ): لَوْأَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الوحدَةِ مَا أَعْلَمُ، مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ!.(رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اکیلے سفر کرنے میں کیا نقصان ہے، اس کو مَیں جتنا جانتا ہوں اتنا اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے؛ تو کوئی سوار رات کو اکیلے سفر نہ کرے۔

افادات:- اس زمانہ میں عام طور پر راستوں میں بد امنی تھی،اکیلے سفر کرنا آدمی کے جان و مال کے لیے خطرہ سے خالی نہیں ہوا کرتا تھا،اسی لیے حضور اکرم (ﷺ) نے خاص طور پر تاکید فرمائی، اور لوگ بڑے مجمع اور قافلوں کی شکل میں ہی سفر کرتے تھے۔ہاں! اگر کہیں امن وامان کی صورت حال ہے تو اکیلے سفر کی بھی اجازت ہے،البتہ کسی قافلہ کے ساتھ سفر کرنا آداب میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے ہے، فرض اور واجب نہیں ہے، لیکن جیسا کہ بتلایا کہ ان آداب کی رعایت کرتے ہوئے کوئی آدمی چلے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے بڑی خیر وبرکت رکھی ہے۔

لفظ "قافلہ" نیک فال ہے:

قافلہ کو عربی زبان میں " قافلہ "اسی لیے کہتے ہیں کہ" قَفَلَ یَقْفُلُ "کا معنیٰ ہے "لوٹنا"۔ قافلہ یعنی لوٹ کر آنے والی جماعت۔ حالاں کہ ابھی تو یہ لوگ سفر میں جارہے ہیں، لیکن اہلِ عرب کے یہاں ایک مزاج تھا کہ وہ لوگ کسی چیز کا نام رکھنے میں نیک فالی لیا کرتے تھے، ایسا نام رکھتے تھے جس کا اچھا معنیٰ نکلے۔تو یہ جماعت جو سفر میں جارہی ہے اس کا نام پہلے ہی سے" قافلہ" رکھا،یعنی لوٹ کر آنے والی جماعت۔کیوں کہ اس زمانہ میں جو لوگ سفر کے لیے نکلتے تھے تو بدامنی اور جان ومال کے خطرہ کی وجہ سے ان کی واپسی کے متعلق اندیشہ رہتا تھا،اس لیے یہ لوگ جب جارہے ہیں اسی وقت سے کہاجارہاہے کہ" قافلہ" جارہاہے۔یعنی نام کے اندر ہی ایسا معنیٰ رکھ دیا کہ جب کئی آدمیوں کی زبان سے ایک ہی لفظ بولاجائے گاتو معلوم نہیں کس کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے،اس کا بول قبول ہوجائے، تو یہ قافلہ سلامتی کے ساتھ واپس آجائے،یعنی صرف جانے والا ہی نہ رہے بلکہ واپس آنے والا بھی بن جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

’سَاعَةٌ‘ اور ’سَلِیْمٌ‘ بھی نیک فال ہے:

جیسے: عربی زبان میں سانپ کے ڈسے ہوئے کو ’’سَلِیْم ‘‘ کہتے ہیں ۔ حالانکہ ’’سَلِیْم ‘‘ کا معنیٰ: وہ آدمی جو سلامتی والا ہے، لیکن جس کو سانپ کاٹ لے، عام طور پر وہ سلامت نہیں رہتا، بلکہ مرجاتا ہے، تو جس کو سانپ کاٹ لے اس کا نام ہی اہلِ عرب نے ’’سَلِیْم ‘‘ رکھ دیا۔ اب کوئی پوچھے کہ وہ کون ہے تو کہیں گے: ’’ھُوَسَلِیْمٌ‘‘۔ یہ سلیم ہے۔ جب کئی لوگوں کی زبان سے سلیم کا لفظ نکلے گا، تو ہوسکتا ہے کسی کی زبان سے نکلا ہوا بول قبول ہوجائے اور اس کی جان بچ جائے۔ اسی طرح قیامت کو ’’سَاعَةٌ‘‘ کہتے ہیں۔ ’’سَاعَةٌ‘‘ یعنی ایک لمحہ اور ایک گھڑی تو گویا ’’سَاعَةٌ‘‘ نیک فالی کے طور پر کہا گیا ہے۔ ویسے تو قیامت کا دن بڑا لمبا دن ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے ایک لمحہ اور ایک گھڑی کے برابر بنا دے۔ میں نے یہ سب مثالیں نیک فالی کی دی ہیں۔

تو مَیں یہ عرض کررہا تھا کہ اس زمانہ میں عام طور پر بد امنی تھی، اس کی وجہ سے حضور اکرم (ﷺ) نے تاکید فرمائی کہ اکیلے سفر کرنے کا جو نقصان میں جانتا ہوں ، وہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے تو کوئی بھی سوار رات میں اکیلا سفر نہیں کرے گا۔ اسی لیے رات کے سفر میں دن کے سفر کے مقابلہ میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سفر کے ساتھی کم از کم تین ہوں :

حدیث ۹۵۹:-

وعن عمرِو بن شُعَيبٍ، عن أبيه، عن جَدِّهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ الله (ﷺ) : الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ.

(رواه أبُو داود والترمذي والنسائي بأسانيد صحيحةٍ، وقال الترمذي: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اکیلا سوار ایک شیطان ہے، دو سوار دو شیطان ہیں ، اور تین سوار قافلہ ہیں۔

افادات:- یہ ارشاد فرماکر گویا نبی کریم (ﷺ) نے اس بات کی طرف رہنمائی فرمائی کہ سفر میں کم سے کم تین آدمی ہونے چاہئیں۔ یہ زیادہ مناسب ہے۔

حدیث ۹۶۰:-

وعن أَبِي سعيد وأبي هُريرة رضی اللہ عنہما قالا : قَالَ رسولُ الله (ﷺ) : إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فى سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ. (حديث حسن، رواه أبُو داود بإسنادٍ حسن)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب تین آدمی سفر کے لیے نکلیں تو اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالینا چاہیے۔

افادات:- یہ آداب سفر میں سے ہے، اور اس میں بڑی برکت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چار، چار سو، چار ہزار اور بارہ ہزار کی فضیلت

حدیث ۹۶۱:-

عن ابن عبّاسٍ رضی اللہ عنہما عن النبيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ : خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِئَةٍ ، وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفاً مِنْ قِلَّةٍ. (رواہ أبو داود والترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد نقل فرماتے ہیں : بہتر رفقاءِ سفر چار ہیں ، اور لشکر کی بہترین ٹکڑی چار سو کی ہے، اور بہترین لشکر وہ ہے جس میں چار ہزار آدمی ہوں ،اور بارہ ہزار کی نفری کمی عدد کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہوگی۔

افادات:- یعنی سفر میں چار آدمی ہوں تو وہ سب سے اچھی شکل ہے۔اس کی تشریح کرتے ہوئے علماء نے لکھاہے کہ سفر میں عام طورپر دو ضرورتیں پیش آتی ہیں ، کبھی کھانے پینے کے انتظام کرنے کے لیے جاناپڑتاہے،توچار ہونے کی صورت میں دوآدمی اس کے لیے جائیں گے،اور یہاں سامان کی حفاظت کے لیے دوساتھی رہیں گے،یعنی ہر جماعت میں دو دو رہیں گے۔اور چار سے کم ہونے کی صورت میں یہ ہوگا کہ اگر کھانے پینے کے انتظام کے لیے دو گئےہیں توسامان کی حفاظت کے لیے ایک ہی کورہنا پڑے گا۔ یا حفاظت کے لیے دو کو بٹھایا تو انتظام کے لیے ایک کو بھیجناپڑے گا۔اوردو کی صورت میں تو دونوں جگہ ایک ایک ہی رہیں گے۔اوراگر صرف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک ہے تواس کے لیے تو دشواری ہی دشواری ہے کہ اگر پانی پینے کے لیے بھی جانا ہے تو سامان کی حفاظت کی فکر ہے کہ کیا کروں !

آج کل ٹرینوں کے سفر میں پاس پڑوس والے کے ساتھ اُنس پیدا کرکے اس کو اپنا معتمد بنالیا جائے تو کام چل سکتا ہے ، لیکن اس میں بھی کوئی گارنٹی نہیں دی جاسکتی۔ ہوسکتا ہے کہ آپ اس کو سامان سونپ کر بیت الخلاء میں جائیں اور وہی آدمی سامان لے کر روانہ ہو جائے۔ اس لیے حضوراکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: بہترین رفقاءِ سفر چار ہیں۔

"سَرِیَّۃ" لشکر کی چھوٹی ٹکڑی کو کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں حضوراکرم (ﷺ) بھیجا کرتے تھے۔ ویسے اہلِ سیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضوراکرم (ﷺ) خود شریک نہ ہوں اور صرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیج دیں؛ تو وہ " سریہ " کہلاتا ہے، ورنہ وہ " غزوہ " کہلاتا ہے۔ یہاں مراد مطلق ٹکڑی مراد ہے کہ لشکر کی بہترین ٹکڑی وہ ہے جس میں چار سو آدمی ہوں۔

اور بارہ ہزار کی نفری کمیٔ عدد کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہوگی۔ ہاں ! کسی اور وجہ سے جیسے اپنے عجب و کبر میں مبتلا ہونے ، یا سامان کی قلّت ، یا کسی اور وجہ سے مغلوب ہو جائے؛ تو بات دوسری ہے، لیکن تعداد کی کمی کی وجہ سے وہ کبھی مغلوب نہیں ہوسکتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب آداب السير والنزول
والمبيت والنوم في السفر
واستحباب السُّرَى والرفق بالدواب
ومراعاة مصلحتها
وأمر من قصّر في حقها بالقيام بحقها
وجواز الإرداف عَلَى الدابة إِذَا كانت تطيق ذلك

چلنے، ٹھہرنے، شب گزاری اور سفر میں سونے کے آداب:

چوپایوں کے ساتھ نرمی اور ان کا خیال رکھنے کا بیان:

جو ان کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھنے کے معاملہ میں کوتاہی کرے، اسے تاکید:

چوپایہ اگر مضبوط ہو تو اپنے پیچھے کسی کو سوار کر سکتے ہیں:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سفر میں کہیں اترنے، اور رات میں کہیں قیام کرنے اور سونے کے کچھ آداب اس باب میں بتلاتے ہیں۔ اسی طرح سواریوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ برتنے کا حکم دیا گیا ہے، اور جو آدمی سواری کے جانور کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے اس کو ان کے حقوق کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اور اگر جانور میں اتنی طاقت ہے کہ وہ دو یا تین آدمی کی سواری کو برداشت کر سکتا ہے؛ تو سواری کے جانور کے اوپر دوسرے کو بٹھانے کی اجازت ہے۔

آج کل تو سواریاں جاندار نہیں ہوتیں، بلکہ بے جان ہوتی ہیں، جیسے: موٹر سائیکل، یا سائیکل، یا اسکوٹر اور موٹر کار؛ تو وہاں بھی ایک اصول یاد رکھیں کہ کسی بھی چیز کو اس طرح استعمال کرنا جس کی وجہ سے اس کو نقصان پہنچے؛ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لیے وہاں بھی اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے گا کہ اگرچہ جاندار پر ظلم کا مسئلہ تو نہیں، لیکن اگر ایک سائیکل کے اوپر چار آدمی سوار ہو گئے، یا ایک اسکوٹر کے اوپر پانچ آدمی سوار ہو گئے، جس کی وجہ سے اس سواری کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے؛ تو شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

آپ کو یاد ہوگا کہ پہلے جہاں پینے کے آداب بتائے تھے وہاں یہ بھی بتایا تھا کہ چمڑے کے مشکیزہ کے منھ کو موڑ کر پانی پینے سے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا ہے۔ اور اس کی وجہ بتلائی تھی کہ اگر اس کا منھ بار بار موڑا جائے گا تو وہ ٹوٹ جائے گا، اور پھر پورا مشکیزہ استعمال کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قابل نہیں رہے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز اپنی ہی کیوں نہ ہو،لیکن اس کو اس طرح استعمال کرنا جس کی وجہ سے اس چیز کو نقصان پہنچے ؛شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔

دورانِ سفر اس بات کا بھی خیال رکھو:

حدیث ۹۶۲:-

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ الله (ﷺ) : إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الخِصْبِ، فَأَعْطُوا الإبلَ حَظَّهَا مِنَ الأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فى الجدْبِ، فَأَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ، وَبَادِرُوا بِهَا نِقْيَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُمْ، فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ؛ فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ، وَمَأْوَى الهَوَامِّ بِاللَّيْلِ. (رواہ مسلم)

مَعْنَى ((أَعْطُوا الإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الأَرْضِ)) أَيْ: ارْفُقُوا بِهَا فى السَّيْرِ لِتَرْعَى فى حَالِ سَيْرِهَا، وقوله: ((نِقْيَهَا)) هُوَ بكسر النون وإسكان القاف وبالياءِ المثناة من تحت وَهُوَ : المُخُّ، معناه: أَسْرِعُوا بِهَا حَتَّى تَصِلُوا المَقصِدَ قَبْلَ أَنْ يَذْهَبَ مُخُّهَا مِنْ ضَنْكِ السَّيْرِ. وَ((التَّعْرِيسُ)): النُّزولُ فى اللَّيلِ.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیِٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی سرسبز و شاداب علاقہ میں سفر کرو، تو اونٹ کو اس زمین کا حق اور حصہ عطا کرو۔اور جب خشک علاقہ میں سفر کرو؛ تو جلدی سے اور تیزی سے سفر کرو۔اور اس کا گودا ختم ہونے سے پہلے سفر پورا کرلو۔اور جب تم رات کو کہیں قیام کرو تو راستہ سے ہٹ کر ٹھہرو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- اگر آدمی اونٹ پر سفر کررہا ہے اور کسی ایسے علاقہ سے گزر رہا ہے جہاں کھانے کے لیے سبزہ اور گھاس ہے،تو ظاہر ہے کہ جانور کی طبیعت بھی اس گھاس کو کھانے کو چاہے گی،اس لیے نبی کریم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ ایسا مت کرو کہ تیزی سے گزر جاؤ ،اوراونٹ کو چرنے کاموقع نہ دو،بلکہ اس کو چرنے کا موقع دو؛تاکہ اس کا بھی حق ادا ہو۔ہاں ! اگر خشک علاقہ سے گزرناہو تو تیزی سے گزر جاؤ تاکہ اگر اونٹ کو کھانے کی ضرورت ہو تو آگے جاکر کسی سبز علاقہ میں اس کی ضرورت پوری ہوجائے۔

دورانِ سفر اہلِ خانہ کوکھلاتے پلاتے چلو:

☑اس تعلیم کو مدِّنظر رکھتے ہوئےیوں کہا جاسکتاہے کہ اگرآپ اپنے خاندان کو لے کر سفرکررہے ہیں اور کسی ایسے علاقہ سے گزررہے ہیں کہ جہاں کھانے پینے کی مناسب چیزیں مل رہی ہیں،بچے بھی ساتھ میں ہیں اوران کا بھی جی چاہ رہاہے؛ توایسا نہیں ہوناچاہیے کہ بخل سے کام لیتےہوئےکوئی چیز نہ خریدیں ،بلکہ ان سب کو کھلاتے پلاتے چلو۔یہ میرا استنباط ہے۔

☑**"اوراس کاگوداختم ہونےسے پہلے سفرپوراکرلو"**مطلب یہ ہے کہ سفرمیں جانورکواتنانہ تھکاؤکہ اس کے پیروں کی ہڈیوں کا گودا بھی ختم ہوجائے۔کسی بھی چیز سے اتنا زیادہ کام مت لو کہ اس کی صلاحیت ہی ختم ہوجائے،اگرجانورہوتوتھک کر بے کار ہوجائے۔یامثلاًموٹر کار ایسی

ہے کہ چلانے کی وجہ سے گرم ہو جاتی ہے ،تو اس کو اتنا مت چلاؤ کہ انجن گرم ہو کر پھٹنے لگے؛اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

☑ **"اور جب تم رات کو کسی جگہ پر قیام کرو تو راستہ سے ہٹ کر ٹھہرو"** اس زمانہ میں سفر کرتے کرتے تھک جاتے تھے تو راستہ میں کہیں قیام کر لیتے تھے،تو اس کے لیے یہ ہدایت دی ہے کہ راستہ سے ہٹ کر قیام کرے۔اس لیے کہ راستہ تو گزرگاہ ہے ،اگر آپ راستوں پر سو جائیں گے تو آنے جانے والوں کو تکلیف ہوگی،اس لیے راستہ سے ہٹ کر اپنے قیام وآرام کا انتظام کرو۔

اب اگر کوئی یوں کہے کہ ہمارا پورا قافلہ ہے،اس لیے کسی اور کا آنے جانے کا امکان ہی نہیں ہے۔تو نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ان راستوں سے جس طرح انسان گزرتے ہیں اسی طرح یہ راستے جانوروں کی بھی گزرگاہ ہے،اور زمین میں جو کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں وہ بھی وہیں سے گزرتے ہیں۔اس لیے جب راستوں سے ہٹ کر قیام کروگے تو ان کی تکلیفوں سے بھی بچ سکو گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو؛ تو کیسے سوئے؟:

حدیث ۹۶۳:-

وعن أبي قتادة رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رسولُ الله (صلی اللہ علیہ وسلم) إِذَا كَانَ فِي سَفرٍ، فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلَى يَمِينِهِ، وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ، وَوَضَعَ رَأسَهُ عَلَى كَفِّهِ. (رواه مسلم)

قَالَ العلماءُ: إِنَّمَا نَصَبَ ذِرَاعَهُ لِئَلاَّ يَسْتَغْرِقَ فى النَّومِ، فَتَفُوتَ صَلاَةُ الصُّبْحِ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ عَنْ أَوَّلِ وَقْتِهَا.

ترجمہ:- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب سفر میں ہوتے اور رات کو کہیں قیام فرماتے؛ تو داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے (جیسا کہ سونے کا ادب اور مسنون طریقہ ہے) اور اگر صبح سے کچھ پہلے کہیں اترتے اور قیام فرماتے تو اپنے بازو اور کلائی کو کھڑا کرکے اپنی ہتھیلی پر سر رکھ کر لیٹتے (یعنی پورے لیٹ کر نہیں سوتے تھے)

افادات:- مثلاً فجر میں ایک گھنٹہ باقی ہے، اگر آپ اچھی طرح پڑکر سوجائیں گے، تو رات بھر تو سفر کیا تھا، نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز فوت ہوجائے گی، یا قضاء ہوجائے گی، لہٰذا اگر اس وقت سونا ہی ہے تو ایسی نیند جو گہری ہو اور جس میں غفلت طاری ہوجائے، اس سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ طریقہ بتلایا ہے، اس طرح سونے سے غفلت کی نیند نہیں ہوگی اور نماز کے فوت ہونے سے حفاظت ہوجائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی اگر کسی ایسے وقت سونے کا ارادہ کر رہا ہو کہ دیر سے جاگنے کی وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی کوئی شکل اختیار کرنی چاہیے کہ نماز فوت نہ ہو۔ اس لیے ایک شکل تو یہ ہے اگر سب کو لیٹ کر ہی سونا ہے تو اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو۔ جس کے متعلق اطمینان ہو۔ جاگنے کے لیے مقرر کر دیا جائے کہ صبح صادق ہوتے ہی سب کو جگا دینے کی تمہاری ذمہ داری ہے، تا کہ سب لوگ وقت پر نماز پڑھ لیں۔

جب حضورِ اکرم (ﷺ) کی نماز قضا ہوئی:

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ نبیِ کریم (ﷺ) جب غزوۂ خیبر سے لوٹ رہے تھے تو فجر سے کچھ پہلے آپ نے قیام فرمایا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا کہ سب کو جگانے کی ذمہ داری تمہاری رہے گی، اور سب سو گئے۔ فجر میں زیادہ دیر نہیں تھی گھنٹہ دو گھنٹہ ہوں گے۔ اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ بجائے سونے کے کجاوے سے اپنی کمر لگا کر مشرق کی طرف جہاں سے فجر کی روشنی نمودار ہوتی ہے چہرہ کر کے بیٹھ گئے کہ جیسے ہی صبح کی روشنی نمودار ہو گی تو مَیں سب کو اٹھا دوں گا، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر تھا اس لیے وہ بیٹھے بیٹھے ہی سو گئے، اور ایسے سوئے کہ سورج نکل گیا اور دھوپ تیز ہونے لگی لیکن ان کی آنکھ نہیں کھلی۔ سب سے پہلے نبیِ کریم (ﷺ) اُٹھے، آپ نے حضرت بلال کو آواز دی: بلال! کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میری بھی آنکھ لگی رہ گئی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: اس جگہ سے ہٹو؛ یہ شیطان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی جگہ ہے۔سب وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ گئے اور وضو کرکے جماعت کے ساتھ نمازادا فرمائی۔

(بخاری شریف۔بَابُ الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ۔حدیث نمبر:۳۴۱)

کہنے کاحاصل یہ ہے کہ اگر اخیری وقت میں سونا ہے تو آدمی ایساانتظام کرکے سوئے کہ نماز فوت ہونے کی نوبت نہ آئے۔

رات کے وقت فاصلے لپیٹ دیئے جاتے ہیں :

حدیث ۹۶۴:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله (ﷺ) :عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ.(رواه أبو داود بإسنادحسن) ((الدُّلْجَةُ)) : السَّيْرُ فِي اللَّيْلِ.

ترجمہ:-حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تم اندھیرے سے فائدہ اٹھاؤ ؛اس لیے کہ رات کے وقت زمین لپیٹی جاتی ہے۔

افادات:-مطلب یہ ہے کہ سفر کا کچھ حصہ رات کے اندھیرے میں بھی طے کرلیناچاہیے، اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے عجیب بات رکھی ہے کہ اندھیرے میں زمین لپیٹ دی جاتی ہے،سفر زیادہ کٹ جاتا ہےاور آسان ہو جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قیام قریب قریب کریں:

حدیث ۹۶۵:-

وعن أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوا مَنْزِلاً تَفَرَّقُوا فِى الشِّعَابِ وَالأَوْدِيَةِ. فَقَالَ رسولُ الله (ﷺ): إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالأَوْدِيَةِ إِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ! فَلَمْ يَنْزِلُوا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلاً إِلاَّ انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ. (رواه أبو داود بإسناد حسن)

ترجمہ:- حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (نبی کریم (ﷺ) کے زمانہ میں) صحابہ جب سفر کے دوران کسی جگہ پر اترتے تھے تو گھاٹیوں اور وادیوں میں پھیل جاتے تھے (سب منتشر ہو جاتے تھے اور ہر ایک اپنا اپنا انتظام کرکے سونے کی جگہ کر لیتا تھا) تو نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تمہارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں منتشر و متفرق ہو جانا؛ یہ شیطان کا اثر ہے (یعنی ایسا مت کرو، بلکہ مل جُل کر رہو) حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) کی اس ہدایت کے بعد حضراتِ صحابہ جب کہیں قیام کرتے تھے تو ایک دوسرے کے قریب قریب اور مل جُل کر ٹھہرا کرتے تھے۔

افادات:- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر کے دوران کسی جگہ پر قیام کی نوبت آئے تو ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ ایک آدمی یہاں ہے اور دوسرا اپنا سامان اور تھیلا لے کر دوسرے کونہ میں چلا گیا، اور تیسرا اس سے آدھے فرلانگ دور جاکر پڑا ہوا ہے؛ بلکہ سب قریب رہیں، تاکہ سب ایک دوسرے کی مدد کو پہنچ سکیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رحمتِ عالم (ﷺ) کی صفتِ رحمت کا ایک نمونہ:

حدیث ۹۶۶:-

عن سهل بن عمرو - وقيل : سهل بن الربيع بن عمرو الأنصاری المعروف بابن الحنظلِيَّة، وَهُوَ من أهل بيعة الرِّضْوَانِ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَرَّ رسولُ الله (ﷺ) بِبَعِيرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ، فَقَالَ: اتَّقُوا الله فی هذِهِ البَهَائِمِ المُعجَمَةِ، فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً، وَكُلُوهَا صَالِحَةً. (رواه أبو داود بإسناد صحيح)

ترجمہ:- حضرت سہل بن عمرو المعروف بابن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور وہ اہلِ بیعتِ رضوان میں سے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل چکی تھی (یعنی بہت دبلا ہوگیا تھا۔اس کے مالک نے اس کو کھانا پینا برابر نہیں دیا ہوگا) تو نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ان گونگے اور بے زبان جانوروں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور ان پر سواری بھی کرو تو ایسی حالت میں کہ وہ سواری کے لائق ہوں، اور ان کو کھاؤ تو ایسی حالت میں کہ وہ کھانے کے لائق ہوں۔

افادات:- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ میں سب سے اونچا مرتبہ اصحابِ بدر کا ہے، ان کے بعد دوسرے نمبر پر اہلِ بیعتِ رضوان کا ہے، اسی لیے محدثین کی بھی یہ عادت رہی ہے کہ کوئی صحابی بدری، یا اہلِ بیعتِ رضوان میں سے ہوتا ہے؛ تو اس کے نام کے ساتھ عام طور پر اس کا بھی تذکرہ کر دیتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ارشادِ نبوی کا مطلب یہ ہے کہ ان کو برابر کھلاؤ پلاؤ، تاکہ وہ ہٹّے کٹّے رہیں ، اور ایسی حالت میں ان پر سواری کرو۔ اور اگر کھانا ہو تب بھی ان کو کھلا پلا کر ہٹّے کٹّے بناؤ، پھر ذبح کر کے کھاؤ۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اتنا دبلا پتلا ہو جائے کہ اِدھر سے سوئی ڈالو تو اُدھر نکل جائے، اور صرف ہڈی اور چمڑا رہ گیا ہے؛ پھر کاٹ کر کھاؤ۔

اسلام نے جانوروں کا بھی حق بتایا ہے۔ جو جانور کا مالک ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ان کے حقوق کو ادا کرے۔ آپ نے سنا ہوگا مشہور روایت ہے کہ ایک عورت نے بلی پال رکھی تھی، اس کو چھوڑتی بھی نہیں تھی کہ وہ اپنے طور پر اپنی غذا تلاش کرلیتی، اور اس کے کھانے پینے کا بھی برابر انتظام نہیں کیا تھا، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم میں ڈالا۔

(بخاری شریف: بابُ فَضۡلِ سَقۡیِ الۡمَاءِ)

اور ایک فاحشہ عورت نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی، اور اس کو جنت میں داخل کیا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نے اسی موقعہ پر نبیٔ کریم (ﷺ) سے پوچھا تھا: "یَا رَسُولَ اللهِ! وَإِنَّ لَنَا فِي الۡبَهَائِمِ أَجۡرًا؟" ان جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر بھی ہمیں اجر و ثواب ملے گا؟ تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے جواب میں ارشاد فرمایا: "فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطۡبَةٍ أَجۡرٌ" ہر تر جگر والے یعنی جاندار کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے پر ثواب ملے گا (بخاری شریف: باب رَحۡمَةِ النَّاسِ وَالۡبَهَائِمِ)

اگر کتے کو بھی پانی پلاؤ گے تو اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں اونٹ کی فریاد:

حدیث ۹۶۷:-

وعن أبي جعفر عبد الله بن جعفر رضی اللہ عنہما قَالَ: أردفني رسولُ الله (ﷺ) ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ، وَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيثاً لا أُحَدِّثُ بِهِ أحداً مِنَ النَّاسِ، وَكَانَ أَحبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رسولُ الله (ﷺ) لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ. يَعْنِي: حَائِطَ نَخْلٍ. (رواه مسلم هكذا مختصراً)

وزاد فِيهِ البَرْقاني بإسناد مسلم -بعد قَوْله: حَائِشُ نَخْلٍ- فَدَخَلَ حَائِطاً لِرَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ، فَإِذَا فِيهِ جَمَلٌ، فَلَمَّا رَأَى رَسولَ الله (ﷺ) جَرْجَرَ وذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبيُّ (ﷺ)، فَمَسَحَ سَرَاتَهُ -أيْ: سِنَامَهُ- وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ، فَقَالَ: مَنْ رَبُّ هَذَا الجَمَلِ؟ لِمَنْ هَذَا الجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتَىً مِنَ الأَنْصَارِ، فَقَالَ: هَذَا لِي يَا رسولَ الله. قَالَ: أفَلاَ تَتَّقِي اللهَ في هذِهِ البَهِيمَةِ الَّتي مَلَّكَكَ اللهُ إيَّاهَا؟ فَإنَّهُ يَشْكُو إِلَيَّ أنَّكَ تُجِيعُهُ وتُدْئِبُهُ.

(رواه أبو داود برواية البرقاني)

قَوْله ((ذِفْرَاهُ)): هُوَ بكسر الذال المعجمة وإسكان الفاءِ، وَهُوَ لفظ مفرد مؤنث. قَالَ أهل اللغة: الذِّفْرى: الموضع الَّذِي يَعْرَقُ مِنَ البَعِيرِ خَلفَ الأُذُنِ، وَقوله: ((تُدْئِبُهُ)) أيْ: تتعبه.

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ایک روز مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا، اور ایک بات بطورِ راز کے مجھ سے ارشاد فرمائی جو میں کسی کو نہیں بتلاؤں گا۔ اور نبی کریم (ﷺ) جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو کسی آڑ والی جگہ میں جانا پسند فرماتے تھے۔ اس موقعہ پر بھی آپ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ کو دیکھا۔ جب اس اونٹ نے نبی کریم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(ﷺ) کو دیکھا تو وہ بڑ بڑایا (یعنی اس نے آواز نکالی) پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ نبیٔ کریم (ﷺ) اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو سکون دلانے کے لیے اس کی کوہان اور کان کے پچھلے حصہ پر آپ نے ہاتھ پھیرا جس سے وہ مطمئن ہو گیا اور اس نے رونا بند کر دیا۔ پھر آپ نے پوچھا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان آگے بڑھا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ اونٹ میرا ہے۔ حضورِ اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ان جانوروں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنایا ہے؟ یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور (کام کرنے میں) تھکا دیتا ہے۔

حضور اکرم (ﷺ) کے مشابہ صحابی:

افادات:–یہ عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے چچازاد بھائی ہیں، ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے اور وہاں مسلمانوں کے سردار تھے، پھر فتحِ خیبر کے موقعہ پر وہاں سے مسلمانوں کی جماعت کو لے کر لوٹے، اور غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان کے صاحبزادے عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں، یہ بھی صحابی ہیں اور شکل وشباہت میں نبیٔ کریم (ﷺ) کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

یہاں تو یہ روایت اس لیے لائے ہیں کہ ان کو نبیٔ کریم (ﷺ) نے اپنی سواری پر پیچھے سوار فرما لیا۔ اس باب کے عنوان میں ایک بات یہ بھی آئی تھی کہ اگر سواری کے جانور میں ایک سے زیادہ سوار کا بوجھ برداشت کرنے کی طاقت ہو تو دوسرے کو بھی اپنے ساتھ سوار کر سکتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے جانور سے بھی اس کی طاقت کے مطابق کام لیناچاہیے،وقت پر اس کو کھانا دینا چاہیے۔اب ذراسوچو کہ جانور کو کھانا نہ دینے پر یہ تنبیہ فرمائی جارہی ہے؛ تو جولوگ اپنے بیوی بچوں کے کھانے پینے کاانتظام نہیں کرتے اور قصداًاس کی طرف سے غفلت برتتے ہیں ؛ ان کے لیے کیا وعید ہوگی!

منزل پر پہنچتے ہی سواری سے سامان اتاردو:

حدیث ۹۶۸:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلاً ،لاَ نُسَبِّحُ حَتَّى نَحُلَّ الرِّحَالَ. (رواه أبو داود بإسناد على شرط مسلم)

وَقَوْلُه : ((لا نُسَبِّحُ)) : أيْ لاَ نُصَلِّي النَّافِلَةَ ، ومعناه : أنَّا - مَعَ حِرْصِنَا عَلَى الصَّلاَةِ - لا نُقَدِّمُهَا عَلَى حَطِّ الرِّحَالِ وَإرَاحَةِ الدَّوَابِّ.

ترجمہ:- حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب کسی جگہ اترتے تھے تو نماز شروع نہیں کرتے تھے جب تک کہ کجاوے نہ کھول دیں (یعنی پہلے کجاوے کھول کر اونٹوں کو فارغ کردیتے تھے۔)

افادات:- اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے کہ سواری کے جانور کے اوپر اگر کچھ بوجھ ہے، تو جب اپنی منزل پر پہنچو؛توپہلاکام یہ کرو کہ اس کے اوپر سے بوجھ اتار دو،تاکہ وہ فارغ ہوکر ہلکا ہوجائے اوراس کوسکون ہوجائے۔اگراس کے اوپر بوجھ لادا ہواہے، اورآپ لوگوں سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مصافحہ اور ملاقاتیں کررہے ہیں ، نمازپڑھ رہے ہیں ؛ تو یہ طریقہ صحیح نہیں ہے،اور یہ بات اپنی منزل پر پہنچ جانے کی ہے ،درمیانِ سفر کی نہیں ہے

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سواری کے جانور پر بوجھ لاداہواہونے کی حالت میں دوسرے کاموں میں مشغول نہیں ہونا چاہیے،اس لیے کہ یہ جانور کوتکلیف دینے والی بات ہے، اس کو شریعت نے پسند نہیں کیا۔اور یہ بھی آداب میں سے ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب إعانة الرفيق

ساتھی کی مدد کرنا

سفر کے آداب کا سلسلہ چل رہاہے۔عنوان ہے:" بابِ إعَانَةِ الرَّفِيْق" سفر کے ساتھی اور رفقاء کی مدد کرنا۔مطلق مدد کے سلسلہ میں ایک روایت پہلے بھی گزر چکی ہے جس میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ ارشاد فرمایا کہ: جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگاہوا ہوتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں ہوتے ہیں۔

سفر میں ہر زائد چیز حاجت مند کو دیدے:

حدیث ۹۶۹:-

وعن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قَالَ:بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِيناً وَشِمَالاً، فَقَالَ رسولُ الله (صلی اللہ علیہ وسلم) : مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ زَادَ لَهُ. فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ المَالِ مَا ذَكَرَهُ، حَتَّى رَأَيْنَا، أَنَّهُ لاَ حَقَّ لأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ. (رواہ مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے ایک آدمی اپنی اونٹنی کے اوپر سوار آیا اور اپنی نگاہیں دائیں بائیں پھیرنے لگا(ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ضرورت مند تھا اور کسی ایسے آدمی کو تلاش کررہا تھا جو اس کی مدد کرے)نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو، وہ ایسے آدمی کو دیدے جس کے پاس سواری نہ ہو (مثلاً: کسی کے پاس دو اونٹ یا دو گھوڑے ہوں، وہ) اپنے رفقاء میں جس کے پاس سواری نہیں ہے اس کو دیدے،اور اگر کسی کے پاس توشہ زائد ہو تو اپنے ایسے بھائی کو دیدے جس کے پاس توشہ نہ ہو (حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) اس موقعہ پر صرف سواری اور توشہ کا تذکرہ نہیں فرمایا، بلکہ سفر میں ضرورت کی جتنی چیزیں ہوا کرتی ہیں ان سب کا اسی انداز میں تذکرہ فرمایا۔آپ (ﷺ) کے اس اندازِ گفتگو سے ہمیں ایسا اندازہ ہوا کہ جس کسی کے پاس جو بھی چیز زائد ہے اس میں اس کا کوئی حق ہے ہی نہیں ۔

افادات:- جیسے: جس کے پاس پانی زیادہ ہو،وہ اس کو دے جس کے پاس پانی نہیں ہے، اگر برتن زائد ہوں تو وہ اپنے بھائی کو دے جس کے پاس برتن نہیں ہیں،اگر کپڑے زائد ہوں تو وہ اپنے اس بھائی کو دے جس کے پاس کپڑے نہیں ہیں ، اگر جوتے زائد ہوں تو وہ اپنے اس بھائی دیدے جس کے پاس جوتے نہیں ہیں۔اس ارشاد سے نبی کریم (ﷺ) گویا یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جس کے پاس جو چیز بھی زائد ہے وہ اس کو اپنے پاس رکھے نہ رہے ،بلکہ اپنا جو بھائی اس چیز کا ضرورت مند ہے اس کو دیدے۔آدمی کو اپنا مزاج اسی نوع کا بنانا چاہیے۔اگر وہ چیز ہماری ضرورت میں استعمال ہوتی ہے تب تو ٹھیک ہے، لیکن جو چیز زائد ہو،اپنے استعمال کی نہ ہو تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہت سے ایسے بھائی مل جائیں گے جن کو اس چیز کی ضرورت ہے، اوران کے پاس نہ ہونے کی وجہ سے وہ تکلیف ومشقت میں مبتلا ہیں ،خاص طورپر سفر میں اس بات کا اور زیادہ اہتمام ہوناچاہیے۔

دوسروں کا بھی خیال رکھے:

حدیث ۹۷۰:-

وعن جابر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ (ﷺ) :أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ، فَقَالَ : يَامَعْشَرَ المُهَاجِرِينَ وَالأَنْصَارِ ! إن مِنْ إِخْوَانِكُمْ قَوْماً، لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ، وَلاَ عَشِيرةٌ، فَلْيَضُمَّ أحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ، أَو الثَّلاَثَةَ، فَمَا لأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إِلاَّ عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ،يَعْنِي أحدهم.قَالَ: فَضَمَمْتُ إِلَيَّ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلاثَةً مَالِي إِلاَّ عُقْبَةٌ كعقبة أحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِي.

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ایک مرتبہ کسی جہاد میں جانے کا فیصلہ کیا تو مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :اے مہاجرین اور انصار کی جماعت !تمہارے بھائیوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے پاس نہ مال ہے، نہ خاندان ہے (کہ خاندان والے ان کی مدد کریں)اس لیے تم میں سے جس کے پاس سواری ہو؛وہ ایسے دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملالے۔راوی کہتے ہیں کہ ہم میں سے جن کے پاس سواری تھی ہم ان کو باری باری سوار کرلیتے تھے۔چناں چہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھ دو یا تین ساتھیوں کو ملالیا اور میرے اس اونٹ میں خود میرا بھی اتنا ہی حصہ تھا جتنا میرے ان ساتھیوں کا تھا(یعنی جتنی دیر وہ سوار ہوتے تھے اتنی ہی دیر میں بھی سوار ہوتا تھا۔ ایسا نہیں کہ سواری کا مالک ہونے کی حیثیت سے مَیں اپنے لیے سواری کا حق زیادہ رکھوں)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–ظاہر ہے کہ جہاد میں جانے کے لیے توشہ، سواری، ہتھیار اور جو چیزیں اس سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے، اور جو لوگ جہاد میں شرکت کرنا چاہتے ہیں، ان میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس سواری نہیں ہوتی، بہت سے ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس توشہ نہیں ہوتا، بہت سوں کے پاس ہتھیار نہیں ہوتے؛ ایسے موقعہ پر نبی کریم (ﷺ) کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جہاد میں جانے سے پہلے لوگوں کو مدد کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ جیسے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر بڑی تنگی کا وقت تھا تو نبی کریم (ﷺ) نے لوگوں کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی کہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں جہاد میں جا رہے ہیں، ان کو دو؛ تاکہ جو لوگ نادار ہوں ان کو دے کر ان کو بھی جہاد کے لیے تیار کیا جائے۔

☑ **"ہم میں سے جن کے پاس سواری تھی ہم ان کو باری باری سوار کرلیتے تھے"** جیسے غزوۂ بدر کے موقعہ پر نبی کریم (ﷺ) جس اونٹ پر سوار ہوتے تھے اس پر اور دو صحابی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو باری باری سوار فرمالیا کرتے تھے۔

امیر ہر رفیق کی فکر کرے:

حدیث ۹۷۱:-

وعنه، قَالَ: كَانَ رسول الله (ﷺ) يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيرِ، فَيُزْجِي الضَّعِيفَ، وَيُرْدِفُ وَيَدْعُو لَهُ. (رواه أبو داود بإسناد حسن)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:– حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سفر میں پیچھے رہ جاتے اور (جو) کمزور (پیچھے رہ جاتا اس کو) آگے بڑھاتے اور جس کی سواری کام نہ کررہی ہوتی، اس کو اپنے پیچھے بٹھالیتے تھے، اور اس کے لیے دعا بھی فرمادیتے تھے۔

افادات:– اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو امیر ہو، اس کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اپنے رفقاء میں سے کوئی پیچھے نہ رہ جائے، اور اگر کوئی اپنی کمزوری کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہو، تو جب تک اس کو آگے نہ بڑھادے، وہاں تک امیر خود آگے نہ بڑھے۔ مطلب یہ ہے کہ سفر کے دوران اپنے رفقاء اور ساتھیوں کے ساتھ تعاون کا معاملہ ہونا چاہیے۔ اپنا سامان اگر چڑھادیا ہے تو اپنے ساتھیوں کا سامان رکھنے میں ان کی مدد کرنی چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ما یقول اذا رکب الدابۃ للسفر

سفر میں جب اپنی سواری پر سوار ہونے لگے؛ تو کیا دعا پڑھے؟

قَالَ اللہ تَعَالَی:وَجَعَلَ لَکُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ.(الزخرف:آیت نمبر:-۱۳،۱۲)

باری تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا:اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کشتیاں،چوپائے اور مویشی پیدا کیے جن پر تم سواری کرتے ہو،تاکہ جب تم ان کی پشت پر اچھی طرح سوار ہو جاؤ؛ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور یہ دعا پڑھو: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ﴾ (ترجمہ)پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لیے مسخر اور تابع کر دیا اور ہم اس کو اپنے قابو میں کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے(جیسے:گھوڑا،ہاتھی، اونٹ اور بیل یا جن جانوروں کو سواری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا جسم اس نوع کا بنایا ہے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اگروہ انسان کو ختم کرنا چاہیں تو بڑی آسانی سے کرسکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانوں کے لیے ایسا مسخر کردیا ہے کہ انسان اپنے فائدہ کے لیے جس طرح چاہتا ہے ان کو استعمال کرتا ہے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے اور یہ ایک نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائی ہے۔)

﴿وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ﴾ اور (جس طرح اس وقت ہم ایک سفر میں روانہ ہو رہے ہیں اسی مناسبت سے آخرت کی یاددلائی کہ ایک بہت بڑا سفر آخرت کا درپیش ہے اس کو یاد کرو کہ ہم ایک دن ہمارے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (گویا سفر کے موقع پر آدمی یہ بھی یاد رکھے۔)

حدیث ۹۷۲:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنَّ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجاً إِلَى سَفَرٍ، كَبَّرَ ثَلاثاً، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ. اللّٰهُمَّ إنا نسألكَ في سفرنا هذا البرّ والتَّقوى، ومنَ العملِ ما ترضى، اللَّهُمَّ هَوِّن عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ. اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ في السَّفَرِ، والخَلِيفَةُ في الأَهْلِ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ المَنْظَرِ، وَسُوءِ المُنْقَلَبِ في المَالِ وَالأَهْلِ وَالوَلَدِ. وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ: آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. (رواہ مسلم)

مَعْنَى ((مُقْرِنِينَ)): مُطِيقِينَ. وَ((الوَعْثَاءُ)) بفتحِ الواوِ وَإسكان العين المهملة وبالثاء المثلثة وبالمد وَهِيَ: الشِّدَّةُ. وَ((الكَآبَةُ)) بِالمَدِّ، وَهِيَ: تَغَيُّرُ النَّفْسِ مِنْ حُزْنٍ وَنَحْوِهِ. وَ((المُنْقَلَبُ)): المَرْجِعُ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) جب سفر کے لیے تشریف لے جاتے اوراپنے اونٹ کے اوپر اچھی طرح بیٹھ جاتے تھے تو تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے تھے،اور اس کے بعد یہ دعا پڑھتے:-(ترجمہ)پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کوہمارے لیے مسخراور تابع کردیااور ہم اس کواپنے قابومیں کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، اور ہم ایک دن ہمارےرب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔اے اللہ !ہم ہمارے اس سفر میں تجھ سے نیکی اور فرمانبرداری، اور گناہوں سے حفاظت کاسوال کرتے ہیں (یعنی نیک کام کی مجھے توفیق ہوتی رہے اور گناہوں سے بچتارہوں)اور ایسے عمل کی توفیق ملے جس سے توراضی ہو، اے اللہ!ہمارےاس سفر کو توہمارے لیے آسان کردے، اور اس کی دوری کو ہمارے لیے لپیٹ دے(یہ سفر ایسا آسان کردے کہ جلدی سے طے ہوجائے) اے اللہ!ہمارےاس سفر میں توہی ہمارارفیق ہے، اور ہمارے گھر والوں کا تو ہی محافظ ہے(ہماری غیر موجودگی میں گھروالوں کی توحفاظت کرنے والاہے۔اس لیے کہ آدمی جب سفرمیں جاتا ہے تواس کو یہ بھی فکر ہوتی ہے کہ میری غیرموجودگی میں گھرمیں پتہ نہیں کیاصورت پیش آئے گی؛اس لیےاپنی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ ہی سے محافظ بن جانے کی درخواست کی جارہی ہے) اے ا للہ! میں تجھ سےپناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقت اور پریشانی سے (عام طورپر سفر میں تکلیف وپریشانی پیش آتی ہے، اس سے حفاظت کی دعا مانگی جارہی ہے)اور برے منظر سے، اور برے لوٹنے سے مال میں ،اورگھر میں اور اولاد میں(مطلب یہ ہے کہ اس سفر میں کوئی ایسی چیز پیش نہ آئے جوتکلیف دہ ہو۔اوراسی طرح جب واپس لوٹوں توگھروالوں میں مال و اولاد میں بھی کوئی بری چیزیابری حالت دیکھنے کی نوبت نہ آئے۔ کبھی ایسا ہوتاہے کہ آدمی سفرسے واپس لوٹتاہےتوپتہ چلتاہےکہ فلاں بیمار ہوگیا،فلاں کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ساتھ یہ صورت پیش آئی؛ تو اس سے بھی پناہ چاہی گئی) جب نبی ٔکریم (ﷺ) سفر سے واپس لوٹتے تھے تو اس وقت بھی ان کلمات کو پڑھتے تھے اور یہ اضافہ فرماتے تھے: ”آئِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ“ہم واپس لوٹ رہے ہیں ،اوراپنے گناہوں سے توبہ کررہے ہیں ،اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں اوراپنے پروردگار کی تعریف وحمد بیان کرتے ہیں۔

ان دعاؤں کا بھی اہتمام ہو

حدیث ۹۷۳:-

وعن عبد الله بن سَرجِسَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رسول الله (ﷺ) إِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ، وَدَعْوَةِ الْمَظْلُومِ وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فى الأَهْلِ وَالمَالِ. (رواه مسلم)

هكذا هُوَ فى صحيح مسلم: ((الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ)) بالنون، و كذا رواه الترمذى والنسائى. قَالَ الترمذى: وَيُرْوَى ((الكَوْرُ)) بالراءِ، وَكِلاهما لَهُ وجه.

قَالَ العلماءُ: ومعناه بالنون والراءِ جميعاً: الرُّجُوعُ مِنَ الاسْتِقَامَةِ أَوِ الزِّيَادَةِ إِلَى النَّقْصِ. قالوا: ورِوايةُ الرَّاءِ مَأخُوذَةٌ مِنْ تَكْوِيرِ العِمَامَة وَهُوَ لَفُّهَا وَجَمْعُهَا ورواية النون، مِنَ الكَوْنِ، مَصْدَرُ كَانَ يَكُونُ كَوناً: إِذَا وُجِدَ وَاسْتَقَرَّ.

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ٔکریم (ﷺ) جب سفر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے تھے سفر کی مشقت، اورلوٹنے کی تکلیف ،حالات کی درستگی کے بعد تبدیلی پیدا ہوجانے سے (یعنی پہلے حالات ٹھیک ہوں اور پھر برائی آجائے) مظلوم کی بددعا سے (یعنی ایسا نہ ہو کہ سفر میں مجھ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے کسی پر کوئی ایسی زیادتی ہو جائے کہ وہ بددعا دیدے) اور برے منظر سے اپنے گھر والوں اور مال میں (یعنی سفر سے واپسی میں کوئی ایسی چیز دیکھنے کی نوبت آنے سے حفاظت کی دعا مانگی گئی)

افادات:-دیکھو! ہم سفر میں سہولت کے لیے اپنے طور پر جہاں بہت ساری تیاریاں کرتے ہیں؛ وہیں ان دعاؤں کا بھی خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ سفر کی سہولت اور مشقت، پریشانی اور تکلیف سے بچنے کے جتنے بھی اسباب آدمی اختیار کرتا ہے، ان تمام اسباب میں تاثیر ڈالنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، اس لیے اصل تو یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اسباب ووسائل پر اعتماد و بھروسہ کرکے نہ بیٹھے، چاہے کیسی ہی تیاریاں کیوں نہ کی ہوں، کیسے ہی سامان سہولت و راحت وآسانی کے آپ نے مہیا کیوں نہ کئے ہوں۔ اس کے باوجود ان پر اعتماد کرنے کے بجائے رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور سارا اعتماد اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور اس کے فضل و کرم پر ہو۔

سفر کی دعا پر مغفرت:

حدیث ۹۷۴:-

وعن عَلِي بن ربيعة، قَالَ: شهدت عليَّ بن أَبي طالب رضی اللہ عنہ أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ في الرِّكَابِ، قَالَ: بِسْمِ اللهِ. فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا، قَالَ: اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ، ثُمَّ قَالَ: الحمْدُ للهِ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، ثُمَّ ضَحِكَ. فَقِيلَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ النبيَّ (ﷺ) فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ. فَقُلْتُ: يَا رسول الله، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: ((إِنَّ رَبَّكَ تَعَالَى يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ: اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي. يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي))

رواه أبو داود والترمذي، وقال: ((حديث حسن))، وفي بعض النسخ: ((حسن صحيح)). وهذا لفظ أبي داود.

ترجمہ:۔حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، ان کے پاس سواری کا جانور لایا گیا تاکہ اس پر سوار ہوں، جب انہوں نے رکاب میں اپنا پاؤں رکھا تو بسم اللہ پڑھی (اس سے معلوم ہوا کہ آج کل اگر بس، ٹرین یا کسی بھی سواری پر سوار ہونے کے لیے آدمی جب اندر پاؤں رکھے؛ تو بسم اللہ پڑھنی چاہیے) اور جب اچھی طرح سوار ہوگئے تو یہ دعا پڑھی: ”الْحَمْدُ للهِ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ. وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ“ اس کے بعد تین مرتبہ ”الحمد للہ“ پڑھا۔ اس کے بعد تین مرتبہ ”اللہ اکبر“ پڑھا۔ اس کے بعد پڑھا ”سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ“ (ترجمہ) اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، میں نے گناہوں کے ذریعہ سے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، تو میرے گناہوں کو معاف کردے، اس لیے کہ تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا۔ یہ دعا پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرائے۔ ان سے پوچھا گیا کہ: آپ کس بات پر مسکرائے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَیں نے نبیِ کریم (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح کیا جیسا کہ میں نے ابھی کیا، اور پھر آپ بھی اسی طرح مسکرائے تھے، تو میں نے پوچھا تھا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں مسکرائے؟ تو حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا تھا: جب بندہ ”اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي“ کہتا ہے (اے اللہ! تو میرے گناہوں کو معاف کردے، تیرے سوا میری مغفرت کوئی نہیں کرسکتا) تو اللہ تعالیٰ بندے سے خوش ہوتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں اور فرماتے ہیں کہ:ہاں !میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے علاوہ اس کے گناہوں کو کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ (بس !خوش ہو کر اللہ تعالیٰ بندے کو معاف کر دیتے ہیں۔)

افادات:- یہ حضرات ِ صحابہ کا کمالِ اتباع ہے۔ اور ا حادیث کو یاد رکھنے کا سب سے مضبوط طریقہ یہی ہے۔دین کی جتنی بھی باتیں آدمی سنتا ہے ان کو یاد رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس کے مطابق عمل کرے،جب کسی بات پر چندمرتبہ عمل کرے گاتو پھر وہ بات کبھی بھول نہیں سکتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب تکبیر المسافرِ إذَا صعد الثنایا وشبهها وتسبیحه إذَا هبط الأودیة ونحوها والنهی عن المبالغة برفع الصوتِ بالتکبیر

مسافر دورانِ سفر جب کسی ٹیلہ یا اونچی جگہ پر چڑھے تو اللہ اکبر پڑھے اور جب نیچی جگہ اتر رہا ہو؛ تو سبحان اللہ کہے اور جب بھی کوئی ذکر کرے تو آہستہ آواز میں کرے

حدیث ۹۷۵:-

عن جابر رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا. (رواه البخاری)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دورانِ سفر (کوئی بھی سفر ہو،حج وعمرہ کا، جہاد کا، یا تجارت کا ہو) جب ہم کسی اونچی جگہ پر چڑھتے؛تو اللہ اکبر کہتے تھے، اورجب کسی نیچی جگہ پر اترتے تھے ؛تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

افادات:–یہ بھی سفر کے آداب میں سے ہے۔حج یا عمرہ کے لیے جاتے ہیں تو آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے جگہ جگہ پر" اللہ اکبر" لکھا ہوا دیکھا ہوگا،وہ ایسی ہی جگہ ہوتی ہے جہاں چڑھائی آتی ہے،اور کہیں "سبحان اللہ"لکھا ہوا ہوتا ہے ،وہ ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں سے نیچے اترنا ہوتا ہے۔

حدیث ۹۷۶:-

وعن ابن عمرَ رضی اللہ عنہما قالَ: كَانَ النَّبِيُّ (ﷺ) وجيُوشُهُ إِذَا عَلَوا الثَّنَايَا كَبَّرُوا، وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا. (رواه أبو داود بإسناد صحيح)

ترجمہ:–حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) اور آپ کے لشکر والے جب دورانِ سفر کسی اونچائی اورٹیلہ وغیرہ پر چڑھتے تھے؛تو اللہ اکبر پڑھتے تھے۔اور جب کہیں نیچائی کی طرف اترتے تھے توسبحان اللہ پڑھتے تھے۔

افادات:–مطلب یہ ہے کہ سب کو کہنا چاہیے،کسی ایک کا کہنا سب کی طرف سے کافی نہیں ہے۔ہر ایک کودعاؤں اور تکبیرات کا اہتمام کرنا چاہیے۔

حدیث ۹۷۷:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ (ﷺ) إِذَا قَفَلَ مِنَ الحَجِّ أَوِ العُمْرَةِ، كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلاثاً، ثُمَّ قَالَ: لاَ إِلهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ قَدِيرٌ. آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، سَاجِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الأحْزَابَ وَحْدَهُ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

وفي رواية لمسلم: إِذَا قَفَلَ مِنَ الجُيُوشِ أَوِ السَّرَايَا أَوِ الحَجِّ أَوِ العُمْرَةِ.

قَوْلُهُ: ((أَوْفَى)) أَيْ: ارْتَفَعَ، وَقَوْلُه: ((فَدْفَدٍ)) هُوَ بفتح الفائَين بينهما دال مهملة ساكِنة، وَآخِره دال أخرى وَهُوَ: ((الغَلِيظُ المُرْتَفِعُ مِنَ الأرضِ)).

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) جب حج یا عمرہ سے لوٹتے تھے، اور مسلم شریف کی روایت میں یہ ہے کہ جب آپ (ﷺ) لشکر کے ساتھ جہاد سے لوٹتے تھے: تو (دورانِ سفر) جب کسی اونچی جگہ یا ٹیلہ کے اوپر آپ چڑھ رہے ہوتے تھے، تین مرتبہ "اللہ اکبر" پڑھتے تھے۔ اور پھر پڑھتے تھے: (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی یکتا اور تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ساری حکومت اور ملک اسی کا ہے، اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم لوٹ رہے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و توبہ کرتے ہیں، اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اللہ ہی کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، اور اللہ ہی کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں، اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھلایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی، اور تمام لشکروں کو تنِ تنہا شکست دی۔

افادات:- غزوۂ احزاب کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے جو مدد فرمائی تھی، اسی کے نتیجہ میں تمام لشکر شکست کھا کر واپس لوٹے تھے، حضور اکرم (ﷺ) نے اپنی اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی اسی مدد اور نعمت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۹۷۸:-

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ **: أنَّ رجلاً قَالَ: يَارسول الله! إنّي أُرِيدُ أنْ أُسَافِرَ فَأوْصِنِي، قَالَ: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ، وَالتَّكْبِيرِ عَلَى كلِّ شَرَفٍ. فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ البُعْدَ، وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ.** (رواہ الترمذی، وقال: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبیٔ کریم (ﷺ) سے درخواست کی: اے اللہ کے رسول! میں سفر میں جارہا ہوں آپ مجھے نصیحت فرمایئے۔ نبیٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا: اللہ کا تقویٰ، اس کا خوف اورڈر لازم پکڑو، اور ہر اونچی جگہ پر اللہ اکبر کہو۔ جب وہ چلا گیا تو آپ (ﷺ) نے دعا کی: اے اللہ! اس کی دوری لپیٹ لے ،اور اس کے سفر کو آسان کردے

حدیث ۹۷۹:-

وعن أبي موسى الأشعريِّ رضی اللہ عنہ **قَالَ: كنّا مَعَ النبيِّ (ﷺ) فى سَفَرٍ، فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ، هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا وارتَفَعَتْ أصْوَاتُنَا، فَقَالَ النبيُّ (ﷺ): يَاأيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوا عَلَى أنْفُسِكُمْ، فَإنَّكُمْ لاَتَدْعُونَ أصَمَّ وَلاَغَائِباً، إنَّهُ مَعَكُمْ، إنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ.** (متفقٌ عَلَيْهِ) **((ارْبَعُوا)) بفتحِ الباءِ الموحدةِ أيْ: ارْفُقوا بِأَنْفُسِكُمْ.**

ترجمہ:- حضرت اَبوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبیٔ کریم (ﷺ) کے ساتھ ایک سفر میں تھے (غزوۂ خیبر سے واپسی کا قصہ ہے) جب ہم کسی وادی میں اونچائی پر چڑھتے ؛تو "لاالٰہ الّا اللہ و اللہ اکبر" پڑھتے تھے (اس روایت میں "لاالٰہ الّااللہ" کا اضافہ ہوا) اورہماری آوازیں بہت بلند ہوتی تھیں (ایک طریقہ تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو زحمت وتکلیف میں ڈالے بغیر معمول کے مطابق بلند آواز سے پڑھے؛ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، لیکن ایسی بلند آواز جس میں خود پڑھنے

والا بھی مشقت میں پڑ جائے، جس کو ہمارے یہاں چلّانے سے تعبیر کرتے ہیں؛ تو اس کی اجازت نہیں ہے) تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر نرمی اور آسانی کرو (معلوم ہوا کہ وہ لوگ آواز بلند کرنے میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لے رہے تھے) تم ایسی ذات کو نہیں پکار رہے ہو جو بہری اور غائب ہو، بلکہ وہ تو تمہارے ساتھ ہے، سننے والی اور قریب ہے۔

افادات:–اس لیے کہ زور سے آواز لگانے کی ضرورت دو میں سے کسی ایک وجہ ہی سے پیش آتی ہے، یا تو جس کو پکار رہے ہیں وہ بہرہ ہے اس لیے زور سے اور عام معمول سے بلند آواز سے بولنے کی ضرورت پڑتی ہے، یا جس کو ہم پکار رہے ہیں وہ دور ہے، تو اگر ہم آہستہ یا عام معمول کے مطابق بولیں گے تو وہ سن نہیں پائے گا، اس لیے ہمیں ذرا بلند آواز سے بولنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہو جو نہ دور ہے اور نہ بہرا ہے، بلکہ قریب ہے اور سننے والا ہے؛ اس لیے چلّانے کی ضرورت نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب استحباب الدعاء فی السفر

سفر میں دعا کا مستحب ہونا

مسافر کو چاہیے کہ سفر میں دعاؤں کا اہتمام کرے، اس لیے کہ قبولیت اور اجابتِ دعا کی جو حالت اوراوقات بتائے ہیں ،جیسے: لیلۃ القدر، جمعہ کے دن میں کوئی ایک ساعت اور گھڑی ایسی ہوتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے، افطار کا وقت۔اسی طرح بعض مقامات ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے،جیسے: مطاف میں ،ملتزم پر، صفااور مروہ پر۔اسی طریقہ سے بعض حالات میں بھی دعا قبول ہوتی ہے، انہیں میں سے ایک حالت سفر کی بھی ہے، اس لیے سفر میں بھی دعاکااہتمام کرناچاہیےاوراس موقعہ کو ضائع نہیں کرناچاہیے۔آدمی جب سفر میں ہوتا ہے توروزمرّہ کے جوکام ہوتے ہیں وہ بھی نہیں ہوتے،آدمی بالکل فارغ ہوتا ہے؛تو پڑھنے پڑھانےاوردعامیں مشغول رہنا چاہیے، بے کار چیزوں میں پڑنے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ بعض لوگ سفر میں وقت گزارنے کے لیے گانے سنتے ہیں،اوردوسری لغویات میں مصروف رہتے ہیں،اورکہتے ہیں کہ ٹائم پاس کے لیےکچھ توہوناچاہیے۔اس لیے یہاں اس چیز کی طرف متوجہ کیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گیا کہ دعا کا اہتمام کرے۔ ویسے بھی یہ حالت دعا کی قبولیت کی ہے تو اپنے لیے ، اہل خاندان اور پوری امت کے لیے خوب دعائیں کرے۔

تین دعائیں قبول ہی ہوتی ہیں :

حدیث ۹۸۰:-

وعن أَبِي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رسولُ الله (ﷺ): ثلاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لاَ شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ المَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ المُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ

رواه أَبُو داود والترمذي، وقال: ((حديث حسن)). وليس في رواية أَبي داود: ((عَلَى وَلَدِهِ))

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تین دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک اور تردّد نہیں۔ ۱: مظلوم کی دعا ۲: مسافر کی دعا ۳: باپ کی بد دعا اپنے بیٹے کے لیے۔

افادات:- ان تینوں حالتوں میں انکساری اور رجوع و انابت کی ایک خاص کیفیت پائی جاتی ہے:-

[۱]: مظلوم:- جس پر ظلم وزیادتی کی گئی ہو تو ظاہر ہے کہ ظلم کے نتیجہ میں اس کی طبیعت میں انکساری ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع وانابت کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

[۲]: مسافر:- ظاہر ہے کہ گھر پر رہتے ہوئے جو آرام و راحت ، سکون و اطمینان اور چین ملتا ہے، وہ سفر میں نہیں ملتا، آدمی کچھ نہ کچھ تکلیف محسوس کرتا ہی ہے۔ سفر جتنی بھی راحت کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہو،طبیعت میں ایک طرح کی بے چینی اور بے کلی ہوتی ہے،اوریہی حالت اس کی دعاکو قبولیت سے زیادہ قریب کرنے والی ہے۔

۳: باپ:-ظاہر ہے کہ باپ ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی اولاد کے لیے بد دعا نہیں کرسکتا،لیکن لامحالہ بیٹے کی طرف سے کوئی بہت زیادہ خطرناک صورت پائی گئی،اورکوئی ناروا معاملہ کیاگیا،جس کی وجہ سے وہ بددعاکرنے پر مجبور ہوا۔

لیکن مسافرکی دعا قبول ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی روزی اوراس کالباس حلال ہو۔اس لیے کہ حدیثِ پاک میں ہے({ FR 2039 })نبی کریم ﷺ نےارشاد فرمایا: ایک آدمی پراگندہ بال اور غبارآلودچہرےوالا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاکر دعا کرتے ہوئے" یاربّ، یاربّ" کہتاہے،لیکن اس کا کھاناحرام،اس کاپیناحرام،اس کالباس حرام؛اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے؟اس لیے مسافر کی دعا کے قبول ہونے کے واسطے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ اس کی غذاحلال ہو،لیکن مظلوم اورباپ کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب ما یدعو به اذا خاف الناس او غیرھم

جب کسی سے خطرہ ہو تو کیا دعا پڑھے:

دورانِ سفر ایسے حالت بھی پیش آتے ہیں جن میں کسی کی طرف سے خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہم پر حملہ نہ کردے،خاص کر کہ اُس زمانہ میں سفر مامون و محفوظ نہیں ہوتا تھا،سامان لوٹ لیے جانے کا اندیشہ رہتا تھا،قافلوں پر حملے ہوتے رہتے تھے،جان ومال کا خطرہ رہتا تھا، تو اگر کسی کی طرف سے خطرہ محسوس کرے تو اس صورت میں دعا کے کیا الفاظ استعمال کرنے چاہئیں؛اس باب میں اس کو بتلاتے ہیں۔

حدیث ۹۸۱:-

عن أَبِي موسىٰ الأشعرِيِّ رضی اللہ عنہ **أَنَّ رسولَ الله (ﷺ) كَانَ إِذَا خَافَ قَوْماً، قَالَ: أَللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِى نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُبِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ.(رواه أَبُو داود والنسائى بإسنادٍ صحيحٍ)**

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم (ﷺ) کسی قوم(یا جماعت)کی طرف سے خطرہ محسوس کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: (ترجمہ) یااللہ! ہم تیری ہی ذات کو ان کے مقابلہ میں کردیتے ہیں اوران لوگوں کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-یہ دعا جنگ کے موقعہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، کسی سے بھی کوئی خطرہ ہو، جیسے: سرکاری اہلکاروں کی طرف سے خطرہ ہو، یا کسی اور کی طرف سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو؛ تو ایسے موقعہ پر یہ دعا پڑھی جاسکتی ہے۔اور سامنے کوئی غیر مسلم ہی ہو یہ بھی ضروری نہیں ، بلکہ کسی مسلمان کی طرف سے جان، مال ، عزت وآبرو کا کوئی خطرہ ہو تو اس موقعہ پر بھی یہ دعا پڑھ کر حفاظت مانگی جاسکتی ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے آپ بیتی کے اندر لکھا ہے کہ ۱۹۴۷ء میں جب تقسیمِ ملک کے وقت دہلی میں فسادات ہوئے، تو بابو ایاز صاحب (تبلیغی پرانے احباب واقف ہوں گے کہ نظام الدین مرکز بنگلہ والی مسجد کے دروازے سے بالکل لگ کر جو ہوٹل تھا، وہ انہیں کا تھا۔ آج کل تو وہ سب ٹوٹ کر نیا بن گیا ہے) بنگلہ والی مسجد میں مقیم حضرات کے لیے سودا لینے کے واسطے جاتے تھے، حالات بڑے کشیدہ تھے، اور آپس میں بہت مار کٹائی ہو رہی تھی، خاص کر مسلمانوں کو سکھوں کی طرف سے بہت ضرر پہنچ رہا تھا۔ایک مرتبہ وہ تانگہ میں آرہے تھے ، تو اسی میں کچھ سکھ بھی بیٹھے ہوئے تھے، وہ ان کو دیکھ کر کہنے لگے: ہم تجھے قتل کرڈالیں گے۔یہ ان کو کہنے لگے: تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔وہ ان کو یہی کہتے رہے اور یہ ان کو یہی جواب دیتے رہے، یہاں تک کہ نظام الدین آگیا اور یہ اطمینان سے اتر کر مسجد پہنچ گئے۔حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: تم نے اتنے اطمینان سے ان کو یہ جواب کیسے دیا؟ تو انہوں نے کہا: مَیں نے یہ دعا سن

رکھی تھی، مَیں اسی کا ورد کر رہا تھا، اور مجھے یقین تھا کہ اس دعا کی برکت سے وہ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

لہٰذا آدمی اگر یقین کے ساتھ ان چیزوں کو پڑھتا اور عمل کرتا ہے، تو فوری طور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے کسی بھی عمل کے اثر کے ظاہر ہونے میں جو کمی ہوتی ہے، اس میں ہمارے ہی کسی قصور و کوتاہی کو دخل ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب مايقول إذا نَزَلَ مَنْزِلاً

دورانِ سفر جب کہیں قیام کے لیے اترے؛ تو اس وقت کیا پڑھنا چاہیے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پڑاؤ ڈالنے کی دعائیں:

حدیث ۹۸۲:-

عن خولة بنت حَكِيمٍ رضی اللہ عنہا **قالت: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ (ﷺ) يَقُوْلُ: مَنْ نَزَلَ مَنْزِلاً ثُمَّ قَالَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ؛ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذَلِكَ.** (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب مسافر سفر کے دوران کسی منزل پر قیام کرے اور یہ پڑھے: اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعہ میں پناہ حاصل کرتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا؛ تو جب تک اس منزل سے روانہ نہیں ہوگا وہاں تک کوئی چیز اس کو تکلیف نہیں دے گی۔

افادات:- اس لیے کہ نہیں معلوم اس جگہ قیام کے دوران کس کی طرف سے کیا افتاد، کیا تکلیف اور کیا ایذاء پیش آجائے، اس لیے ہر مخلوق کے شر سے پناہ چاہی گئی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہر مسافر کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کسی جگہ قیام کی نوبت آئے تو اس دوران اللہ تعالیٰ اس کو ہر افتاد، پریشانی اور ایذاء و تکلیف سے بچائے رکھے، کون مسافر ایسا ہو گا جس کا جی یہ نہ چاہتا ہو؟ تو اس کے لیے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بڑا آسان نسخہ بتا دیا اور گارنٹی دے رہے ہیں، اطمینان دلا رہے ہیں کہ جب تک وہ وہاں سے روانہ نہیں ہو گا وہاں تک کوئی تکلیف اس کو پہنچنے والی نہیں۔

حدیث ۹۸۳:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) إِذَا سَافَرَ فَأَقْبَلَ اللَّيْلُ، قَالَ: يَا أَرْضُ! رَبِّي وَرَبُّكِ اللهُ، أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ أَسَدٍ وَأَسْوَدٍ، وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ، وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ. (رواه أبو داود)

وَ((الأَسْوَدُ)): الشَّخْصُ، قَالَ الْخَطَّابِيُّ: وَ((سَاكِنُ الْبَلَدِ)): هُمُ الْجِنُّ الَّذِينَ هُمْ سُكَّانُ الأَرْضِ. قَالَ: وَالْبَلَدُ مِنَ الأَرْضِ: مَا كَانَ مَأْوَى الْحَيَوَانِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ بِنَاءٌ وَمَنَازِلُ. قَالَ: وَيَحْتَمِلُ أَنَّ الْمُرَادَ: ((بِالْوَالِدِ)) إِبْلِيسُ: ((وَمَا وَلَدَ)): الشَّيَاطِينُ.

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب سفر کرتے اور رات آتی تو آپ (زمین کو مخاطب کرکے) فرماتے: اے زمین! میرا اور تیرا مالک اللہ ہے، مَیں اللہ کی پناہ حاصل کرتا ہوں تیرے شر سے، تیرے اندر جو چیزیں ہیں ان کے شر سے، تیرے اندر جتنی چیزیں پیدا کی گئی ہیں (انسان، جانور) ان کے شر سے۔ اور وہ تمام جانور جو تیرے اوپر رینگتے اور چلتے ہیں ان کے شر سے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اورمَیں پناہ حاصل کرتاہوں شیر، اژدھے کے شر سے (جنگلوں اورویران جگہوں کے اندر اس زمانہ میں یہ چیز عام تھی)اورسانپ و بچھو سے اور اس بستی میں رہنے والوں سے ،اور والد واولاد سے۔

افادات:–"ساکن البلد "سے کیامراد ہے؟علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ علامہ خطابیؒ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:جہاں کوئی جاندار بستاہو،چاہے وہاں مکانات اور گھر نہ ہوں،لیکن کوئی بھی جاندار وہاں آباد ہو؛اس کو عربی میں **"بلد"** سے تعبیر کرتے ہیں ۔علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ کسی بھی آبادی میں جب آدمی ٹھہرتا ہے تووہاں جانوراورجنات وغیرہ رہتے ہی ہیں،توجو بھی وہاں آباد ہوں؛چاہے وہ جن ،شیاطین ہوں ،یااور جاندار ،سانپ بچھو،اژدہے،شیر وغیرہ ؛ ہر ایک کے شر سے پناہ مانگی جارہی ہے۔

"والد"سے مرادشیطان ہے،اور"ولد"سے اس کی اولادمراد ہے(یعنی شیطان اور اس کی اولاد سے پناہ چاہی جارہی ہے۔)

دورانِ سفر ان ساری چیزوں کی طرف سےتکلیف اورایذاء پہنچ سکتی ہے،تو نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی اس دعامیں ان تمام کوشامل فرمالیا۔اس دعا کا اہتمام کرنے سے آدمی ہر طرح کے شر سے محفوظ رہتا ہے، اس لیے ان دعاؤں کو بھی یاد کرنے کا اہتمام کرلینا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب استحباب تعجیل المسافر الرجوع إِلَی أهله إِذَا قضی حاجته

کام جب مکمل ہو جائے تو گھر لوٹنے میں جلدی کرنا چاہیے

آدمی سفر میں جائے اور سفر کی ضرورت پوری ہو جائے، جس کام کے لیے گیا تھا وہ پورا ہو جائے؛ تو اب جلدی سے گھر لوٹ آنا چاہیے، وہاں پڑا نہ رہے، اس لیے کہ سفر تو ایک عارضی حالت ہے، اصل حالت تو حضر اور قیام ہی کی ہے، اس لیے ضرورت کے پیشِ نظر ایک عارضی حالت اختیار کی گئی تھی، جب ضرورت پوری ہو گئی تو اب آدمی کو چاہیے کہ اپنے گھر لوٹ جائے۔

حدیث ۹۸۴:-

عن أَبِي هريرة رضی اللہ عنہ أَنَّ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ العَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ سَفَرِهِ، فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ)) (متفقٌ عَلَيْهِ) ((نَهْمَتَهُ)): مَقْصُودَهُ.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے (یعنی آدمی کو دورانِ سفر مشقتیں، تکالیف اور دشواریاں پیش آتی ہی ہیں) آدمی کے کھانے پینے اور اس کی نیند سے رکاوٹ بنتا ہے، اس لیے جس مقصد کے لیے سفر کیا تھا وہ پورا ہو جائے تو آدمی کو چاہیے کہ جلدی سے گھر لوٹ جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- سفر میں کھانا نصیب تو ہوتا ہے لیکن جس اطمینان وسکون سے اور جس طرح طبیعت ومزاج کے مطابق گھر پر رہ کر آدمی کھانے پینے اور نیند کی ضرورت پوری کرسکتا ہے؛ دورانِ سفر ایسا موقعہ نصیب نہیں ہوتا، اور سفر کیسا ہی آرام دہ کیوں نہ ہو، کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی پریشانی ہوتی ہی ہے، کھانے میں وہ لطف نہیں ملتا، جو گھر پر رہ کر ملتا ہے۔ گویا سفر آدمی کی ان بنیادی ضرورتوں کے پورا ہونے میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ ایک طرح کی سزا اور عذاب ہی ہوا، اس لیے حضور اکرم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ جب یہ عذاب ہی کا ایک حصہ ہے تو کسی آدمی کو یہ نہیں چاہیے کہ اپنے اختیار سے اس عذاب کو باقی رکھے، ایک ضرورت کے پیشِ نظر یہ حالت اختیار کی گئی تھی، جب ضرورت پوری ہوجائے تو اس حالت کو بھی ختم کردینا چاہیے۔ نبیٔ کریم (ﷺ) کی یہی ہدایت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب استحباب القدوم علی أهله نهاراً وكراهته في الليل لغير حاجة

آدمی کا اپنے گھر دن کے وقت لوٹنا اوربلاضرورت رات کے وقت لوٹنے کا ناپسندیدہ و مکروہ ہونا

اس ادب کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی جب دن میں آئے گاتوگھر والوں کورات تک مہلت مل جائے گی۔اس لیے کہ عام طورپر آدمی جب سفرسے لوٹتاہےتوفطری تقاضہ کے پیشِ نظر اپنی جنسی ضرورت پوری کرنے کے لیےاس کا میلان گھروالوں کی طرف ہوتا ہے،اگررات کے وقت پہنچے گاتوگھروالوں کواس کے لیے تیاری کاموقع نہیں ملے گا،اس لیے دن میں پہنچنے کو پسندیدہ،اوررات میں پہنچنے کوناپسند کیاہے۔یہ ادب اُس زمانہ کے اعتبار سے تھا،آج اِس زمانہ میں اسباب ووسائل مہیاہیں جن کے پیشِ نظر اگرآپ پہلے سے اپنی آمد کی اطلاع کردیں تو رات کو پہنچنے میں بھی کوئی اشکال نہیں،کیونکہ رات کوواپس لوٹنےسے منع کرنے کی جو علت تھی وہ نہیں رہی۔پہلے زمانہ میں فون یاٹیلی گرام وغیرہ سے اطلاع کرنا ممکن نہیں تھا، قافلوں میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سفر ہوتے تھے، اور معلوم نہیں کہ قافلہ کب پہنچتا ہے، اگر رات کے وقت پہنچ گیا تو گھر والوں کو معلوم ہی نہیں ہے کہ آج شوہر صاحب کی تشریف آوری ہے کہ ان کے استقبال کی کچھ تیاریاں کی جاسکیں، اور عام طور پر عورتوں کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ شوہر کی غیر حاضری میں کھانے پینے اور زیب وزینت کا کوئی خاص اہتمام نہیں کرتیں، اس طرف سے غفلت برتی جاتی ہیں، اب اگر بیوی نے اپنا حلیہ ایسا بنا رکھا ہے کہ شوہر اس حالت میں اس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا اور اچانک رات میں پہنچ گئے اور ایسی حالت میں بیوی کو دیکھ لیا، تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی طرف سے طبیعت میں ایک طرح کی نفرت سی پیدا ہو جاتی ہے، حالاں کہ یہ ایک وقتی حالت ہوتی ہے، لیکن بعض مرتبہ یہی نفرت دائمی بن جاتی ہے، اور آگے جاکر ازدواجی حقوق کی ادائیگی یا ازدواجی تعلقات کے باقی رہنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اس لیے شریعت کی طرف سے جو ہدایتیں دی جاتی ہیں ان میں بڑی مصلحتیں ہیں۔ اور شریعت نے میاں بیوی کے تعلقات کے معاملہ میں بڑا اہتمام اس بات کا کیا ہے کہ کوئی بھی بات ایسی نہیں ہونی چاہیے جو آپس کے تعلقات کی صفائی و شفافی میں رخنہ اندازی اور ذرا سا بھی میل پیدا کرنے والی اور دلی محبت میں ذرا سی بھی کمی لانے والی ہو، بلکہ میاں بیوی ہونے کی حیثیت سے دونوں کے تعلقات ایسے بے تکلّفانہ ہونے چاہئیں کہ دونوں میں سے کسی کے دل میں دوسرے کے متعلق ادنیٰ سا بھی تردّد و شبہ اور بدگمانی نہیں ہونی چاہیے، دونوں ایک دوسرے کے سارے حالات سے پورے طور پر واقف ہوں، میاں بیوی کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

درمیان اس انداز کا تعلق ہونا چاہیے کہ کوئی بھی آکر کچھ بھی کہہ دے تو وہ جواب دے کہ مجھے سب معلوم ہے۔

ایک روایت یاد آگئی، ابوداود شریف میں ہے({ FR 3809 })عورت جب غسل کرلے تو مرد اس کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے، اور مرد کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل نہ کرے، ہاں! اگر دونوں ساتھ غسل کرلیں تو بہت مناسب ہے۔ اس روایت میں طہارت کا ایک مسئلہ ہے جس کو ائمہ نے موضوعِ بحث بنایا ہے، لیکن ہمارے اکابرمیں سے حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں جو ہدایتیں دی گئی ہیں کہ مرد کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے عورت اور عورت کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد غسل نہ کرے، اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ دونوں جب جنابت کا غسل کررہے ہیں تو ایسی بھی اجنبیت کیا ہورہی ہے کہ وہ اس کا انتظار کررہاہے اور یہ اس کا انتظار کررہی ہے، دونوں ایک ساتھ بیٹھ کر ایک ہی برتن سے غسل کرلیں تاکہ دونوں کے تعلقات کی بے تکلفی باقی رہے۔ اس لیے کہ انبیاء رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں اس بات کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات کی خوشگواری پورے طور پر باقی رہنی چاہیے، اور شیطان اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات میں رخنہ اندازی ہو، تاکہ اس کے نتیجہ میں آپس میں جھگڑے ہوں اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو اور یہی چیز آگے جاکر دونوں کے لیے دوسرے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گناہوں میں مبتلا ہونے، یا ازدواجی تعلقات کے ٹوٹنے کا ذریعہ بنے۔ اور شیطان کے نزدیک اس کے چیلوں میں سب سے زیادہ محبوب وہی ہے جو میاں بیوی میں پھوٹ ڈال کر آیا ہو۔

روایتوں میں آتا ہے کہ شیطان شام کے وقت سمندر کے اوپر اپنا تخت بچھا کر اپنے چیلوں سے رپورٹ وصول کرتا ہے کہ کیا کارگزاریاں ہیں؟ کوئی کہتا ہے کہ: ایک آدمی نماز پڑھنے جارہا تھا، مَیں نے وسوسہ ڈال کر نماز سے روک دیا۔ ہر ایک اپنے اپنے کارنامے بیان کرتا ہے۔ شیطان سب کی سن لیتا ہے۔ ایک شیطان کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی کے درمیان جھگڑا کرایا، یہاں تک کہ طلاق اور جدائیگی کی نوبت آگئی، یہ سن کر شیطان بہت خوش ہوتا ہے اور اس کو گلے سے لگاتا ہے کہ کام تو تونے کیا ہے!

(صحیح مسلم۔ باب تحریش الشیطان وبعثہ سرایاہ لفتنۃ الناس وأن مع کل إنسان قرینا۔ حدیث نمبر: ۷۲۸۴)

رات میں اچانک گھر نہ آئے:

حدیث ۹۸۵:-

عن جابر رضی اللہ عنہ أنَّ رسولَ اللهِ (ﷺ) قَالَ: إِذَا أطال أحَدُكُمُ الغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقَنَّ أهْلَهُ لَيْلاً.

وفی روایۃٍ: أنَّ رسول الله (ﷺ) نَهَى أنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلاً. (متفقٌ علَيْهِ)

ترجمہ:–حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی جب لمبے زمانہ تک گھر سے غیر حاضر رہا ہو(یعنی طویل زمانہ تک سفر میں رہا ہو) تورات میں اچانک گھر نہ آئے۔ایک روایت میں ہے کہ رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس اچانک واپس لوٹنے سے نبی کریم (ﷺ) نے منع فرمایا۔

افادات:–ایک صورت تو یہ ہے کہ صبح کہیں گئے اور رات واپس لوٹے؛ تب تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔ممانعت تو اس صورت میں ہے کہ آپ ایک طویل زمانہ کے لیے سفر پر گئے، گھر والوں کو پتہ بھی نہیں ہے کہ کب لوٹنے والے ہیں ، اور آپ اچانک رات میں پہنچ گئے۔ ہاں! اگر آپ نے پہلے سے اطلاع کر دی ہے (جیسے آج کل وسائل ہیں) کہ میں رات میں دو بجے پہنچنے والا ہوں ؛تو پھر رات میں کسی بھی وقت پہنچنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

بغیر اطلاع کے اچانک گھر پہنچنے کی خرابیاں :

نیز رات اس طرح اچانک پہنچنے میں دوسری ایک گڑبڑ بھی ہے۔وہ یہ کہ گھر والوں کے دل میں بدگمانی پیدا ہو سکتی ہے کہ کیا میرے شوہر کو میرے متعلق کچھ شک ہے کہ اس طرح رات میں اچانک آگئے؟ یہ چیز بھی میاں بیوی کے تعلقات کی خوشگواری میں خلل ڈالنے والی ہے۔بدگمانی کی بنیادیں اسی طرح پڑتی ہیں ،اور یہی چیز بعض مرتبہ بعض عورتوں کو بد اخلاقی پر آمادہ کرتی ہیں۔ یعنی ویسے تو وہ پاکیزہ و پاکدامن ہوتی ہیں ، لیکن اگر شوہر کی طرف سے بلاوجہ ایسا کوئی معاملہ کیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جاتاہے جس کی وجہ سے وہ یہ سمجھنے لگتی ہے کہ شوہر مجھ پر بدگمانی کررہاہے، تو بعض عورتیں ضد میں آکر سوچتی ہیں کہ اچھا! یہ میرے متعلق بدگمانی کرتاہے، اب تو میں بھی ایسا کرکے ہی بتاؤں گی۔اس سے معلوم ہواکہ رات میں اچانک آنے کی وجہ سے جب یہ چیزپیدا ہوسکتی ہے، تو جو لوگ اپنی بیوی کے اوپر کھلّم کھلاّ بدگمانی کااظہار کرتے ہیں؛اس کی شریعت کہاں اجازت دے سکتی ہے۔یہ بڑا برا سلوک ہے جس کی شریعت کسی حال میں بھی اجازت نہیں دیتی۔

ایک تو یہ ہے کہ برائی کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھاہو،اس پر خاموش رہنا بھی بہت براہے، اس کو دَیُّوثی سے تعبیر کیاگیاہے،اس پربڑی سخت وعید آئی ہے۔اوربلاوجہ شک وشبہ کرنا بھی براہے،اس سے بھی منع کیاگیاہے۔ان دونوں باتوں سے شریعت نے منع کیاہے۔

حدیث ۹۸۶:-

وعن أنسٍ رضی اللہ عنہ **قَالَ: كَانَ رسولُ الله** (ﷺ) **لايَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلاً ،وَكَانَ يَأْتِيهِمْ غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً.** متفقٌ عَلَيْهِ

((الطُّرُوقُ)): المَجِيءُ فِي اللَّيْلِ.

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) (جب سفر سے واپس لوٹتے تو) اپنے گھر والوں کے پاس رات کے وقت میں نہیں آتے،(بلکہ) صبح یا شام میں آتے تھے۔

افادات:- میں نے اس کی وجہ بتلادی ہے۔اگر پیشگی اطلاع ہوتو گنجائش ہے۔بس! پیشگی اطلاع کااہتمام ہوناچاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ما یقول اذا رجع، وإذا رأی بلدته

جب سفر سے واپس لوٹے اور اپنے شہر کی عمارتوں پر نظر پڑے؛ تو کیا دعا پڑھے؟

فِيهِ حَدِيثُ ابنِ عمرَ السَّابِقُ فی باب تکبیرِ المسافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا.

واپسی کے سفر کے متعلق ایک روایت پچھلے باب میں بھی گزر چکی جس میں یہ تھا کہ مسافر جب اونچائی پر چڑھے تو تکبیر پڑھنی چاہیے۔ اور ”آئِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ“ والی دعا بھی گزر چکی ہے، اسی دعا کو دوسری روایتوں میں لا رہے ہیں

حدیث ۹۸۷:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) حَتَّى إِذَا كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: ((آئِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ)) فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذَلِكَ حَتَّى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سفر سے لوٹے، یہاں تک کہ جب مدینہ منورہ ہماری نگاہوں کے سامنے آگیا، تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دعا پڑھی: ہم لوٹ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع وتوبہ کرتے ہیں، اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے پروردگار ہی کی حمد و ثناء

اور تعریف کررہے ہیں۔ حضورِ اکرم (ﷺ) ان کلمات کو برابر پڑھتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ کے اندر داخل ہوگئے۔

افادات:–اس سے معلوم ہوا کہ اپنی آبادی کے مکانات جب نظر آنا شروع ہوں تو اس وقت یہ دعا پڑھنا شروع کرے اور برابر پڑھتا رہے، یہاں تک کہ شہر میں داخل ہوجائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب استحباب ابتداء القادم بالمسجد الذی فی جوارہ وصلاتہ فیہ رکعتین

سفر سے واپس لوٹے تو پہلے قریب کی مسجد میں جائے، دو رکعات پڑھے

ایک اور ادب بتاتے ہیں کہ آدمی جب سفر سے لوٹے تو جو مسجد اس کے مکان کے پاس ہو سب سے پہلے اس میں جائے، وہاں دو رکعت ادا کرے پھر اپنے گھر جائے۔ یہاں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے جو پہلے بھی آئی تھی۔ غزوۂ تبوک میں وہ شریک نہیں ہوسکے تھے جس کا واقعہ انہوں نے تفصیل سے بیان کیا ہے جس میں انہوں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کا ایک معمول بیان کیا ہے۔ (پوری روایت حدیث کے اصلاحی مضامین، جلد اول، ص: ۱۵۰ تا ۱۸۰ گزر چکی ہے۔ مرتب۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۹۸۸:-

عن كعب بن مالِك رضی اللہ عنہ أَنَّ رسولَ الله (ﷺ) كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ،بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ.
(متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تھے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے ،وہاں دو رکعت ادا فرماتے (اور جب صحابہ کو اطلاع ہوتی تو وہ ملاقات کے لیے وہیں آجاتے تھے، پھر آپ گھر جاتے،یہ بھی آداب میں سے ہے۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ تَحْرِيمِ سَفَرِ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا

عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے

سفر کے سلسلہ میں پہلے تفصیل بتاچکا ہوں کہ سفر شرعی کی مقدار کا سفر اگر عورت بغیر محرم کے کرے؛ تو شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ اور اگر اس سے کم کا سفر ہو، اور اس میں خطرہ ہو؛ تو اس صورت میں اس کے لیے بلاضرورت نکلنا جائز نہیں ، اور اگر کسی ضرورت سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نکلے تو اس بات کا اہتمام ہوناچاہیے کہ شوہریا محارم میں سے کوئی ساتھ ہو۔اوراگرکوئی خطرہ نہ ہوتوبوقتِ ضرورت اجازت ہے۔

حدیث ۹۸۹:-

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ اللهِ (ﷺ): لا يَحِلُّ لامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيومِ الآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلاَّ مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا.(متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جوعورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ ایک دن رات کی مسافت کا سفر کرے؛ مگر ایسی حالت میں کہ اس کے ساتھ کوئی ذی رحم محرم ہو۔

افادات:- "**ذی رحم محرم**" کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا رشتہ دار جس کے ساتھ نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہو، جیسے: باپ ،دادا،پردادا؛اوپر تک۔بیٹا،پوتا ، نواسہ یا اس سے جو پیدا ہواہو،نیچے تک۔یابھائی،بھتیجہ ،بھانجہ ،یاان کابیٹاوغیرہ؛یہ سب محارم ہیں ۔اس روایت میں ایک دن اوررات کا تذکرہ آیا ہے،اوراس سلسلہ میں روایتیں مختلف آئی ہیں،جن کوسامنے رکھ کرعلماء نے تین دن اوررات کے متعلق تو عدمِ جواز کاحکم دیاہے،لیکن اس سے کم میں بھی اگر خطرہ ہوتوبچنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۹۹۰:-

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: أَنَّهُ سَمِعَ النبيَّ (ﷺ) يقول: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رسولَ الله، إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: انْطَلِقْ، فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ. (متفقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبیٔ کریم (ﷺ) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کوئی (اجنبی) مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے مگر یہ کہ اس عورت کے ساتھ اس کا کوئی ذی رحم محرم موجود ہو (کیوں کہ شیطان کی طرف سے وسوسہ اندازی اور گناہ میں مبتلا کردینے کا بڑا قوی خطرہ لگا ہوا رہتا ہے) اور عورت سفر نہ کرے مگر اپنے ذی رحم محرم کے ساتھ۔ ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میری عورت سفر حج کے لیے جارہی ہے، اور میرا نام فلاں غزوہ میں جانے کے لیے لکھا گیا ہے (اب کیا کیا جائے؟) حضور اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تو بھی جا اور اپنی عورت کے ساتھ حج کر۔

افادات:- مطلب یہ ہے کہ اب تجھے غزوہ میں نہیں جانا چاہیے، اس لیے کہ تیری عورت بغیر محرم کے یا بغیر شوہر کے اکیلی حج کے لیے جائے، اس کی اجازت نہیں ہے، تو اس کے ساتھ سفر حج میں جا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com